ماہنامہ

جہانِ رضا

لاہور

بہ یادگار اعلیٰحضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی نور اللہ مرقدہٗ

منم و کنجِ خمولی کہ نگنجد در وے
جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

مرکزی مجلسِ رضا (رجسٹرڈ) نعمانیہ بلڈنگ اندرون ٹکسالی گیٹ لاہور پوسٹ بکس نمبر ۲۰۶

Marfat.com

Marfat.com

جہانِ رضا

منم و کنج خمولی کہ نگنجد در وے
جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

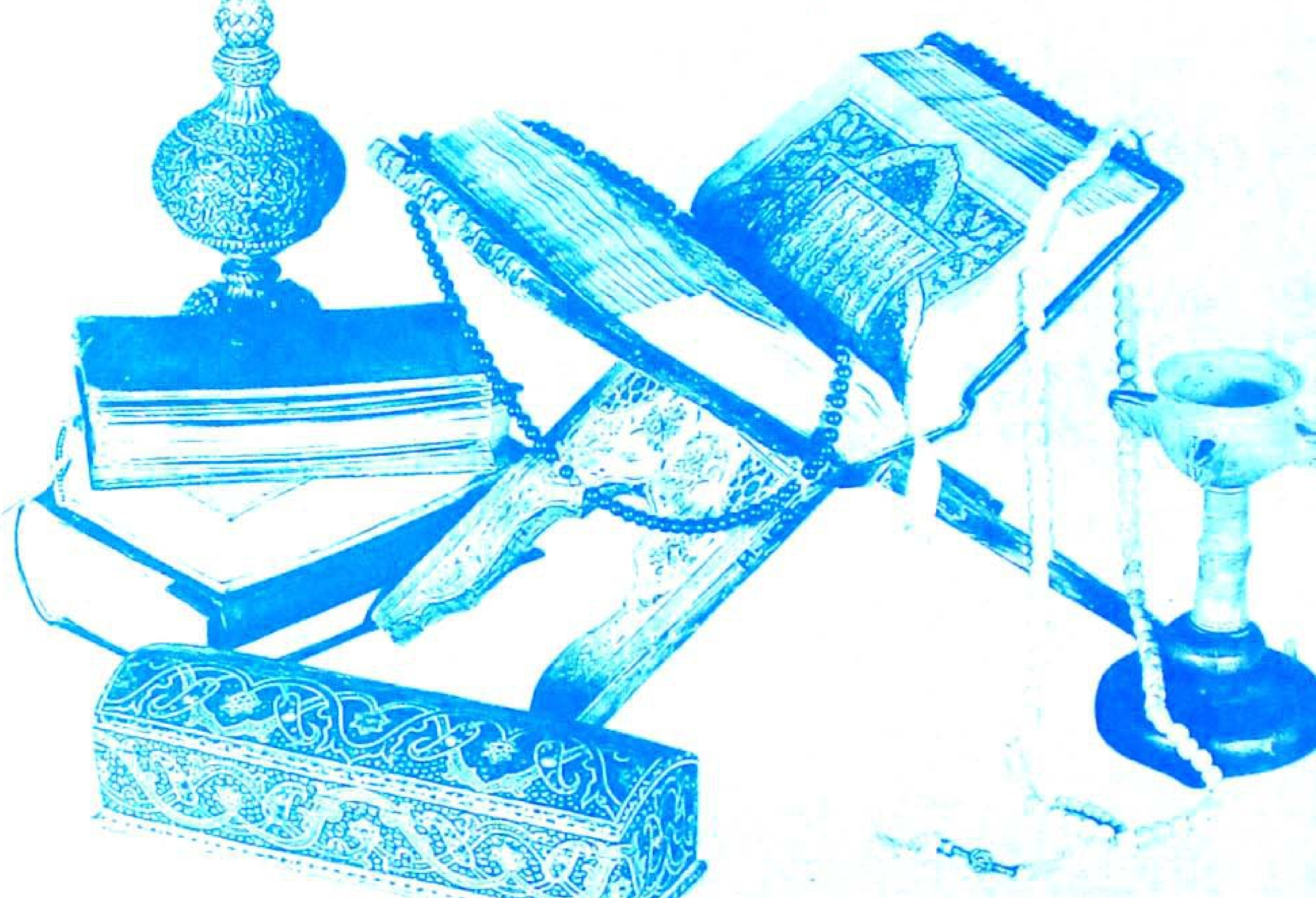

مرکزی مجلس رضا (رجسٹرڈ) نعمانیہ بلڈنگ اندرون ٹکسالی گیٹ لاہور پوسٹ بکس نمبر ۲۰۶

Marfat.com

ماہنامہ جہانِ رضا لاہور

جلد نمبر ۷ ..... ذوالحجہ ۱۴۱۸ھ / اپریل، مئی ۱۹۹۸ء ..... شمارہ نمبر ۶۹

ترجمانی ——— احوال و مقامات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمہ اللہ

نگرانی ——— حکیم محمد موسیٰ امرتسری، بانی مرکزی مجلس رضا

قلم رانی ——— پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ایم-اے

گلفشانی ——— دانشوران مکتب رضا

نظر رانی ——— ارباب ذوق سلسلہ رضویہ

ہم زبانی ——— سخنوران حلقہ رضا

مہربانی ——— معاونین مرکزی مجلس رضا

پیام رسانی ——— نعمانیہ بلڈنگ ٹیکسالی گیٹ لاہور

زود رسانی ——— پوسٹ بکس ۲۲۰۶ لاہور

عز ازیانی ——— ۵۵ ریلوے روڈ لاہور

Marfat.com

ماہنامہ **جہان رضا** لاہور

اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کے افکار و نظریات کا حقیقی ترجمان

جلد ۱۱ ○ جمادی الاُخریٰ ۱۴۲۳ھ / ستمبر ۲۰۰۲ء ○ شمارہ نمبر ۱۰۵

شخصیات نمبر

اداریہ .... انتخابی میدانوں کا ایک منظر		صفحہ نمبر ۳
ایٹمی شخصیت عبدالقدیر خاں	سعید بدر قادری	صفحہ نمبر ۱۱
حضرت علامہ اختر شاہجہانپوری	محمد عبدالستار طاہری	صفحہ نمبر ۲۵
مولانا نذیر احمد خجندی	خلیل احمد رانا	صفحہ نمبر ۳۳
شیخ طریقت علامہ محمد سعید احمد مجددی	صاحبزادہ سید احمد فاروق	صفحہ نمبر ۳۷
حضرت فقیہ اعظم مولانا نوراللہ نعیمی	صاحبزادہ محب اللہ نوری	صفحہ نمبر ۴۰
یسئلون ...... اعلیٰحضرت فاضل بریلوی لوگوں کے سوالات کا جواب دیتے ہیں		صفحہ نمبر ۴۸
جاہلی تمدن اور اسلامی تلمیحات		صفحہ نمبر ۶۰

Marfat.com

گذارش

"اداریہ ضرور پڑھیں" اس میں پاکستان میں سنی قائدین کا رخ کردار سامنے آئے گا۔ "شذرات" میں آپ کو اہل علم و فضل کا ایک قافلہ رواں دواں نظر آئے گا جو حال ہی میں وادی بقا کی طرف روانہ ہوا ہے۔ اگلے صفحوں میں دیوبند کا اصل بانی کون؟ آپ کے لئے ایک بڑا انکشافاتی مقالہ سامنے آئے گا۔ آپ مقالہ نگار کی تحقیق کا اندازہ بھی لگائیں گے اور علمی دنیا کے "قبضہ گروپ" کی داستان بھی پڑھیں گے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مصنف اور مولف کی حیثیت سے حضرت ملک العلماء علامہ محمد ظفرالدین رضوی کے دانشور فرزند ارجمند ڈاکٹر مختارالدین احمد' صدر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (انڈیا) کے قلم سے ایک تحقیقی مضمون کا مطالعہ کریں گے۔ اگر فرصت کشاکش غم دوراں سے چند لمحات مل جائیں تو اپنے تاثرات سے بھی آگاہ فرمائیں گے۔

تحفہ درود پاک شریف

ایک نورانی کتاب' ایک خوبصورت کتاب' ایک بے مثال کتاب جسے آپ پڑھے بغیر شدید محرومی اور کمی محسوس کرتے رہیں گے۔ "مرکزی مجلس رضا" کے تمام معاونین میں ایک ایک جلد تقسیم کی جا چکی ہے۔ ایک خوبصورت کتاب' خوبصورت موضوع' خوبصورت تحریر' آرٹ پیپر رنگین طباعت' پاکیزہ گراؤنڈ' نفیس کتابت اور دلکش سرورق۔ معاونین کے علاوہ بھی اہل محبت کو تیس روپے کے ڈاک ٹکٹ آنے پر ہر ایک نسخہ مفت پیش کیا جا رہا ہے۔ ہم نے صرف ایک سو کتابیں لے کر ایسے غیر رجسٹرڈ حضرات کو ڈاک کے ذریعے پہنچانے کا ذمہ لیا ہے' دیر سے طلب کرنے والے معذرت قبول کریں۔ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور

Marfat.com

نعت جامیؒ

تنم فرسودہ جاں پارا زہجراں یا رسول اللہ
دلم پُر درد و آوارہ زعصیاں یا رسول اللہ

چوں سوئے من گذر آری منِ مسکیں زناداری
فدائے نقشِ نعلینت کنم جاں یا رسول اللہ

زکردہ خویش حیرانم سیہ شد رُوز عصیانم
پشیمانم پشیمانم پشیماں یا رسول اللہ

زجامِ حبّ تو مستم بہ زنجیرِ تو دل بستم
نمی گویم کہ من ہستم سخنداں یا رسول اللہ

چوں بازوئے شفاعت را کشائی بر گنہگاراں
مکن محرُوم جامی را دراں آں یا رسول اللہ

Marfat.com

جہان رضا

اداریہ

اپریل - مئی - 98

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ☆

سنی قائدین کا فکری رخ کردار

"شہر حبیب" میں برطانیہ سے آئے ہوئے ایک دیرینہ دوست عالم دین نے میرا ہاتھ پکڑا' باہر لایا' گاڑی پر بٹھایا اور مسجد قبا میں لے گئے۔ یہ وہ مسجد ہے جہاں ہمارے آقا و مولا ﷺ نے ہجرت کر کے جوار مدینہ میں قیام فرمایا تھا۔ مسجد قبا باغ رحمت کا ایک ٹکڑا ہے جس کے در و دیوار سے صدیوں کی اسلامی تاریخ کی روحانی تحریریں نور بکھیرتی نظر آتی ہیں۔ نوافل سے فارغ ہوئے تو مسجد سے ذرا ہٹ کر میرے برطانوی دوست نے مجھے مرمریں فرش پر لا بٹھایا جہاں سورج کی کرنیں سارے مدینہ کے بام و در کو چوم رہی تھیں۔ اور ہمارے چہروں کو درخشاں کر رہی تھیں۔ اس نے بڑی محبت آمیز نظریں میرے چہرے پر ڈالتے ہوئے مجھے کچھ کہنا چاہا' میرا خیال تھا کہ وہ مسجد قبا کے فضائل و آداب پر گفتگو کرے گا' مگر وہ یوں گویا ہوا ....

"میں بہت عرصہ سے پاکستانی اخبارات پڑھ رہا ہوں' پھر برطانیہ میں آنے والے علمائے اہلسنّت سے ملکی حالات پر گفتگو بھی ہوتی رہتی ہے' مجھے دکھ ہوتا ہے جب میں سنتا ہوں کہ پاکستان میں سنیوں کی عظیم اکثریت انتشار و افتراق کا شکار ہے۔ علمائے کرام مختلف ٹولیوں میں بٹ گئے ہیں' مشائخ زادے ایک دوسرے کے ساتھ چلنا پسند نہیں کرتے' مولوی زادے اور پیرزادے دینی راہوں کو چھوڑ کر دنیا کی "ضروریات" کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ سنی راہنما ایک دوسرے سے بات کرنے کے روادار نہیں' ہر ایک شہر میں سنیوں کی کئی کئی جماعتیں موجود ہیں' ہر ایک کا قبلہ جدا ہے' ہر

Marfat.com

میں تجھ کو محل بنا دوں گا!

الیکشن سر پر آ گئے ہیں۔ جمہوریت کی روشنیاں پھیلنے لگی ہیں۔ سیاسی زندگی میں تروتازگی آ رہی ہے۔ ''آمریت کی شب تاریک'' کٹتی جا رہی ہے۔ اندھیرے چھٹتے جا رہے ہیں۔ سیاہ پردے چاک ہو رہے ہیں۔ اور سیاست دانوں کے روشن چہرے آہستہ آہستہ نمایاں ہو رہے ہیں۔ انتخابی میدان میں کچھ تو پرانی جماعتیں اور پرانے چہرے سامنے آ گئے ہیں کچھ نئے چہرے بھی آتے دکھائی دیتے ہیں۔

اس بار الیکشن کمیشن نے جماعتی اور صرف جماعتی انتخابات کا اعلان کیا ہے۔ غیر جماعتی انتخابات کا تجربہ ناکام ہو گیا ہے اس کی تلخیاں ابھی تک محسوس کی جا رہی ہیں۔ غیر جماعتی الیکشن نے ایسے ایسے مکروہ افراد کو قومی اور صوبائی اسمبلیوں تک پہنچایا۔ جو دولت کے زور سے منتخب ہوئے اور دولت کی لوٹ کھسوٹ کو قانونی شکل دیتے رہے۔ ماضی کے سمگلر، چور اچکے قوم کے راہنما بن کر قانون ساز اداروں میں آ بیٹھے اور غربت زدہ قوم کی دولت سے اپنے محلات تعمیر کرنے لگے۔ ان قومی راہنماؤں نے اسمبلیوں کے اندر لوٹ کھسوٹ کرنے والی پارٹیاں تشکیل دیں۔ کسی نے جیالوں کی فوج بنائی کسی نے متوالوں کے حلقے تیار کئے۔ قوم کی راہنمائی کا دعویٰ کرنے والے ''ہیوی منڈیٹ'' کے مالکوں نے اقتدار کی کرسیوں پر بیٹھ کر ایسے ایسے بھیانک فیصلے کئے کہ آج ان کے تصور سے کلیجہ کانپ اٹھتا ہے تین سال گذر گئے آمریت کے جھنڈے سربلند ہوئے مگر قوم جن دلدلوں میں پھنسی تھی۔ ان دلدلوں میں اور ڈوبتی چلی گئی۔ آج فوجی ذرائع ابلاغ (ٹی وی ریڈیو اور اخبارات) میں معاشی اور اقتصادی خوشحالیوں کے ایسے ایسے نقشے دکھائے جاتے ہیں کہ قوم حیران رہ جاتی ہے۔ یا اللہ یہ لوٹ کھسوٹ سے ''پاک و شفاف فرشتے'' کیا کھیل کھیل رہے ہیں۔

دنیا نے پاکستان میں جمہوریت کے لیے شور مچایا۔ دباؤ ڈالا۔ آوازیں اٹھائیں تین سالوں کے بعد وہ دروازے کھلے جن سے سابقہ سیاست دان۔ سابقہ سیاسی جماعتیں۔ اور سابقہ قیادتیں پھر منہ دھو کر سامنے آنے لگیں۔ آج پھر وہی سابقہ راہنما حسین وعدوں کی ماری ہوئی قوم کو سبز باغ دکھانے لگے ہیں قوم کے کمزور حافظے سے کھیلنے والے لوگ کتنی بے شرمی سے وہی وعدے وہی منشور۔ وہی نعرے وہی اعلان لے کر سامنے آ رہے ہیں جس نے چودہ کروڑ عوام کی زندگیاں اجیرن کر دی تھیں اور برملا کہنے لگے ہیں۔

ہم تم کو محل بنا دیں گے ۔۔۔ اور چاند ستارے لا دیں گے

Marfat.com

ایک کا کعبہ جدا ہے' ہر ایک کی راہیں جدا ہیں' ہر ایک کی منزل جدا ہے' جبکہ سنی عوام مایوسیوں کے اندھیروں میں بھٹک رہے ہیں۔ انہیں کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔"

اس دوست کی باتیں سن کر مجھے دکھ ہوا' میں نے محسوس کیا کہ یہ شخص میرے زخموں کو کرید رہا ہے' میرے گھر کے جھگڑوں کو کوچہ و بازار میں لے آیا ہے' میرے مسلک کی ناہمواریوں کو دیار حبیب ﷺ میں افشاء کر رہا ہے' میرے دل کے چھپے ہوئے زخموں کو مسجد قبا کے صحن میں تازہ کر رہا ہے' میرا دل چاہا کہ میں اس کو جھاڑ دوں' جھٹلا دوں' اس کو سنی سنائی باتیں کہہ کر تردید کر دوں' یا یہاں سے اٹھ کر بھاگ جاؤں مگر میں رک گیا' دل پر ہاتھ رکھ کر اس کو اپنے پاکستان کے سنی راہنماؤں کی داستان افتراق سنانے لگا' اپنے سنی قائدین کی حکایت انتشار سنانے لگا' میں نہایت ندامت سے یوں لب کشا ہوا....

" آج ہمارا ملک جن نظریاتی اور سیاسی راہوں پر چل نکلا ہے اس کی ماضی میں مثال نہیں ملتی۔ یہ انداز قابل ستائش ہے' نہ قابل رشک۔ سیاسی راہنما حالات کے ساتھ ساتھ اپنا رویہ بدلتے رہتے ہیں اور اپنے لئے نئی نئی راہیں تلاش کرتے رہتے ہیں۔ پھر اپنی راہوں پر چل کر اقتدار کی کرسیوں پر براجمان ہوتے ہیں اور ملک کے وسائل اور خزانوں کو اپنی صوابدید سے لوٹتے ہیں اور لٹاتے ہیں۔ ان کے برعکس ملک کے مذہبی قائدین کا رخ کردار بالکل جدا ہوتا ہے' ان کے سامنے بلند و بالا مقاصد ہوتے ہیں' دین مصطفیٰ کے نفاذ اور قوانین شریعت کا اطلاق ان کا نصب العین ہوتا ہے۔

دینی راہنماؤں نے ان مقاصد کو پانے اور قومی مسائل کو حل کرنے کے لئے ایک طویل جدوجہد کی مگر وہ ان زر اندوز قوتوں اور بے دین طبقوں کے مقابلے میں کامیاب نہ ہو سکے' نصف صدی کی طویل جدوجہد ابھی تک بار آور نہیں ہوئی' پاکستان میں مسلمانوں کی اکثریت ہے' پھر اس کی اکثریت میں اہلسنت و جماعت کے نظریات کے حامیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اگرچہ اہلسنت کے نظریات کے علاوہ بہت سی مذہبی جماعتوں نے ملک کے مذہبی اور سیاسی افق پر ابھرنے کی کوشش کی مگر وہ ان کامیابیوں

Marfat.com

لوگو! سنو! میں تمھارا پرانا لیڈر رہوں! راہنما ہوں! خیر خواہ ہوں! تم نے مجھے بارہا منتخب کیا۔ کئی بار چنا کئی بار اسمبلی میں بھیجا۔ آج پھر میں تمھیں دعوت انتخاب دیتا ہوں آگے بڑھو! مل کر نعرہ لگاؤ! اور مجھے جتاؤ! قدم بڑھاؤ! میں تمھارے ساتھ ہوں!

ہم تم کو محل بنا دیں گے۔

ایک اور راہنما آگے بڑھا لوگو! ہم موسی لیڈر نہیں ہیں جنہیں اخباروں والے! ''موسمی بٹیرے'' کہتے ہیں۔ ہم تیس سالوں سے تمھاری خدمت کرتے آئے ہیں۔ ہم نے اقتدار کی خاطر تمھارے ووٹوں کا سہارا ضرور لیا ہے مگر ہم نے قربانیاں دی ہیں۔ تختہ دار تک پہنچے ہیں۔ موت کو سر بازار لبیک کہا ہے۔ اس اقتدار کے لیے اپنے بھائیوں کو قربان کیا ہے۔ اپنے عزیزوں کو پس دیوار زنداں گروی رکھ دیا ہے آج ہمیں بے گھر کر دیا گیا ہے۔ ملک بدر کر دیا گیا ہے۔ بلکہ در بدر کر دیا گیا ہے۔ ہمارے بنائے ہوئے محلات ویران ہو رہے ہیں۔ یہ فوجی، یہ آمر، یہ جرنیل آج ہمیں اپنے ملک میں بنائے ہوئے گھروں میں نہیں آنے دیتے۔ تم اگر ہمیں دوبارہ یا سہ بارہ منتخب کرا دو گے۔ تو ہم جہازوں پر بیٹھ کر اپنے وطن آئیں گے اور وطن میں بنائے ہوئے محلات میں رہیں گے۔ پھر دیکھو گے۔

ہم تم کو محل بنا دیں گے۔

لوگو ہم ملک سے باہر بیٹھے ہیں۔ مکہ مدینہ میں بیٹھے ہیں اللہ اللہ کر رہے ہیں۔ مگر یہ فوجی بار بار اعلان کرتے ہیں کہ ہمیں دس سال تک اپنے وطن میں نہیں آنے دیں گے۔ اللہ کی قدرت کیا ہم اپنے بنائے ہوئے محلات میں بھی نہیں رہ سکتے۔ یہ ملک ہمارا ہے یہاں کی اسمبلیاں ہماری ہیں! یہاں کے لوگ ہمارے ہیں۔ آج ہماری ''مسلم لیگ'' کو کئی ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ہمارے جانثاروں کو غداروں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ہمارے متوالوں کو احتسابی عدالتوں میں مجرم قرار دیا گیا ہے۔ لیکن کوئی بات نہیں۔ ہم مسلم لیگی ہیں جمہوریت کے دلدادہ ہیں۔ آمریت ہمارے خلاف جتنا زور لگائے ہم جیتیں گے اور اکثریت سے جیتیں گے پھر ''ہیوی مینڈیٹ'' کے ساتھ اسمبلیوں میں بیٹھیں گے۔ لوگو، تمھارا حافظہ اتنا کمزور نہیں تمھیں یاد ہے ہم نے اس ''ملک کو سنوارا ہے۔ اس کا قرضہ اتارا ہے۔'' تم اگر دوبارہ ہمیں بھاری اکثریت سے کامیاب کرو تو ہم آئیں گے اور بالضرور آئیں گے۔ پھر

ہم تم کو محل بنا دیں گے۔

لوگو! ہماری بات سنو! ہم پرانے مسلم لیگی ہیں۔ جن مسلم لیگیوں کی سابقہ اسمبلیوں میں اکثریت تھی وہ ملک سے باہر چلے گئے ہیں۔ ملک بدر ہو گئے ہیں۔ اب قائد اعظم کی ''اصلی مسلم لیگ'' ہمارے پاس ہے۔ ہم

Marfat.com

سے ہمکنار نہ ہوسکیں جن کی انہیں توقع تھی۔ ایک وقت تھا کہ سنی قائدین نے ملک کے علماء کرام اور مشائخ عظام کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا۔ شہر بہ شہر' قریہ بہ قریہ' کوچہ بکوچہ کو بہ کو دینی بیداری کی روح پھونکی۔ سنی قائدین نے علماء کرام کو مساجد سے باہر بلایا' پھر مشائخ عظام کو خانقاہوں سے پکارا' نوجوان طلباء کو درسگاہوں سے آواز دی' گوشہ نشینوں کو صحن سیاست میں لاکھڑا کیا اور زاویہ نشین میدان عمل میں آگئے' اس طرح سارا ملک دینی بیداری کی روشنی میں ان قوتوں کے سامنے زندہ دکھائی دینے لگا جو اپنے آپ کو پاکستان کا مالک سمجھتی تھیں۔

علمائے کرام' ان کے شاگرد' ان کے تابعین ایک صف میں کھڑے نظر آنے لگے۔ مشائخ کرام کے مختلف سلسلے اپنے اپنے حجروں سے نکل کر عوام کی راہنمائی کے لئے صف بستہ ہو گئے اگرچہ یہ سنی علمائے کرام اور روحانی مشائخ مختلف مکاتب فکر اور سلسلہ ہائے تصوف سے وابستہ تھے مگر ان کے اتفاق و اتحاد نے عوام کو حوصلہ دیا اور جذبہ دین کو بیدار کر دیا۔ ملک میں انگریز کا عطا کردہ جمہوری نظام نافذ تھا جہاں لوگوں "کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے"۔ سنی قائدین بھی اسی شاہراہ پر چل پڑے .....

الحمدللہ ! میدان انتخابات میں کھڑے ہونے والے اکثر علمائے کرام اور صاحبزادگان قانون ساز اسمبلیوں میں پہنچنے شروع ہو گئے' علماء و مشائخ کے اتحاد و یکجہتی نے صرف علماء اور مشائخ کو ہی منتخب نہیں کیا بلکہ جو بھی ان قائدین اہلسنت سے وابستہ ہوتا' ٹکٹ لے کر انتخابی میدان میں آتا کامیابی سے ہمکنار ہو جاتا۔ ملک کی پارلیمانی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ علماء کرام کے علاوہ ایسے کئی دنیادار امیدوار بھی سنی حضرات کے ووٹوں سے کامیاب ہو کر پارلیمانی ہاؤس پہنچے جنہیں سنی قائدین نے ٹکٹ دیئے تھے مگر وہاں بیٹھے سیاسی شکروں کا شکار ہو گئے جو اقتدار کی سیاسی چالوں سے اپنے جال میں پھنسانے کے ماہر تھے۔ وہ سینوں کے منتخب نمائندوں کو اپنے رنگ میں رنگتے گئے اور ان کی وفاداریاں خریدتے گئے۔ ایسے منتخب اراکین کی بے وفائی' طوطاچشمی اور غداری کے باوجود کئی سال تک سندھ' پنجاب اور دوسروں صوبوں سے سنی ممبران منتخب

Marfat.com

کچھ عرصہ ان ملک بدر ہونے والوں کے ساتھ رہے۔ وزارتوں میں ان کا ساتھ دیا۔ زراندوزی میں ان کے شریک کار رہے۔ ان کی تمام ترقیوں اور سربلندیوں میں ان کے ساتھی رہے۔ قومی دولت کی تقسیم کرنے میں ان کا پورا پورا ساتھ دیا مگر ان کے بھاگ جانے کے بعد ہمیں معلوم ہوا۔ یہ تو ''خاندانی لوگ'' ہیں جو اقتدار کی ساری کرسیوں کو اپنے خاندان میں ہی رکھنے کے عادی ہیں۔ اب ہم قائداعظم کی اس مسلم لیگ کا جھنڈا لے کر آئے ہیں۔ جسے آج سے پچپن سال پہلے آپ لوگ ''ملت کا پاسباں ہے'' کہا کرتے تھے۔ یہ جھنڈا ہمیں مل گیا ہے۔ ہم قائداعظم کے نقشِ قدم پر چلنے والے لوگ ہیں۔ ہم بکھرے ہوئے سچے اور پکے مسلم لیگی ہیں۔ ہم قائد اعظم کا نام لے کر تمھارے سامنے آرہے ہیں اگرچہ ہمارا دستور، ہمارا منشور وہی ہے جو سابقہ مسلم لیگ کا تھا۔ لیکن اگر تم ہمیں اقتدار پر لانے کے لیے ووٹ دو گے تو۔

ہم تم کو محل بنا دیں گے۔

....

لوگو! ہماری آواز پر کان دھرو! ہم ہمیشہ محروم اقتدار رہے ہیں آپ لوگوں نے کبھی کبھی سیٹیں لے دیں تو ہم نے ان پر ہی صبر کیا۔ خدا گواہ ہے نہ لوٹ نہ کھسوٹ اور نہ دھوکہ دہی میں حصہ لیا۔ اور نہ کبھی مار دھاڑ کو نکلے نہ زکوٰۃ اور بیت المال کو ہاتھ مارا۔ ہم صبر شکر کرنے والے لوگ ہیں ہم پاکستان کے گوشے گوشے میں بکھرے ہوئے قومی راہنما ہیں۔ کراچی اور حیدر آباد میں رہیں تو اردو بولنے والوں کے راہنما ہیں۔ سرحد اور بلوچستان میں رہیں تو علاقائی لیڈر رہیں۔ آپ لوگوں کے سامنے کسی تعارف کی ضرورت نہیں ہم سارے ملک کے قومی راہنما مل کر ''نیشنل الائنس'' کی شکل میں آپ کے سامنے آئے ہیں۔ ہم مختلف علاقائی جماعتوں کے راہنما ہیں اگرچہ ہمارے دستور اور منشور مختلف ہیں مگر ایجنڈا ایک ہی ہے۔ ہم ایک قافلے کی شکل میں متحد ہیں۔ اگر آپ ہمارے کاروان میں شریک ہو جائیں تو ملک کے وڈیروں، لٹیروں اور خاندانی لیڈروں کو شکست دے کر اقتدار میں آئیں گے۔ پھر دیکھنا،

ہم تم کو محل بنا دیں گے

....

لوگو! ہم ''انصاف'' کی بات کرتے ہیں! اس ملک کو بے انصافی نے تباہ کر دیا ہے اس قوم کو ناانصافیوں نے غربت کے سمندروں میں غرق کر دیا ہے۔ اس ملک میں انصاف بکتا ہے۔ امیر لوگ انصاف کو خرید لیتے ہیں۔ مگر غریب لوگ انصاف کی چکی میں پستے رہتے ہیں۔ ہمارے ساتھ آؤ ہمارے ساتھ چل کر پاکستان کی جیلیں دیکھو۔ غریبوں سے بھری پڑی ہیں۔ قید خانے دیکھو۔ غریبوں کے کیمپ بنے ہوئے ہیں۔ بندی خانے دیکھو غریبوں سے آباد ہیں۔ یہاں عدالتیں بکتی ہیں۔ انصاف بکتا ہے۔ امیر لوگ جرم کر کے آزاد پھرتے ہیں۔ غریب لوگ سڑکوں پر چلتے پھرتے پکڑ کر جیل میں بھر دیئے جاتے ہیں۔ عدالتیں ان کو ریمانڈ دے کر بھول جاتی

Marfat.com

ہو کر آتے رہے اور ایوان آئین و قانون میں اپنا اپنا مقام حاصل کرتے رہے۔

ایک ایسا وقت بھی آیا کہ جب اقتدار پرستوں نے دینی جماعتوں کے خلاف نہ صرف زبردست مہم چلائی بلکہ مغربی قوتوں کے اشاروں پر دینی نظریات اور مذہبی افکار رکھنے والے اداروں کو پامال کرنا شروع کر دیا' اس کے باوجود بھی علمائے اہلسنت جب میدان انتخاب میں اترتے تو انتخابی نتائج کے اعداد و شمار اس بات کی گواہی دیتے کہ قوم نے سنی امیدواروں کو مجموعی اعتبار سے سب سے زیادہ ووٹ دیئے جو اس بات کی دلیل ہے کہ ملک کی اکثریت سینوں کی مذہبی اور سیاسی قیادت پر بھرپور اعتماد کا اظہار کرتی تھی۔

" اسلامی سوشلزم " کے نعرے سے برسراقتدار آنے والے طبقہ نے پاکستان میں کھلم کھلا اسلامی قدروں کو تباہ کرنا شروع کر دیا اور سینوں کی انتخابی صفوں کو انتخابی ناانصافیوں سے درہم برہم کر دیا۔ اس وقت اگرچہ ملک کی تمام سیاسی جماعتیں بھی ان انتخابی شعبدہ بازوں کی زخم خوردہ تھیں مگر دینی قوتوں کو جو نقصان پہنچا تھا اس سے نہ صرف بساط سیاست الٹ گئی بلکہ اعتقادی اور فکری بنیادیں بھی ہل گئیں۔ سنی قائدین نے نظام مصطفیٰ کے نام پر ایک اور زبردست تحریک چلائی جو تمام سیاسی جماعتوں نے بھی اپنائی پھر اس تحریک نظام مصطفیٰ علماء اہلسنت نے ہی قیادت کی۔ سنی قائدین نظام مصطفیٰ کا پرچم بلند کئے صف اول میں کھڑے تھے۔ مصائب و مظالم کو لبیک کہنے والے زیادہ سنی ہی تھے' جانوں کی قربانی' اموال کی تباہی اور قید و بند کو قبول کرنے والے سنی ہی تھے' ان لوگوں میں علمائے اہلسنت و مشائخ کرام نے پس دیوار زندان جانا قبول کر لیا' سختیوں اور مصائب کو برداشت کرنا پسند کر لیا مگر نظام مصطفیٰ کا جھنڈا سرنگوں نہ ہونے دیا اور اس جھنڈے کی چھاؤں میں اس وقت کی تمام سیاسی جماعتیں پناہ لے رہی تھیں اور اپنا وجود برقرار رکھنے کے لئے نظام مصطفیٰ کے نعرے لگا رہی تھیں۔ تحریک نظام مصطفیٰ خون کے راستے طے کرتی ہوئی کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ اقتدار کی کرسی الٹ دی گئی اور ملک کی فضا نکھری نکھری دکھائی دینے لگی۔

Marfat.com

ہیں۔ پولیس ان کی فائیلیں دبا دیتی ہے۔ اور وہ سالہا سال پس دیوار زنداں تڑپتے رہتے ہیں۔ ہمیں ووٹ دو ہمیں منتخب کرو۔ ہم عدالتوں کی صفائی کر دیں گے۔ جیلوں کے دروازے کھول دیں گے۔ غریبوں کو ان کے گھروں تک پہنچائیں گے۔ عدالتوں میں جج نہیں منصف بٹھائیں گے۔ تھانوں میں تھانے دار نہیں دردمند افراد بٹھائیں گے۔ آپ ہمیں لاؤ ہمیں بلاؤ ہمیں ووٹ دو۔

ہم تم کو محل بنا دیں گے

....

لوگو! ہم ایک ''تحریک'' لے کر آپ کے سامنے آئے ہیں! ''عوامی تحریک'' کا پھریرا لے کر آئے ہیں ہمیں اقتدار میں لاؤ وزیر اعظم بن گئے تو ہم تنخواہ نہیں لیں گے ''فی سبیل اللہ'' کام کریں گے۔ مزدور کی تنخواہ آٹھ ہزار کر دیں گے، بجلی کے بل معاف کر دیں گے۔ ملک میں خوشحالی کا دور دورہ کر دیں گے۔ تم نے آج تک ہمیں آزمایا نہیں۔ کبھی ووٹ نہیں دیا۔ حالانکہ ہم تجربہ کار لوگ ہیں ہمارا ''نیٹ ورک'' ساری دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ ہم نے سابقہ اقتداری جماعتوں کے ساتھ ہمیشہ تعاون کیا ہے۔ مگر وہ بے وفا لوگ تھے۔ یہ مسلم لیگیے، یہ پیپلیے، یہ مشرفیے، ہمارے دیکھے بھالے ہیں۔ ہم نے ان کو اقتدار کی کرسیوں پر بیٹھے دیکھا ہے۔ بھائی بنا کر دیکھا ہے۔ شاگرد بنا کر دیکھا ہے۔ بہن بنا کر دیکھا ہے۔ مجاہد بنا کر دیکھا ہے۔ مگر یہ سارے کے سارے بے وفا نکلے، ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے آج تک کسی صاحبِ اقتدار سے گھاس نہیں کھائی۔ گھاس تو بڑی سرسبز چیز ہوتی ہے۔ خدا گواہ ہے کہ ہم نے کسی کی چائے کی پیالی پر بھی نظر نہیں ڈالی۔ اگر تم لوگ ہماری طرف آؤ ہمیں ووٹ دو۔ ہمیں اقتدار میں لاؤ۔ تو

ہم تم کو محل بنا دیں گے

....

لوگو! سیاسی نعرہ بازوں کے فریب میں نہ آؤ! ہم ''ملت'' کو سنوارنے کے لیے میدان انتخاب میں آ رہے ہیں۔ ہم سالہا سال پیپلز پارٹی کا پرچم بلند کرتے رہے ہیں۔ آپ نے ہمیشہ ہمیں اپنے ووٹ دیئے ہیں۔ منتخب کیا ہے۔ بلکہ صدر مملکت کی کرسی پر بٹھایا ہے۔ ہم نے لٹیروں، بددیانتوں اور قومی راہنماؤں کے بھیس میں ایوان صدر میں بیٹھ کر قریب سے دیکھا ہے۔ ہماری شرافت کا یہ عالم ہے۔ کہ یہ لوگ ملک کی دولت کو دونوں ہاتھوں لوٹتے رہے۔ ہم نے انھیں کچھ نہ کہا۔ یہ محلات بناتے رہے۔ ہم نے صبر سے کام لیا۔ جب ان لٹیروں نے انتہا کر دی اور ہمارے سامنے ملک اور قوم کی جو چیز آئی اڑا لی۔ اب یہ لوگ ''اکیلے پھر رہے ہیں یوسفِ بے کارواں ہو کر''۔ کی تصویر بنے ہوئے ہیں۔ کوئی جدہ میں بیٹھا ہے۔ اور کوئی برطانیہ میں آپ ''ملت پارٹی'' کو ووٹ دیں، اور بھاری اکثریت سے منتخب کریں پھر دیکھیں۔

ہم تم کو محل بنا دیں گے

....

Marfat.com

اس کامیابی کے بعد ملک کے اقتدار کی کرسی پر ایک ایسا فوجی جنرل آیا جس نے مذہب اور دین کی پناہ میں اپنا اقتدار قائم کرنے کا اعلان کیا۔ اس نے علماء کو اپنے قریب بلایا، مشائخ کو پاس بلایا، اسلام کا نام لینے والوں کو پکارا، اگرچہ وہ فوجی تھا مگر اس نے یہ حقیقت تسلیم کرلی کہ اس ملک کی اکثریت صرف اور صرف نظام مصطفیٰ کے پرچم کے نیچے زندگی بسر کرنا چاہتی ہے چنانچہ اس نے اسلامی مجلس شوریٰ قائم کی۔ اسلامی قوانین نافذ کرنے شروع کئے، اسلامی ایوارڈ دیئے جانے لگے، اسلام کا نام لینے والوں کو مختلف اعزازات سے نوازا جانے لگا، اس طرح اکثر علمائے کرام اور مشائخ زادوں کو ایوان صدر کے سایہ میں جگہ دی گئی، اس موقعہ پر کئی علمائے اہلسنت اور مشائخ وقت نے جنرل کی آواز پر لبیک کہا، تعاون کے لئے آگے بڑھے اور ان آرزوں اور امیدوں کے دامن بچھا دیئے جن کے لئے کئی سالوں سے وہ نظریں جمائے بیٹھے تھے۔

اس دوڑ دھوپ کے باوجود سینوں کے سیاسی اور دینی بصیرت رکھنے والے چند علمائے کرام اور قائدین نے نعرہ "اسلامائزیشن" کو "دام ہمرنگ زمین" خیال کیا اور اپنی راہ پر ہی گامزن رہے اور مارشل لا کی نوازشوں سے دور رہے۔ اسی دوران سینوں نے "ملتان سنی کانفرنس" اور "رائیونڈ میلاد کانفرنس" میں اپنی افرادی اور دینی قوت کا زبردست مظاہرہ کیا جس سے مارشل لاء کی تمام ایجنسیاں دم بخود ہو کر رہ گئیں اور سینوں کی یکجہتی اور اتفاق سے کانپ اٹھیں۔

یہ وہ موڑ تھا جہاں سنی عوام، علمائے کرام اور مشائخ عظام بلکہ سنی قیادت کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے منصوبے سامنے آنے لگے۔ علماء کو سرکاری مناصب و انعامات سے نوازا جانے لگا، ان کے لئے آرام و آسائش کی راہیں ہموار کی جانے لگیں، داد و دہش کے قبالے تقسیم ہونے لگے۔ پھر وتعاونوا علی البر والتقوی کے دل پسند نغمے سے کئی علماء کو مسحور کیا جانے لگا اور اس طرح .....

"زاہد خدا کو بھول گئے اضطراب میں"

سنی قوت ٹوٹنے لگی، اتفاق و اتحاد کی دیواروں میں دراڑیں پڑنے لگیں، علم و

Marfat.com

اے اہل ایمان! تم دکھی ہو تمھیں پورے پچاس سال تک سیاست دانوں نے دکھوں میں رکھا ہے۔ تمھیں دھوکہ دیا گیا ہے۔ تمھیں لوٹا گیا ہے۔ تمھیں اسلام سے دور رکھا گیا ہے۔ دین کے راستوں کے قریب نہیں آنے دیا۔ تم ایسے نامراد اور بے دین حکمرانوں کے ہاتھوں لٹتے چلے آئے ہو۔ ان لوگوں نے کسی دور میں بھی تمھیں ہوش نہ آنے دیا۔ یہ لوگ صرف اور صرف اپنی ذات کے لیے انتخاب لڑتے رہے ہیں۔ حکومتیں کرتے رہے ہیں۔ اقتدار میں آتے ہیں۔ تو اسلام اور دین کی اقدار کو پامال کرتے رہتے ہیں۔ ان میں مغربی جمہوریت اور امریکہ نوازی قدر مشترک ہے۔ اب سابقہ تین سال سے فوجی لوگ آگئے ہیں۔ انھوں نے اسلام کو جس بے دردی سے لتاڑا اس کی مثال سارے عالم اسلام میں نہیں ملتی۔ آج اسلام لاوارث اور یتیم بن کر اس سرزمین میں کھڑا ہے جو صرف اور صرف اسلام کے نام پر حاصل کی گئی تھی۔ سابقہ دنوں میں افغانستان کے لوگوں پر بمباری ہوئی۔ تو پاکستان میں اسلام کا نام لینے والوں کو دہشت گرد بنا کر پامال کیا جاتا رہا۔ امریکہ کے کہنے پر اس ملک میں جہاد کا نام لینا گناہ بنا دیا گیا۔ آج ہمارے سارے دینی راہنما اپنے مسلکی اختلافات بھلا کر اکٹھے ہوگئے ہیں اور ''متحدہ مجلس عمل'' کا جھنڈا لے کر آپ لوگوں کے سامنے آئے ہیں۔ ہم نے کبھی لوٹ کھسوٹ میں حصہ نہیں لیا۔ اب وقت آگیا ہے۔ کہ آپ ان بے دین لٹیروں کے وعدوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے۔ ہمارا ساتھ دیں۔ ہمیں اپنے اعتماد کی قوت مہیا کریں۔ ملک دشمن سکولر اور امریکہ نواز لیڈروں کو شکست دیں۔ لوگو! ہم طوفانوں میں گھرے ہوئے ہیں ان طوفانوں نے صرف ہمیں ہی سرگرداں نہیں کیا۔ بلکہ چودہ کروڑ عوام کو ہلکان کر کے رکھ دیا ہے۔ پوری قوم کو بے جان کر دیا ہے۔ اگر آپ مل کر ہمارے کاروان میں شامل ہو جائیں۔ تو نظام مصطفیٰ کا پرچم لہرانے لگے گا اور قوم کی تقدیر بدل جائے گی۔ ہاں۔

ع ہم تم کو محل بنا دیں گے

....

پاکستان کے دردمند لوگو! ملک کے یتیم نواز انسانو! ہم وہ لوگ ہیں جو اپنی جمعیتوں سے کٹ کٹ کر اپنی اپنی جمعیتوں کے پرچم لے کر سامنے آرہے ہیں۔ ہم علماء کرام ہیں، ہم علماء دین ہیں۔ ہم اپنے سابقہ راہنماؤں اور ان کی جمعیتوں سے کٹ کر تمھارے پاس آئے ہیں۔ آپ ہم جیسے غریب الدیار دینی لیڈروں اور یتیم سیاستدانوں کا ساتھ دیں۔ ہماری کوئی چیز آپ لوگوں سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ ہم نیک لوگ ہیں۔ بھلے لوگ ہیں۔ محراب و منبر میں کھڑے ہونے والے لوگ ہیں۔ آپ ہمیں جانتے ہیں ہم نے کبھی کسی کو دھوکہ نہیں دیا۔ صرف اللہ اللہ کیا ہے۔ اور ہاں آج ہم دین کا جھنڈا لے کر آگے بڑھے ہیں۔ ہم سابقہ دینی راہنماؤں کے ساتھ نہیں چل سکتے تھے۔ ہمارا ایک ایک فرد خود دینی راہنما ہے۔ ہم دوسروں کی قیادت کی

Marfat.com

روحانیت کے چشمے گدلانے لگے' فکری اور نظریاتی زاویئے بدلنے لگے' ایک عرصہ تک یہ کھیل کھیلا گیا۔ انتخابات قصہ پارینہ ہو کر رہ گئے۔ پارلیمانی نظام' حکومتی شورائی نظام میں بدل گیا' سیاسی اور دینی تحریکوں کے مقابلے میں لسانی اور علاقائی گروہوں کو ابھارا جانے لگا' چھوٹے چھوٹے مذہبی فرقے آگے بڑھے' دہشت گردی کی تربیت دینے لگے' دولت اور زر پرستی کے راہیں کھل گئیں' ہر اخلاق باختہ روپے بانٹتا گیا اور ایوان پارلیمنٹ میں براجمان ہوتا گیا۔ اس مقدس ایوان میں بیٹھ کر لوٹ و کھسوٹ کے قانون بنائے جانے لگے۔ دولت' پیسہ اور زرپرستی' آئین سازی اور قانون سازی کے اختیارات کی مالک بن گئی۔

مارشل لا ختم ہوا' فوجی نظام کی سیاہیاں چھٹیں' آمرانہ قوانین کے دفتر بند ہوئے تو پھر وہی جمہوریت! ' جمہوریت! ' لوٹ! ' لوٹ!

"پائے استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب!"

کا نظارہ سامنے تھا۔ انتخابات کے نام پر وہی لوٹ کھسوٹ اور وہی شب و روز۔ اتنا سفر کرنے کے باوجود' اتنے مصائب برداشت کرنے کے باوجود' سنی قائدین کے سامنے وہی بے آب و گیاہ بیابان تھا جس میں سفر کرتے انہیں چالیس سال سے بھی زیادہ عرصہ گزر چکا تھا۔ ان میں اتفاق تھا' اتحاد تھا' یکجہتی تھی' مگر اب یہ قافلہ انتشار کا شکار ہو چکا تھا۔ بے اتفاقی کے طوفانوں سے دوچار تھا' نفرت اور نخوت کی مثال تھا' ٹکڑوں ٹکڑوں میں بٹ گیا تھا اور ہر سنی عالم دین " قائد " بن کر اپنے اپنے نام لیواؤں کے لئے علیحدہ علیحدہ ٹولیوں میں کھڑا تھا۔ کچھ مارشل لا کے عطا کردہ انعام و اکرام میں دب گئے' کچھ زکوٰۃ و صدقات کی نذر ہو گئے۔ ان پر ایک اور کاری ضرب لگی جب ایک انتخابی مہم میں ان کی ایک مضبوط سیاسی جماعت کے قائدین کو دولخت کر دیا گیا۔ یہ سنی قائدین اگرچہ بڑے جاندار تھے' بڑے مضبوط تھے' بڑے بے لوث تھے مگر دولخت ہونے کے بعد اپنے اپنے ساتھیوں کو لے کر علیحدہ علیحدہ کیمپوں میں جا بیٹھے۔

سیاسی جماعتوں سے مقابلہ کرنے کی بجائے یہ سنی راہنما اپنی بقا کی جنگ لڑنے

Marfat.com

بجائے اپنی اپنی قیادت کا اعلان کرتے ہیں۔ ہماری جمعیتیں دیکھیں۔ ہماری جماعتیں دیکھیں۔ ہم ایک کی بجائے بیس جمعیتیں لے کر آپ کے سامنے آئے ہیں۔ آپ ہمارے چہرے دیکھیں۔ آپ ہمارے جھنڈے دیکھیں۔ آپ ہمارے اعلان سنیں۔ آپ ہمارے نعرے دیکھیں۔ ہم نے کبھی کسی سے غداری نہیں کی۔ آج ہم علیحدہ علیحدہ ہیں مگر آپ کے سامنے ایک ہیں۔ نیک ہیں۔ اگر آپ ہمیں بھاری اکثریت سے کامیاب کر دیں گے تو۔

ہم تم کو محل بنا دیں گے

....

یہ ملک کی ان سیاسی جماعتوں کے اعلان تھے جو اپنے اپنے علم اٹھائے میدان انتخاب کی طرف آگے بڑھ رہی ہیں۔ مگر تین سال سے جو آمریت پاکستان کے اقتدار پر براجمان ہے۔ اس نے بھی ''جمہوریت'' میں اپنا مقام بنانا ہے۔ لوگو تم نے ہمیں تین سال تک دیکھا ہے ہم غیر سیاسی لوگ ہیں۔ نہ کسی سے دھوکہ کیا نہ کسی کو فریب دیا۔ ہم نے لٹیروں، چوروں، دہشت گردوں کو مار مار کر ملک سے باہر کر دیا ہے۔ اس ''صفائی'' کا ہمیں کریڈٹ ملنا چاہیے۔ ملکی خزانے لوٹنے والے ملک سے باہر چلے گئے ہیں۔ اب ہمارا خزانہ بھر گیا ہے۔ ڈالر جمع ہو گئے ہیں۔ ہماری سرکاری رپورٹیں دیکھو۔ ہمارے پاس غیر ملکی سرمایہ قطار در قطار آرہا ہے۔ اور ہم سابقہ حکومتوں کے قرضے لوٹا رہے ہیں۔ بنکوں کے ''ہارڈ سیف'' بھر رہے ہیں۔ نہ لوٹ نہ کھسوٹ نہ قرضہ نہ ''معافی نامہ'' ہاں ذرا ضروریات زندگی مہنگی ہو گئی ہیں۔ ہمارے اقتصادی اور معاشی ادارے پھل پھول رہے ہیں۔ ہم نے اپنے اقتصادی اور ''معاشی تسلسل'' کو قائم رکھنا ہے۔ اگر چہ ان معاشی اور اقتصادی مقاصد کے ثمرات ابھی تک عوام تک نہیں پہنچنے پائے۔ مگر آپ دیکھیں گے کہ ہمارے منصوبے دس سال کے بعد ایسے ثمرات لائیں گے۔ کہ چودہ کروڑ عوام حیران رہ جائیں۔ اب ہم جمہوری دور کا آغاز کر رہے ہیں۔ آمریت کو خیر آباد کہہ رہے ہیں۔ مستقبل میں جمہوریت کے میدان میں ہم وہ کارنامے سرانجام دیں گے۔ کہ پچھلے تین سالہ دور کو لوگ بھول جائیں گے۔ پھر آج دنیا کی سپر پاور امریکہ ہمارے ساتھ کھڑی ہے۔ اس کے وعدے ہماری راہنمائی کر رہے ہیں۔ وہ ہمیں اتنی امداد دے گا کہ سابقہ حکومتوں کے تمام قرضے بے باق ہو جائیں گے۔ لوگو! اگر چہ ہم فقیروں کی طرح ووٹ نہیں مانگا کرتے ووٹ خود بخود ہمارے بکسوں میں آجاتے ہیں۔ ہماری ہم خیال سیاسی جماعتیں ہمارے سائبان کے سائے میں آجاتی ہیں۔ مگر ''جمہوریت'' کی روایت ہے کہ لوگوں سے ووٹ مانگے جائیں۔ ہم روایت کو برقرار رکھتے ہوئے۔ آپ سے ووٹ مانگتے ہیں۔ آپ لوگ ہمیں بھاری اکثریت سے کامیاب بنائیں۔ ہمارے وزیر، گورنر، جرنیل اور کچھ ساتھی میدان انتخاب میں نکلے ہیں۔ انھیں کامیاب بنائیں۔ اور پھر دیکھیں کہ ہم آپ کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔

Marfat.com

لگے۔ یہ اس قدر کمزور ہو گئے کہ انہیں اپنے گھر کی بجائے اقتدار کے محلات کی دیواروں کے سایہ میں ٹھہرنا پڑا۔ اقتدار کی کرسیوں پر بیٹھنے والوں نے جب علماء کرام کو اپنے دروازوں پر کھڑے دیکھا تو انہیں بری طرح استعمال کرنے لگے۔ کبھی بٹھایا' کبھی اٹھایا' کبھی لڑایا' کبھی دوڑایا' کبھی انعام کا وعدہ کیا' کبھی منصب کی جھلک دکھائی' اس طرح حکمرانوں کی ساحری نے اتنی عظیم سنی قوت کو ٹکڑوں میں تقسیم کر کے اپنے ٹکڑوں پر لگا لیا۔

" رو لے اے دل کھول کر بادیدہ خونابہ بار!"

اب سینوں کا یہ عالم ہے کہ ان کا ہر ٹکڑا پھر کئی کئی ٹکڑوں میں بٹنے لگا ہے۔ یہ بٹے ہوئے ٹکڑے بکھر بکھر کر ایک دوسرے سے الجھنے لگے ہیں۔ یہ الجھنے والے ائے دن ایک دوسرے پر الزام تراشیاں کرنے لگے ہیں۔ یہ الزام تراشیاں بے سروپا ہوتی ہیں مگر ان الزام تراشیوں سے قائدین کی شخصیتیں مجروح ہوتی گئیں اور اس طرح ایک عظیم قافلہ بکھر گیا۔ ایک سرسبز باغ اجڑ گیا' ایک شاندار ماضی والی جماعت ختم ہو گئی اور اب اس کی داستان داستانوں میں ہی سننے کو ملتی ہے"۔

میں اپنی داستان سناتا گیا' خون کے آنسو بہاتا گیا اور برطانیہ سے آئے ہوئے دوست کو رلاتا گیا۔ اس نے سر اٹھایا' مجھے دیکھا' اس کی آنکھوں میں آنسو تھے' اس نے دور گنبد خضرا کو دیکھا تو پکار اٹھا ۔

" اے خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تری آکے عجب وقت بنا ہے!

میں نے اسے مزید بتایا کہ اب تو ہماری جمعیت العلماء پاکستان کے تین ٹکڑے ہو گئے ہیں۔ ہماری جماعت اہلسنت جلسے کرنے کے قابل نہیں رہی۔ اب تو ہمارے سنی علماء ایک مسئلہ پر اجتماعی رائے بھی نہیں دے سکتے۔ ایک بیمار ہوتا ہے' دوسرا بیمار پرسی کو نہیں آتا۔ ایک مصیبت میں ہوتا ہے' دوسرا پوچھنے کو نہیں آتا۔ ایک پر حملہ ہوتا

Marfat.com

لوگو! ہمارے ''جمہوری نمائندوں'' کو ووٹ دو۔ ہمارے مستعفی وزیروں کو ووٹ دو۔ ہمارے وفا دار گورنروں کو ووٹ دو، ہمارے سابقہ وزیروں کو منتخب کرو۔ وہ ہماری پالیسیوں کا تسلسل قائم رکھیں گے۔ سابقہ تین سالوں کے تمام ریکارڈ توڑ دیں گے۔ ہم نے پاکستان کو جمہوریت کا گہوارہ بنانا ہے۔ اور سابقہ لیڈروں کو ملک میں گھسنے نہیں دینا یہ بد دیانت لیڈر، یہ قرضہ لے کر ڈکار جانے والے راہنما، یہ خزانہ لوٹ کر بھاگ جانے والے سیاست دان آپ کے ہمدرد نہیں ہو سکتے۔ آپ ہمارے ساتھیوں کو ووٹ دیں۔ پھر دیکھیں۔

ہم تم کو محل بنا دیں گے۔

ہم نے اوپر کے صفحات پر پاکستان کے سیاسی راہنماؤں کے اعلانات اور وعدوں پر روشنی ڈالی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سیاسی میدان میں انہی لوگوں سے رونق چمن ہے۔ اور انہی لوگوں نے زلفِ سیاست کو سنوارنا ہے۔ ہم بقول عرفان صدیقی کالم نویس نوائے وقت لاہور کے یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ جب چمن بندی ایک سلیقے اور قرینے سے ہو تو ہر کیاری میں الگ الگ رنگ و بو کے لالہ و گل اپنی بہار دکھاتے ہیں اور ہر ایک کو اپنی رعنائی و زیبائی پر فخر ہوتا ہے۔ ایسا اسی وقت ہوتا ہے جب گلشن کا کاروبار کسی نظم کسی ضبط اور کسی قاعدے کا پابند ہو۔ جب مختلف بیل بوٹے بے ہنگم طریقے سے نکل آتے ہیں اور ساون بھادوں کی رت کی طرح درو دیوار سے بھی سبزہ اگنے لگتا ہے تو سب کچھ آپس میں گتھم گتھا ہو جاتا ہے نہ کوئی کیاری دکھائی دیتی ہے نہ روش، ایک دوسرے سے لپٹی بیلیں اور اجنبی شاخوں سے گلے ملتی ٹہنیاں چمن کو خودرو جنگل بنا دیتی ہیں۔ جھاڑ جھنکاڑ کے اس انبار میں نہ کسی پھول میں اپنا رنگ باقی رہتا ہے نہ خوشبو،

کچھ ایسا ہی سماں آج کل گلشن سیاست کا ہے۔ 129 جماعتوں نے الیکشن کمشن سے رجوع کیا۔ چند ایک فنی خرابیوں کی وجہ سے مردود قرار پائی ہیں۔ مگر تمام کو انتخابی نشان الاٹ ہو گئے ہیں۔ کچھ ان نشانات کو اپنے اعزازات کے توشہ خانے میں ڈال کر مطمئن ہو جائیں گے۔ ڈیڑھ دو درجن عملاً میدان میں رہ جائیں گی۔ بعض ایسی جماعتیں ہیں جو ایک دوسرے کو گلے لگانے کے لیے دن رات دوڑ دھوپ میں مصروف ہیں۔ ان جماعتوں کے پاس کھڑے کرنے کے لیے گریجویٹ امیدوار بھی نہیں ہیں۔ مگر ہر ایک کہتی ہے مجھے زیادہ سے زیادہ سیٹیں دی جائیں۔ اس بار اندازہ نہیں ہو رہا کہ پارٹیوں کا ناک نقشہ کیا ہے۔ چہرے ہیں کہ منحوس لگنے کے باوجود پہچانے نہیں جاتے کئی ایک نے بالوں کا سٹائل بدل دیا ہے کئی ایک نے پلاسٹک سرجری کرا لی۔ کچھ نے نام تبدیل کر لیا۔ کچھ نے حلیہ بدل لیا۔ عوام میں اچھی خاصی جڑیں رکھنے والی جماعتوں کے بھی ہاتھ پاؤں پھول گئے ہیں۔ سب اپنی قوتِ بازوں پر بھروسہ کرنے کی بجائے الائنس کی راہیں تلاش کر رہی ہیں اپنا اپنا دستور اپنا اپنا منشور اپنا اپنا پروگرام اور اپنا اپنا تصور حکمرانی رکھنے والوں کو کچھ معلوم نہیں کہ وہ کس دہلیز پر کھڑے کس دروازے پر دستک دے رہے ہیں۔ سیاسی تجزیے، مبصرین کے جائزے، قیاس آرائیاں، خبریں

Marfat.com

ہے' دوسرا اظہار افسوس بھی نہیں کرتا۔ علماء کرام کو چھوڑ کر مشائخ کرام' صاجزادگان' پیرزادگان کی بات کروں تو رونا آتا ہے۔

" گلہ وفائے جفا نما جو حرم کو اہل حرم سے ہے
جو میں بت کدے میں بیاں کروں تو کہے صنم بھی ہری ہری "

میرے دوست نے بتایا کہ پاکستان کے اکثر واعظ' پیرزادے' مدارس کے ناظمین ہمارے پاس برطانیہ آتے ہیں' ہر سال آتے ہیں بلکہ اب تو سال میں کئی کئی بار آتے ہیں۔ اپنا اپنا "نصیب" اپنا اپنا " مقدر " سمیٹ کر چلے جاتے ہیں۔ نہ ان کے آنے کا کوئی مقصد ہوتا ہے نہ ان کے واپس جانے کا کسی کو غم۔ میں نے اسے روکا اور ایسے "بزرگوں " کی ولایتی آمدنی کے اثرات پر ایک نظر ڈالی' پھر ان کی اولادوں پر ہونے والے معاشرتی اثرات پر گفتگو کی تو وہ کانپ گیا اور مایوسی کے عالم میں آسمانوں کی طرف دیکھنے لگا۔

ہم اٹھے دوبارہ مسجد قبا میں آگئے' ہم دونوں افسردہ خاطر تھے' دونوں دل فگار تھے' دونوں دل گیر تھے' دونوں شکستہ دل تھے' اس نے مجھے نفل پڑھنے کے لئے وہاں کھڑا کیا جس مقام پر میرے نبی رحمت ﷺ کی ڈاچی پہلے دن آکر کھڑی ہوئی تھی' وہ میرے پہلو میں کھڑا ہو گیا' نوافل ادا کئے' دعا کے لئے ہاتھ اٹھے' اے ہمارے مولا! تو نے اپنے محبوب ﷺ کو یہاں لا کر ساری دنیا کے دلوں کو ٹھنڈا کر دیا تھا۔ سارے عرب میں دین کی روشنیاں پھیلائی تھیں' سارے عربوں کے دلوں سے کدورت نکال کر یکجان کر دیا تھا' خون کے پیاسوں کو شیر و شکر بنا دیا تھا' جان کے دشمنوں کو رحماء بینھم بنا دیا تھا' کیا آج تیری رحمت پاکستان کے سنی علماء کو اتحاد و یگانگت نہیں دے سکتی؟ کیا آج تیری رحمت پیروں اور سجادہ نشینوں کو ایک نہیں کر سکتی؟ تو رحم فرما' ان سب کو ایک کر دے' ان کے دلوں کو ایک کر دے' ان کی راہیں ایک کر دے' ان کی رعونت اور نخوت کو محبت میں بدل دے' آج دنیائے اسلام مشکلات میں گھری ہوئی ہے اسے

Marfat.com

اور تصویریں عجب کہانیاں کہہ رہی ہیں۔ ان کہانیوں میں کوئی باہمی ربط اور تعلق دکھائی نہیں دیتا۔ ہمارے علم میں ابھی تک ایسی کوئی جماعت نہیں آئی۔ جس کے متعلق ہم دعوے سے کہہ سکیں کہ یہ کامیاب ہو کر ابھرے گی۔ اور اکثریت لے کر اسمبلیوں میں جائے گی۔

ہمیں ایک اعزاز حاصل ہے کہ ملک کے صدر محترم، چیف ایگزیکٹو، آرمی چیف آف سٹاف کے علاوہ سب راہنماؤں سے نیاز مندی ہے۔ ہر ایک راہنما اور لیڈر کے ساتھ قربت نہیں تو چائے کی پیالی پینے کا شرف حاصل ہے۔ ظاہر ہے کہ ہم پیالگی کو بڑا مقام دیا جاتا ہے۔ ہماری یہ دلی تمنا ہے کہ ان جماعتوں کے سارے راہنما جھنڈے اٹھائے ہوئے اسمبلیوں میں پہنچیں اور ہم اپنے دوستوں میں کہہ سکیں کہ ''شاہ سوار'' ہم بھی ہیں۔

....

سراج العارفین، شہباز طریقت، شارح مکتوبات امام ربانی

شیخ طریقت حضرت علامہ ابوالبیان پیر محمد سعید احمد مجددی قدس سرہ العزیز نقشبندی قادری چشتی شاذلی اویسی

ختم چہلم شریف

ملک کے نامور علماء کرام، مشائخ عظام قراء و نعت خوان حضرات شرکت فرمائیں گے

بتاریخ

22 ستمبر بروز اتوار

صبح 9 بجے تا نماز ظہر

بمقام

مرکزی جامع مسجد نقشبندیہ

B-121 ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

ایصال ثواب کیلئے زیادہ سے زیادہ تعداد میں ختمات قرآن مجید، کلمہ طیبہ، درود شریف اور استغفار کے علاوہ دیگر اوراد و وظائف پڑھ کر ہمراہ لائیں

الداعی الی الخیر

جانشین ابوالبیان

صاحبزادہ محمد رفیق احمد مجددی

امیر اعلیٰ

عالمی ادارہ تنظیم الاسلام

Marfat.com

یگانگت کی ضرورت ہے' پاکستان کے علمائے اہلسنّت کو بھی یگانگت عطا فرما۔ ان کی دلوں کی کدورت دور فرما تاکہ یہ پھر یکجان ہو جائیں۔ یہ پھر ایک مقصد کے لئے اکٹھے ہو جائیں۔ مسجد قباء کی فضاؤں کا صدقہ' مسجد قبا کے در و دیوار کا صدقہ' مسجد قبا میں پہلا قدم رکھنے والی سرکار ﷺ کا صدقہ ہم پر رحم فرما۔

یارسول اللہ انظر حالنا
یا حبیب اللہ اسمع قالنا
اننا فی بحرھم مغرق
خذیدی سھلنا اثقالنا

کاروان علم و فضل کی عالم بقا کو روانگی

پچھلے دو ماہ کے دوران پاکستان کے سنی علمائے کرام یکے بعد دیگرے موت کی وادی میں گم ہوتے گئے۔ "موت سے کس کو رستگاری ہے" مگر جس انداز سے موت کا ریلہ قد آور اہل علم و فضل کو بہا لے گیا ہے اس سے عقل و فکر مبہوت ہو کر رہ گئی۔ تھوڑے ہی دنوں میں جس تعداد سے یہ سنی علمائے کرام ملک بقا کو روانہ ہوئے اس سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ علم و فضل کا ایک کارواں ہے جو موت کی وادی میں گم ہو رہا ہو۔ "موت العالم موت العالم" "ایک عالم کی موت ایک جہان کی موت ہوتی ہے" مگر جب کئی علماء موت کی وادی میں قدم رکھیں تو کئی جہانوں کی موت سامنے آتی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ط

عید الاضحیٰ ۱۴۱۸ھ کی صبح یہ المناک خبر لے کر آئی کہ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ پیر صاحب علم و فضل کا ایک آفتاب جہان تاب

"مرکزی مجلس رضا لاہور" ان تمام معاونین کا شکریہ ادا کرتی ہے جنہوں نے خوبصورت کتاب "تحفہ درود شریف" چھپوانے میں تعاون کیا ہے اور ان حضرات کو مفت تقسیم کرنے کا موقعہ دیا جو درود پاک سے محبت رکھتے ہیں۔

Marfat.com

اقبال کا مردِ مومن اور اعلیٰحضرت فاضل بریلوی کا عاشق

عالم اسلام کی ایٹمی قوت کے علمبردار

عبدالقدیر خاں

از: سعید بدر صاحب قادری

یہ امر باعث مسرت ہے کہ "ادارہ تحقیقات امام رضا" حسب سابق امسال بھی برصغیر پاک و ہند کے بلند پایہ دینی رہنما اور مفکر اسلام اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ کے یوم وصال پر کانفرنس کا اہتمام کر رہا ہے جس میں عالم اسلام کے اسکالرز، علماء اور مفکرین ان کی زندگی اور تعلیمات پر روشنی ڈالیں گے۔

آج سے سو سال قبل جب انگریز ہندوؤں کے ساتھ ساز باز کر کے ہند کی معیشت پر قابض ہوئے تو مسلمانوں کے تشخص اور تعلیمی نظام کو زبردست دھچکا لگا۔ استعماری طاقتوں کے مذموم عزائم کی بدولت مذہبی قدریں زوال پذیر ہونے لگی تھیں۔ اس پر آشوب دور میں اللہ رب العزت نے برصغیر کے مسلمانوں کو امام احمد رضا جیسی باصلاحیت اور مدبرانہ قیادت سے نوازا کہ جن کی تصانیف، تالیفات اور تبلیغی کاوشوں نے شکست خوردہ قوم میں ایک فکری انقلاب بپا کر دیا۔ امام صاحب کی شخصیت جذبہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لبریز تھی آپ کی ساری زندگی کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ آپ کی ذات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وفا شعاری کا نشان مجسم تھی۔

آپ کی ہمہ جہت شخصیت کا ایک اہم پہلو سائنس سے شناسائی بھی ہے سورج کو حرکت پذیر اور محو گردش ثابت کرنے کے ضمن میں آپ کے دلائل بڑے اہمیت کے حامل ہیں۔ آج جبکہ دوسری طرف ہمارا دشمن ہمیں تباہ و برباد کرنے کی گھات میں بیٹھا ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں امام صاحب کی تعلیمات سے بہرہ ور ہو کر ہم آج بھی ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن سکتے ہیں۔

مجھے امید ہے کہ آپ کا ادارہ امام احمد رضا بریلوی کی تعلیمات کو عام کرتے وقت ملی یکجہتی اور مذہبی رواداری کے جذبے کو بھی فروغ دے گا تا کہ ملک عزیز میں قومی اتحاد اور ہم آہنگی کی فضا قائم ہو۔

ڈاکٹر عبدالقدیر خاں (نشانِ امتیاز)

اے کیو خان ریسرچ لیبارٹریز کہوٹہ

Marfat.com

تھے جس کی ضیاؤں نے عالم اسلام کو روشن کیا تھا۔ وہ ہمیں "ضیاء القرآن" دے کر گئے "ضیاء النبی" دے کر گئے۔ وہ ہمیں دارالعلوم محمدیہ بھیرہ شریف دے کر گئے' وہ ہمیں "ضیاء القرآن پبلی کیشنز" دے کر گئے' وہ ہمیں "ضیائے حرم" دے کر گئے' وہ علامہ علوم کتاب حدیث تھے' وہ فہامہ فہوم' اصول و فروع تھے۔

نطقش چہ خوش زبان وخوش الحان وخوش بیان
ذہنش چہ نکتہ سنج و سخن فہم و نکتہ بین

حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری بھیروی سلطان العارفین پیر محمد شاہ ہاشمی بھیروی کے قابل فخر فرزند ارجمند تھے۔ ۲۱ رمضان ۱۹۱۸ء کو بھیرہ ضلع شاہ پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مولانا محمد قاسم بالا کوٹی سے حاصل کی فلسفہ و منطق کی فنی کتابیں حضرت مولانا محمد دین موضع بدھوی ضلع کیمل پور سے پڑھیں۔ مولانا غلام محمود پیلاں میانوالی سے ادب' فقہ اور ریاضی کا مطالعہ کیا۔ مولانا غلام محمود ان دنوں بھیرہ کے جامعہ محمدیہ غوثیہ میں پڑھاتے تھے۔ ۱۹۴۳ء میں بی ۔ اے کیا سند حدیث جامعہ نعیمیہ مراد آباد سے صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی سے حاصل کی۔ ۱۹۵۱ء میں جامعہ ازہر مصر میں داخلہ لیا۔ تین سال تک مصر کی اس فقید المثال یونیورسٹی میں امتیازی حیثیت سے کامیابیاں حاصل کرتے رہے۔ ۱۹۵۴ء میں درجہ تخصیص میں سند حاصل کرکے وطن لوٹے اور اپنے مدرسہ میں سلسلہ تعلیم و تدریس جاری کیا۔ خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ خلافت واجازت حاصل کی پھر خواجہ قمرالدین سیالوی سے اجازت و خلافت حاصل کی آپ نے تفسیر "ضیاء القرآن" لکھ کر دنیائے علم میں اپنی شہرت کا سکہ جما لیا۔ "سنت خیرالانام" نے اپنی مقبولیت پر خراج تحسین حاصل کیا۔ ضیائے حرم (ماہنامہ) اعلیٰ معیار پر نکال کر دنیاء صحافت میں ایک معیار قائم کیا۔ اس ماہنامے نے جہاں اپنے بلند پایہ مضامین سے قارئین کو متاثر کیا وہاں آپ کے ادارتی نوٹ "سردلبراں" نے اہل علم سے خراج

Marfat.com

اخبارات وجرائد میں ڈاکٹر عبدالقدیر خاں کا ذکر پڑھتا اوران کے کارناموں پر نگاہ جاتی تو میری زبان پر بے اختیار علامہ اقبال کے وہ اشعار آجاتے جواس نے مردمومن کی شان میں کہے ہیں۔انہیں گنگنانے لگتا اور خوب لطف اندوز ہوتا کبھی خوشی کے اور کبھی غم کے آنسو آنکھوں میں آجاتے۔ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کی خواہش دل میں انگڑائیاں لینے لگتی۔لیکن اپنی کم مائیگی اور بے بضاعتی آڑے آجاتی اور یہ خواہش مایوسی کے اندھیروں میں ڈوب جاتی۔

بھارت کے مقابلے میں آبادی، وسائل وذرائع اور رقبہ کے اعتبار سے پاکستان کہیں چھوٹا ملک ہے۔ بھارت کا مقابلہ کرنا مینڈک اور ہاتھی کا مقابلہ دکھائی دیتا تھا۔جب روس نے اسے بار بار اسلحہ کے انبار دے کر اور مغربی ممالک نے جدید ترین گولہ بارود، میزائل، بھاری پانی اوراعلیٰ درجہ کے کمپیوٹر دے کرایٹمی قوت کے راستہ پر چلادیا تو ہمیں اپنی کمزوری کا مزید احساس دامن گیر ہوا۔مغربی وروسی اسلحہ کے بل بوتے پر جب اس نے 1971ء میں پاکستان کو دولخت کر دیا تو کم مائیگی کا احساس مزید اجاگر ہوااور آخر جب 1974ء میں اس نے ایٹمی دھماکہ کر دیا تو اہل پاکستان کی پریشانی بڑھ گئی۔

انہی مایوسیوں اوراندھیروں کے باوجود ہالینڈ میں امید کا ایک ستارا چمکا جس نے یورینیم کوافزودہ کرنے کا عمل مکمل کرلیا۔اس نے مشکل فارمولا سینٹری فیوگل چنا اور کامیابی نے اس کے قدم چومے،اس نے اپنی خودی کو جلا دی، اپنی تخلیقی صلاحیت کو عمل کی قوت میں بدل دیا۔علامہ اقبال کے قول کے مطابق اس نے نامساعد دنیا سے موافقت کرنے کی بجائے نئی دنیا کی تعمیر شروع کر دی۔اس نے خودداری کا ثبوت دیا اور وہ پختہ کار بن کر میدان عمل میں نکل آیا اس نے پاکستان کے ناموافق حالات کوسازگار بنانے کے لیے جنگ کا فیصلہ کرلیا۔اس نے کائنات کی بنیاد کھود ڈالی اور ''ایٹم'' کے ذرات کوترتیب نو دینا شروع کر دی جس سے اس نے جہان نوتعمیر کرنے کا جرات مندانہ فیصلہ کیا۔اس کے سینے میں قلب سلیم تھا۔وہ 1971ء کی جنگ میں پاکستانی افواج کے ہتھیار ڈالنے کا عمل دیکھ کر پھوٹ پھوٹ کررو دیا، کیونکہ اس کے اندر دردمند دل دھڑک رہا تھا۔جو پاکستان کے چودہ کروڑ لوگوں ہی کے لیے نہیں، پوری ملت اسلامیہ کے لیے اشکبار تھا۔اس نے ملت کی غمگساری کا فیصلہ کیا اور ''مہمات عظیم'' کوسر کرلیا۔

لوگ اسے ''محسن پاکستان'' کا خطاب دیتے ہیں،کوئی جوش میں آکر ''محافظ پاکستان'' کہتا ہے تو کوئی ''سالار پاکستان'' کا لقب دیتا ہے۔لیکن راقم کے خیال میں وہ حکیم الامت کا وہ ''انسان'' ہے جس کا انھوں نے اپنے کلام میں مختلف ''ناموں'' سے ذکر کیا ہے،کبھی وہ اسے ''شاہین'' کے نام سے یاد کرتے ہیں،کبھی ''بوتراب'' کی ترکیب استعمال کرتے ہیں۔کبھی ''خالد'' کے روپ میں دیکھتے ہیں اور کبھی ''طارق'' کی شکل میں سامنے لاتے ہیں کبھی ''فاروق'' کا لقب دیتے ہیں اور کبھی ان سب کوملا کراس ہستی مطلوب کو''مومن'' کہہ

Marfat.com

تحسین حاصل کیا۔ آپ عالم با عمل ' باکمال مدرس اور صائب الرائے سیاستدان تھے۔ دنیائے سنیت کو آپ پر ناز ہے۔ راقم آپ کی نگاہ لطف و کرم کا مرہون منت رہا ہے۔ سجادہ نشین بھیرہ شریف میرے مکتبہ کی اشاعتی کوششوں سے متاثر ہو کر ملنے اور حوصلہ افزائی فرماتے۔ یہ میری حقیر کوششوں کا نتیجہ تھا کہ آپ نے اپنا مشہور رسالہ "ضیائے حرم" گنج بخش روڈ لاہور سے نکالنا شروع کیا اور مجھے مضامین لکھنے کی سعادت سے بھی نوازا۔ یہ رسالہ سینوں کے لئے باعث صد افتخار بن کر آج بھی زیور اشاعت سے مزین ہو رہا ہے۔ پیر صاحب کا اداریہ سردلبراں جان رسالہ ہوتا اور میں رسالہ صرف سردلبراں کے لئے پڑھتا۔

پاکستان کی سب سے بڑی عدالت کے جسٹس تھے مگر اس منصب کے باوجود ان کی انکساری مثالی تھی۔ انہوں نے کئی بلند و بالا حکومتی مناصب پائے مگر یہ مناصب اور علمی اعزاز ان کے علمی اور روحانی سفر میں زنجیر پا نہ بن سکے اور وہ اپنے مقاصد کے حصول میں ایک لحہ کے لئے بھی غافل نہیں ہوئے۔ آج وہ برملا یہ کہتے ہوئے ہم سے جدا ہوئے ہیں۔

"شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم!"

اللہ تعالیٰ نے آپ سے بڑا کام لیا۔ ساری زندگی علم و عرفان کی آبیاری میں گذری۔ آپ کے جسم خاکی کو آپ کے خانقاہی قبرستان بھیرہ میں آپ کے والد کے مزار کے پہلو میں سپرد مرقد کیا گیا............☆

مفتی محمد حسین نعیمی رحمتہ اللہ علیہ بانی جامعہ نعیمیہ لاہور نے سولہ مارچ ۹۸ء کو داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ جامعہ نعیمیہ کے بانی اور دارالعلوم سراجیہ (برائے مستورات) کے نگران اعلیٰ تھے۔ مفتی محمد حسین نعیمی رحمتہ اللہ علیہ کی رحلت نے دنیائے اہلسنت کا ایک عظیم عالم دین' ماہر تعلیم دینیہ بلند پایہ منتظم' صاحب بصیرت دینی اور سیاسی راہنما چھین لیا۔ آپ کی رحلت اتنا بڑا علمی نقصان ہے جس کی تلافی صدیوں تک نہیں ہو سکے گی۔

Marfat.com

دیتے ہیں۔ ایک جگہ ''شہسوار'' کہہ کر بھی یاد کیا ہے۔ راقم کے نزدیک، قائداعظم محمد علی جناح کے بعد ڈاکٹر عبد القدیر خان ہی وہ ''مردمومن'' ہے جو علامہ اقبال کے تصور پر پورا اترتا ہے، وہ تمام ان صفات کا حامل ہے جو حکیم الامت کو مطلوب ہیں۔ علامہ کی طرح راقم کو بھی برسوں سے اسے ملنے کی خواہش تھی، اسے قریب سے دیکھنے کی تمنا تھی، اس کے ہاتھ چومنے کی سعادت حاصل کرنے کا بے پایاں شوق تھا۔

گزشتہ دنوں لاہور کے ایک موقر قومی اخبار میں خبر شائع ہوئی کہ ڈاکٹر عبدالقدیر خاں ''نظریہ پاکستان فاؤنڈیشن'' میں تشریف لا رہے ہیں۔ یہ خبر پڑھ کر بڑی خوشی ہوئی اور سخت گرمی اور حبس بے جا کے باوجود وہاں جانے کا ارادہ کرلیا۔ دل کی بیماری اور جان لیوا گرمی اور حبس بے جا روک رہی تھی۔ آخر ہمت کر کے وہاں پہنچ ہی گیا۔

ہال میں داخل ہوا تو سارا ہال بھر چکا تھا حالانکہ ابھی سوا چار بجے تھے۔ لوگ تو جلسوں میں گھنٹوں لیٹ آتے ہیں لیکن یہاں صورت حال مختلف تھی۔ دائیں جانب مڑا تو صحافی بھائیوں کی قطار میں ابھی ایک دو کرسیاں خالی تھیں یامین صدیقی صاحب نے آگے بڑھ کر وہاں بٹھایا۔ ہر شخص بے حد خوش وخرم تھا۔ سب کے چہروں پر مسرت وشادمانی کی لہروں کا اجتماع تھا۔ قریب ہی تشریف فرما شجاعت ہاشمی کو کوئی صاحب بتا رہے تھے کہ آج تلاوت میں سورہ الرحمٰن کی وہ آیات تلاوت کی جائیں جن میں ''الابسلطان'' کے الفاظ آتے ہیں۔ آیت کا مفہوم ہے۔

اے گروہ جن وانس! اگر تمھیں قدرت ہو تو آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ (اگر نکل سکتے ہو) اور سلطان یعنی زور اور طاقت کے بغیر تم نکل ہی نہیں سکتے''۔

ان صاحب کا خیال تھا کہ سائنس جدید نے آسمان اور زمین سے نکلنے کی طاقت بخش دی ہے۔

آخر کار وہ وقت آن پہنچا جس کا ہر کسی کو انتظار تھا۔ وہ ساعت سعید آگئی جس کی ہر آنکھ منتظر تھی۔ محترم مجید نظامی آگے بڑھے اور ڈاکٹر عبدالقدیر خاں کے گلے میں ہار ڈالے راستہ میں اور سیڑھیوں میں ڈاکٹر صاحب پر بچوں نے پھولوں کی پتیاں نچھاور کیں جن میں سے کچھ ابھی تک ڈاکٹر صاحب کے کندھوں اور سر پر چمک رہی تھیں۔

عبدالقدیر خان سٹیج پر پہنچے تو ہال میں موجود سب لوگ تالیاں بجانے لگے۔ حاضرین ان کی آمد پر ہی استقبال کے لیے کھڑے ہو چکے تھے۔ دیر تک تالیاں بجتی رہیں۔ یوں لگتا تھا کہ تالیاں بجتی ہی رہیں گی۔ لوگوں کی خوشی، بے تابی، بے قراری اور شادمانی دیدنی تھیں۔ بعض لوگوں کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو جھلملا رہے تھے۔ ہماری آنکھیں بھی بھیگ گئیں۔ مایہ ناز سائنس دان، فخر پاکستان، پاکستان کی عزت وآبرو کا محافظ، عالم اسلام کا پاسبان ہمارے سامنے تھا۔ چہرہ تھا کہ گویا شیر ببر سامنے آگیا ہو، ہر کوئی اپنے سینے کے اندر خفیہ بے

Marfat.com

نعیمی رحمتہ اللہ علیہ سے ہماری نیازمندی اس وقت سے ہے جب آپ "دارالعلوم نعمانیہ" لاہور کو خیرباد کہہ کر چوک دالگراں کی جامع مسجد میں مسند تدریس بچھا کر طلبائے علوم دینیہ کو دعوت تعلیم دینے لگے تھے۔ آپ نے اپنے استاد محترم صدرالافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی کے نام پر ایک تدریسی ادارہ جامعہ نعیمیہ قائم کیا اور بے سروسامانی کے عالم میں کام کرنے لگے۔ مولانا نعیمی مرحوم نے اپنے احباب میں سے ایک تدریسی ٹیم کا انتخاب کیا جو اعزازی طور پر جامعہ نعیمیہ کے ابتدائی دور میں حضرت مفتی صاحب کے ہمنوا بنے۔ ان دنوں مفتی صاحب تہی دست' بے نوا اور بے سروسامان تھے مگر آپ نے پورے عزم کے ساتھ اس کام کا آغاز کیا اور صبح سے شام تک طلباء کی تعلیم ہی نہیں ان کے خور و نوش اور رہائشی اخراجات کو پورا کرنے کے لئے بھی تگ و دو کرتے۔ بسا اوقات طلباء کے کھانے کے لئے کچھ نہ ہوتا تو گھر کی کوئی ضروری چیز بیچ کر کھانا تیار کراتے اور طلباء کو کھلاتے۔ آہستہ آہستہ بعض احباب نے مفتی صاحب کا ہاتھ بٹانا شروع کیا مگر یہ لوگ مستقل معاون نہیں تھے۔ وقتاً" فوقتاً" امداد کرتے جو "حق دہد مانند مرغاں روزیت" کے مصداق ہوتی۔ دو سال اسی کشمکش میں گذر گئے صبح سے شام اور شام سے صبح ہوتی مفتی صاحب اپنا سفر جاری رکھتے۔ دو سال کے بعد چوک دالگراں کے چند تاجروں نے ہاتھ بٹانا شروع کیا اور جامعہ کے طلباء کے خور و نوش میں مالی تعاون کرنے لگے۔

مفتی صاحب تدریسی مصروفیتوں کے ساتھ ساتھ مسجد دالگراں میں وقت کے بلند پایہ علماء کرام اور بلند گفتار خطیباں شہر کو دعوت تقریر و خطاب دیتے۔ اس طرح آپ کے طلباء' اساتذہ' احباب اور علاقہ کے عام رہائشی بھی دینی مسائل سے آگاہی حاصل کرنے لگے۔ درس و تدریس کے ساتھ ساتھ مفتی صاحب نے سیاسی و دینی راہنماؤں کے لئے بڑے بڑے اجلاس منعقد کرنے کا ایک سلسلہ شروع کیا اور چوک دالگران کی سڑکوں پر رات کے وقت بڑے بڑے جلسے ہوتے جس میں لاہور کے مختلف علاقوں سے سامعین چلے آتے۔

Marfat.com

پناہ ذوق وشوق اور جوش فراواں کا اظہار تالیوں سے کر رہا تھا۔ بڑی مشکل سے تالیوں کا زور ٹوٹا اور ان کی گونج بند ہوئی۔

شجاعت ہاشمی مائیک پر آئے۔ انھوں نے سٹیج پر موجود شخصیات کا تعارف نہایت عمدہ الفاظ میں کرایا اور انہیں خراج تحسین پیش کیا۔ ان حضرات میں ''نظریہ پاکستان فاؤنڈیشن'' کے چیرمین اور روزنامہ ''نوائے وقت'' کے چیف ایڈیٹر مجید نظامی صاحب، مہمان خصوصی، ڈاکٹر عبدالقدیر خاں، ''مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن'' کے صدر بزرگ ڈاکٹر ضیاء الاسلام، یونیورسٹی پنجاب کے سابق وائس چانسلر صاحبان، ڈاکٹر منیر الدین چغتائی اور ڈاکٹر رفیق احمد خاں، تحریک پاکستان ورکرز فاؤنڈیشن کے...... کرامت علی خاں اور سابق انسپکٹر جنرل پولیس چودھری سردار محمد صاحب شامل تھے۔ شجاعت نے کہا کہ ان سب حضرات میں سے ہر ایک کی شخصیت اپنی ذات میں ایک انجمن کا درجہ رکھتی ہے۔

شجاعت نے ''ابتداء ہوتی ہے تیرے نام سے'' کہہ کر جلسے کا آغاز کیا اور کہا کہ ''اگر ہم اسے کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو وہ ریزہ ریزہ ہو جاتا۔'' یہ کہہ کر انھوں نے تلاوت قرآن مجید کے لیے قاری عبدالماجد سے درخواست کی۔ قاری عبدالماجد نے ''سورہ الرحمٰن'' کی وہی آیات تلاوت کیں جن میں ''الا بسلطان'' کے الفاظ شامل ہیں۔ ان کے بعد شجاعت نے کہا۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہ ہو تو ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ یہ کہہ کر انھوں نے جناب اختر قریشی کو صدائے دلنواز دی۔ اختر قریشی صاحب خوش الحانی کے ساتھ نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پیش کی۔

مفلس زندگی اب نہ سمجھے کوئی مجھ کو عشق نبی کا ہے در مل گیا
جگمگائے نہ کیوں میرا عکس دروں مجھ کو عشق نبی ہے اگر مل گیا

ہمیں حیرانی ہوئی کہ نعت مبارک کے بعد، شجاعت ہاشمی نے محمد سرور نقشبندی کا نام پکارا کہ وہ کلام اقبال پڑھیں گے۔ سرور نقشبندی شیریں بیاں اور خوش الحان نوجوان ہیں جنھوں نے نعت خوانی میں کم عمری کے باوجود ایک مقام حاصل کر لیا ہے۔ سرور نقشبندی نے حکیم الامت علامہ اقبال کی کتاب بال جبریل سے وہ نظم سنائی جس کے چند اشعار یہ ہیں۔

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے جنہیں تو نے بخشا ہے ذوق خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
دو عالم سے بیگانہ کرتی ہے دل کو عجب چیز ہے لذت آشنائی

اس کے بعد اعلان ہوا کہ مہمان خصوصی اور ممدوح عالم اسلام کی خدمت میں اظہار عقیدت کے لیے

Marfat.com

ہم لوگ جمعہ کی نماز پڑھ کر مفتی صاحب کے پاس چوک دالگراں کی مسجد میں چلے آتے۔ آپ کے حجرے میں مشاورتی میٹنگ ہوتی' احباب سے ملاقات ہوتی' معاونین سے ملتے اور علماء کرام سے تعارف ہوتا۔ مفتی صاحب مرحوم کی محنت اور ریاضت سے جامعہ نعیمیہ کو وسعت ملتی گئی اور آپ کے روابط بڑھتے گئے حتیٰ کہ برانڈرتھ روڈ کے سنی تاجروں نے ایک بورڈ قائم کیا جو جامعہ نعیمیہ کے تمام اخراجات کی کفالت کی ذمہ داری اٹھاتا۔ اب مفتی صاحب کو کھل کر کام کرنے کا موقعہ مل گیا۔

حضرت مفتی محمد حسین جامعہ نعیمیہ لاہور کے بانی شیخ الحدیث اور مہتمم اور ممتاز سنی عالم دین تھے۔ وہ دینی علوم کی اشاعت کی عملی قوت کے ساتھ ساتھ سیاسیات حاضرہ پر گہری نگاہ رکھتے تھے۔ ۱۹۲۳ء میں سنبھل ضلع مراد آباد انڈیا میں پیدا ہوئے۔ والد مکرم ملا تفضل حسین مرحوم سنبھل کے ایک ممتاز تاجر تھے۔ جنہیں دین اور شعائر اسلام سے دلی محبت تھی۔ وہ اپنے بیٹے کو عالم دین اور مبلغ اسلام دیکھنے کے خواہاں تھے۔ ۱۹۳۳ء میں حضرت مولانا نعیمی جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں داخل ہوئے۔ دو سال میں فارسی کی کتابیں اور سات سال میں درس نظامی پر عبور حاصل کیا۔ جامعہ نعیمیہ میں ان دنوں آپ کے بہنوئی مولانا محمد یونس صاحب (جو حضرت صدر الافاضل کے وصال کے بعد جامعہ کے مہتمم اعلیٰ بنے) تدریس پر مقرر تھے۔ ان دنوں حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمتہ اللہ علیہ نے چند طلباء پر خصوصی توجہ دینے کے لئے چند ذہین طلباء کی ایک علیحدہ جماعت بنائی جس میں حضرت مفتی محمد حسین نعیمی کے علاوہ مولانا حافظ نذیر الاکرم (مبلغ اسلام افریقہ و یورپ)' مفتی حبیب اللہ صاحب' مولانا ریاض الحسن صاحب اور مخدوم معین الدین نعیمی (مدیر سواد اعظم لاہور) شامل تھے۔ صدر الافاضل کی زندگی کا یہ آخرین خصوصی حلقہ طلبا تھا۔ مفتی صاحب ۱۹۴۲ء میں سند فراغت لے کر میدان عمل میں نکلے۔ تعلیم کے دوران جن اساتذہ سے مفتی صاحب نے استفادہ کیا ان میں سے مولانا وصی احمد سہسرامی' مولانا

Marfat.com

بقیع (گلدستے) پیش کیے جائیں گے۔ مزدور رہنما، خورشید احمد، نے گلدستہ پیش کیا اور ''محسن پاکستان'' کے لقب سے یاد کیا۔ اس کے بعد ''انجمن حمایت اسلام'' کے نصیر احمد، پرائیویٹ سکول مینجمنٹ کے جناب ادیب جاودانی تحریک پاکستان ورکرز ٹرسٹ کے جناب کرامت علی خاں اور دیگر صاحبان نے اظہار عقیدت کے لیے ڈاکٹر عبدالقدیر کو گلدستے پیش کیے۔ ڈاکٹر صاحب گلدستے وصول کر رہے تھے اور ان کے چہرے سے تشکر اور خوشی وشادمانی کے فوارے پھوٹ رہے تھے۔ وہ سراپا انکسار تھے اور نہایت عاجزی سے سر جھکا کر گلدستہ وصول کرتے اور اس موقع پر سراپا احترام بن جاتے۔ اتنا بڑا آدمی اور اتنی عاجزی اور انکساری۔

شجاعت ہاشمی کی آواز پھر مائیک پر گونجی اور اعلان کیا کہ اب نظریہ پاکستان فاؤنڈیشن اور تحریک پاکستان ورکرز ٹرسٹ کے سیکرٹری جنرل پروفیسر رفیق احمد خان خطاب کریں گے۔

ڈاکٹر صاحب نے نظریہ پاکستان فاؤنڈیشن اور تحریک پاکستان ورکرز ٹرسٹ کا تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ دونوں نظریاتی اور فکری ادارے ہیں ڈاکٹر عبدالقدیر خاں نے پاکستان کے دفاعی حصار کو ناقابل تسخیر بنایا ہے تو ہم نظریاتی حصار کو ''ناقابل تسخیر'' بنا رہے تھے۔ ہم نے قائداعظم اور علامہ اقبال کے نظریات وافکار کو زندہ رکھنے، انہیں عام کرنے اور پھیلانے کا فرض سنبھال رکھا ہے۔ قوموں کا استحکام ''نظریات'' کی اساس پر ہوتا ہے۔ امریکہ جیسی سپر پاور بھی دعویٰ کرتی ہے کہ وہ انسانی حقوق اور آزادی وحریت کی چیمپئن ہے۔ ہماری نظریاتی اساس اسلام اور صرف اسلام ہے۔ چنانچہ ہمارے اداروں کی تمام سرگرمیاں اسی اساس پر مبنی ہیں اور اس کے محور کے گرد گھومتی ہیں۔ گزشتہ سال ہم نے قائداعظم کا سال منا کر ان کے افکار وخیالات کو پھیلایا اور فروغ دیا۔ اس سال ہم سال اقبال منا رہے ہیں اور ان کے نظریات خیالات اور افکار کی اشاعت کر رہے ہیں۔ اگلے سال ہم ''سال پاکستان'' منائیں گے۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ آزادی کی نعمت ہمیں قائداعظم نے لے کر دی اور ڈاکٹر عبدالقدیر خاں نے اسے مضبوط اور مستحکم کیا۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ بھارت کے مظلوم ومقہور مسلمانوں نے ہمارے لیے بے پناہ قربانیاں دیں اور ہمیں آزاد وطن لے کر دیا اس لیے ہمارا فرض ہے کہ ان کی مدد کریں۔ وہ خود غلام بن گئے لیکن ہمیں آزاد کرا دیا۔

شجاعت ہاشمی نے کہا ''پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے جس کی تاریخ پہلے لکھی گئی اور جغرافیہ بعد میں بنا۔''

اب قابل صد احترام منیر الدین چغتائی کو سٹیج پر آ کر اظہار خیال کی دعوت دی گئی۔ چغتائی صاحب بھی پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر رہے ہیں اور اہل درد میں سے ہیں۔ وہ ریٹائر ہو کر بھی ریٹائر نہیں ہوئے۔ صبح نو بجے سے رات نو بجے تک کام کرتے ہیں۔ چغتائی صاحب نے ڈاکٹر عبدالقدیر خاں کے بارے میں مختصر طور پر حالات وواقعات بتائے۔ انھوں نے بتایا کہ ڈاکٹر صاحب کا مقام بلند اور ان کی خدمات بے شمار ہیں۔

Marfat.com

شمس الدین بہاری، مولانا محمد عمر نعیمی (مدفن کراچی) اور مولانا محمد یونس خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ۱۹۴۲ء میں علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری نے لاہور سے صدر الافاضل کو دارالعلوم حزب الاحناف لاہور کے لئے ایک مدرس کے لئے لکھا تو صدر الافاضل نے مفتی محمد حسین نعیمی کو ۱۹۴۲ء میں لاہور بھیجا۔ ۱۹۴۲ء سے ۱۹۴۸ء تک دارالعلوم حزب الاحناف میں پڑھاتے رہے۔ ۱۹۴۸ء سے ۱۹۵۳ء تک دارالعلوم نعمانیہ میں مدرس رہے۔

تحریک ختم نبوت زوروں پر تھی۔ مفتی صاحب نے صاحبزاد سید محمود احمد رضوی کے ساتھ مل کر دارالعلوم حزب الاحناف اندرون دہلی دروازہ میں ایک ایسا مرکز قائم کیا۔ جہاں پولیس اور فوج کے نوجوانوں کو تحریک ختم نبوت کی اہمیت پر ذاتی مشین پر پمفلٹ چھپوا کر تقسیم کرتے۔ آپ مارشل لاء کے دوران گرفتار کر لئے گئے۔ مگر فوجی عدالت نے بری کر دیا لیکن ایک دوسرے مقدمہ کی ساعت جاری تھی کہ مارشل لاء کا زور ٹوٹ گیا اور آپ بری ہو گئے۔ مفتی صاحب جیل سے رہا ہو کر آئے تو دارالعلوم نعمانیہ سے استعفا دے دیا اور اپنی مسجد چوک دالگراں میں ایک دینی دارالعلوم کی بنیاد رکھی۔ اس دارالعلوم میں پہلی بار جن اساتذہ نے مفتی صاحب کے ساتھ علمی دست تعاون بڑھایا ان میں حافظ محمد عالم صاحب سیالکوٹی، مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری مولانا عبدالغفور صاحب لاہوری، مولانا عبدالحئی اور صاحبزاد ارشاد حسین چورا شریف کے اسماء گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

جامعہ نعیمیہ کی بڑھتی ہوئی شہرت نے طلباء کی ایک خاصی تعداد جمع کر لی۔ چنانچہ ۱۹۵۹ء میں مسجد میں جگہ کی کمی کی وجہ سے دارالعلوم کو چوک دالگراں سے عید گاہ چوک گڑھی شاہو میں منتقل کر لیا گیا اور اس ویران مسجد اور عید گاہ پر طلبہ کے لئے رہائش اور تدریس کا کام ہونے لگا۔ آہستہ آہستہ یہاں ایک عظیم الشان مسجد اور دارالعلوم کی قابل رشک عمارت کی تعمیر شروع ہو گئی۔ مفتی صاحب کی شبانہ روز محنت اور خلوص نے لوگوں کے اندر بے پناہ جذبہ تعمیر و تدریس پیدا کیا چنانچہ یہاں اس وقت

Marfat.com

وہ یکم اپریل 1936ء کو بھوپال میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد گرامی کا نام نامی عبدالغفور تھا۔ بھوپال ہی سے میٹرک کیا لیکن ڈگری 1960ء میں کراچی سے لی۔ معدنیاتی انجنیئر نگ کا کورس کیا اور ہالینڈ سے ایم ایس سی کی ڈگری لی۔ وہیں یورینیم کو افزودہ کرنے کا طریقہ سیکھا ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں پاکستان آئے تو کہوٹہ میں ریسرچ لیبارٹری قائم کی۔ جنرل ضیاء الحق شہید نے خوش ہو کر 1981ء میں اس لیبارٹری کو ڈاکٹر عبد القدیر کے نام سے منسوب کر دیا۔ ڈاکٹر صاحب کی بے پناہ ہمت، لگن، محنت اور جانفشانی کی وجہ سے کامیابی کے دروازے کھلتے گئے۔ انھوں نے 100 سے زائد سائنسی اور تحقیقی مقالے لکھے جو بین الاقوامی جرائد میں شائع ہوئے۔

مزید برآں میٹرولوجی پر بھی متعدد کتابیں لکھیں اور 100 سے زیادہ لیکچر دیئے۔ 28 مئی 1998ء کو پاکستان نے ہندوستان کے 11 مئی کے ایٹمی تجربات کے جواب میں 6 تجربے کئے جس سے دنیا انگشت بدنداں رہ گئی۔ یہ ڈاکٹر عبدالقدیر کی کاوش کا نتیجہ اور ان کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اس کا نتیجہ ہے کہ اب تک ہندوستان کو پاکستان پر حملے کی جرات نہیں ہو سکی۔ 8 اپریل اور 14 اپریل کو غوری میزائلوں کے تجربات کئے گئے۔ جن میں زمیں سے زمین اور زمین سے فضا میں مار کرنے والے میزائل شامل ہیں۔ علاوہ اینٹی ٹینک میزائل بھی بنائے گئے۔ کراچی یونیورسٹی، ہمدرد یونیورسٹی اور سرحد کی گومل یونیورسٹی آپ کو الگ الگ ڈاکٹر آف سائنس کی ڈگریاں دے چکی ہے۔ تین بار آپ کو سونے کے تاج پہنائے گئے اور پچاس سے زائد گولڈ میڈل دئے گئے۔ حکومت پاکستان نے بھی متعدد اعزازات سے نوازا اور تین بار سب سے بڑے اعزاز ''نشان پاکستان'' سے نوازا گیا۔

تحقیقی اور سائنسی کاموں کے علاوہ ڈاکٹر عبدالقدیر فلاحی و رفاہی کاموں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ شہاب الدین غوری کا مقبرہ دوبارہ تعمیر کرایا۔ کئی مساجد تعمیر کرائیں اور متعدد فلاحی تنظیموں کو امداد دی۔ بہر حال پاکستان کا وقار بلند کرنے اور علم و عمل کی شمع روشن کرنے میں ان کی نمایاں اور ان گنت خدمات ہیں۔ ٹی وی اور فلم کے معروف اداکار شجاعت ہاشمی اپنی نظامت کے دوران ہر مقرر کا نام پکارنے سے قبل اپنی طرف سے الفاظ میں خوب صورت خراج تحسین پیش کرتے رہے۔

عبدالجبار شاکر نے اپنے مخصوص لہجہ میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ بیسویں صدی معجزوں کی صدی ہے۔ حسن اتفاق ہے کہ حکیم الامت شاعر مشرق علامہ اقبال کی مشہور کتاب ''ضرب کلیم'' اسی سال لاہور میں شائع ہوئی جس سال بھوپال میں عبدالقدیر خاں پیدا ہوئے۔

ہزار چشمہ تری سنگ راہ سے پھوٹے   خودی میں ڈوب کے ضرب کلیم پیدا کر

علامہ اقبال کی یہ پیش گوئی یوں پوری ہوئی کہ جب عبدالقدیر جوان ہوا اور اس نے پانی خودی کا ادراک

''

Marfat.com

کے ۸ لاکھ روپے کی لاگت سے شاندار دار العلوم قائم ہو تا گیا۔

ان دنوں اس دار العلوم میں جناب مولانا غلام رسول صاحب سعیدی، مولانا غلام رسول قادری، مولانا احمد حسن نوری اور دیگر نامور علماء کرام مصروف تدریس تھے۔ مفتی صاحب کے نامور شاگردوں میں سے مولانا الٰہی بخش، مولانا باغ علی نسیم صاحب، مولانا ارشد پناہوی، محمد اشرف کاظمی، (مفتی کشمیر)، حافظ محمد عالم صاحب سیالکوٹی، قاری غلام رسول صاحب، مولانا غلام رسول صاحب سعیدی، مولانا فیض الحسن تنویر، مولانا عبدالحکیم صاحب شرف، مولانا محمد سعید نقشبندی (خطیب داتا گنج بخش)، صاحبزاد حبیب اللہ خطیب سرائے عالمگیر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

۱۹۶۷ء میں جمعیتہ العلماء پاکستان کی تطہیر کے لئے مفتی صاحب نے ایک زبردست مہم چلائی۔ وہ جمعیتہ العلماء کو ایک فعال جماعت بنانا چاہتے تھے۔ حکومت کے وظیفہ خوار اور حاشیہ بردار درباری علماء سے علیحدہ کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ آپ کی کوششوں سے ملک بھر کے سنی علماء ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے اور جمعیتہ العلماء پاکستان کی قیادت شیخ القرآن مولانا عبدالغفور ہزاروی کے ہاتھ آگئی۔ چوک دالگراں کی جامع مسجد کو محکمہ اوقاف نے اپنے قبضہ میں لے لیا۔ صدر ایوب کے دور میں جب تمام علماء کو حکومت کی مرضی پر عید پڑھانے کو کہا گیا تو مفتی صاحب نے سخت احتجاج کیا۔ چنانچہ آپ کو دوسرے علماء کے ساتھ گرفتار کرکے مچھ جیل بلوچستان میں قید کر دیا گیا۔

آپ بڑے باہمت، مخلص اور باشعور علماء میں شمار ہوتے تھے۔ آپ کی ہمت اور محنت کی ترجمانی دار العلوم کی عظیم عمارت اور خوش انتظامی کرتی ہے وہ دوستوں کی بڑی قدر کرتے اور اپنی سیاسی بصیرت کی وجہ سے عالم اسلام کی نامور شخصیتوں کو دعوت دے کر جامعہ کی مختلف تقاریب میں جمع کرتے ۔ محکمہ اوقاف کی بے جا سختیوں کے باوجود وہ اپنا کام کرتے جاتے اور علم دین کی اشاعت کے لئے "اوراق غم" اور "الخیرات الحسان" اور کتاب الشفاء عربی میں اس وقت طباعت کرائیں جب کوئی

Marfat.com

حاصل کرلیا، اپنی شناخت کرلی تو اس نے ’’سنگ مغرب‘‘ میں ایسی ’’ضرب کلیم‘‘ لگائی کہ اس سے پاکستان کی عزت وعظمت اور وقار کے کئی چشمے پھوٹ پڑے اور پھر یہی ’’ضرب کلیم‘‘ 28 مئی 1998ء کو جب ’’ضرب کاری‘‘ بن کر ابھری تو ہندوستان میں صفِ ماتم بچھ گئی، وہی بھارت جو 11 مئی کو آزاد کشمیر پر حملے کی دھمکی دے رہا تھا، اب راہ راست پر آ گیا۔

انھوں نے علامہ اقبال کے ’’ذوق یقین‘‘ کو عبدالقدیر خاں کے عمل کی صورت اختیار کر کے وہ کارنامہ سر انجام دیا کہ رہتی دنیا تک یاد رہے گا۔ یہ ذوق یقین 28 مئی کو ’’یوم تکبیر‘‘ کی صورت میں بلند ہوا جس کی آواز چار دانگ عالم میں پھیل گئی۔ بقول حکیم الامت علامہ اقبال۔

غلامی میں نہ کام آتی ہیں تدبیریں نہ شمشیریں ‏ ‏ جو ہو ’’ذوق یقین‘‘ پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

چنانچہ ڈاکٹر عبدالقدیر خاں کے ذوق یقین نے جب ذرے (ایٹم) کا دل چیرا تو بقول اقبال خورشید سے بھی لہو ٹپکنے لگا۔ آخر میں عبدالجبار شاکر نے بڑے پتے کی بات کہی کہ ڈاکٹر صاحب نے قوم کو علم وتحقیق کے راستے پر لگا دیا ہے۔ اس لیے عبدالقدیر خاں کو خراج تحسین پیش کرنا ہے تو ہمیں علم وتحقیق اور جستجو کی راہ پر چلنا ہو گا کیونکہ بقول اقبال۔

ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں ‏ ‏ ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

جناب سید محمد ظفر (ایس ایم ظفر) کو دعوت اظہار خیال دی گئی شجاعت ہاشمی نے اپنے مخصوص لہجہ میں کہا کہ عدالت میں مقدمہ ہو تو وہ ’’بولنے کے‘‘ بہت پیسے لیتے ہیں لیکن آج یہاں انہیں بغیر کسی معاضہ کے بولنا ہو گا۔

مائیک سنبھالتے ہی ممتاز قانون دان ایس ایم ظفر نے کہا کہ شجاعت کو کوئی مقدمہ ور پیش ہوا تو میں بلا معاوضہ لڑوں گا۔ ظفر صاحب نے آغاز ہی میں بہت عمدہ بات کہی۔ انھوں نے کہا کہ ہمارے ملک کے سارے سیاست دان، سارے علماء اور سارے جرنیل جو مل کر بھی نہ کر سکے، وہ کارنامہ ایک فرد واحد نے کر دکھایا جو 28 مئی 1998ء کو چھ دھماکوں کی صورت میں بلوچستان کے پہاڑ ’’چاغی‘‘ سے سامنے آیا۔ سید صاحب چونکہ بڑھاپے میں پھر لیلائے سیاست کی زلف گرہ گیر کے پیچ وخم میں پڑے ہیں اور مسلم لیگ ق میں شامل ہونے کا اعلان کیا ہے۔ اس لیے وہ اپنے سابق محسن نواز شریف کا نام بھول گئے۔ جنھوں نے کلنٹن کے نصف درجن فون رد کر کے ڈاکٹر خان کو دھماکہ کر دینے کا آرڈر دیا تھا اور اس کی ’’داد‘‘ بھی پا رہے ہیں بہر حال سید ظفر نے کہا کہ مجھے فخر ہے کہ میں نے وہ مقدمہ بھی لڑا جس سے ایک بے گناہ شخص بری ہوا۔ انھوں نے بتایا کہ ہالینڈ کی عدالت نے سازش کے ذریعے دائر کئے گئے ایک جھوٹے مقدمہ میں جس کے سمن کی تعمیل بھی نہ ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب کو سزا سنا دی۔ یہ فیصلہ بالکل یکطرفہ تھا اور عدل وانصاف کے اصولوں کے بالکل منافی تھا۔ اس موقع پر

Marfat.com

ناشران کی اشاعت کے لئے تیار نہ ہوتا تھا۔

تدریس و تقاریر کے علاوہ مفتی صاحب چاہتے تھے کہ جامعہ نعیمیہ کو مرکز تبلیغ اسلام بنا دیا جائے۔ ماہانہ ترجمان ہو' چنانچہ مفتی صاحب کے ایک معتقد موچی دروازہ سے ایک رسالہ " حنفی " شائع کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی تنگ دستی کی وجہ سے اس رسالے کی قلمی نظامت مفتی صاحب کے سپرد کر دی۔ یہ رسالہ ایک سال چلا مگر مفتی صاحب کے ایک مضمون پر ایڈیٹر رسالہ کی باز پرس ہوئی تو وہ ڈر گیا اور " ماہنامہ " حنفی کی نظامت سے مفتی صاحب کو دستبردار ہونا پڑا۔ ان دنوں یورپ کے ایک شہرت یافتہ سکالر ڈاکٹر اسد ڈلہوزی (انڈیا) سے انگریزی زبان میں ایک ماہنامہ "عرفات" نکالتے تھے وہ پاکستان بننے کے بعد اسے جاری نہ رکھ سکے' ہمیں ڈاکٹر اسد سے شناسائی تھی چنانچہ ماہنامہ "عرفات" کا ڈیکلریشن مفتی صاحب کے نام تبدیل کرایا گیا' اس طرح یہ جامعہ نعیمیہ کا ترجمان بنا۔ پہلے ایڈیشن پر میدان عرفات کی جو تصویر لگی وہ ڈاکٹر اسد نے مہیا کی تھی جو انہوں نے اپنی مشہور کتاب To Macca A CRASS Road میں شائع کی تھی۔ بعد میں حافظ محمد یوسف سدیدی مرحوم سے عرفات کا ٹائٹل لکھوایا گیا اور یہ ماہنامہ جاری و ساری رہا۔ ہمیں یاد ہے کہ کئی مضمونوں کے علاوہ ایک مستقل عنوان ...... اور " روای بہتا رہا" پر ہمارا قلم راوی بن کر لکھتا گیا اور قارئین کو دعوت فکر دیتا رہا۔

مسجد اور جامعہ کی عمارات کی تعمیر اگرچہ بہت بڑا منصوبہ تھا مگر مفتی صاحب مرحوم ایک ایک اینٹ اور ایک ایک پتھر کی تنصیب کی نگرانی کرتے۔ ہاتھوں میں تیشہ و کانڈی لے کر ان کوتاہیوں کو دور کرتے جو معماروں اور مزدوروں کی نظر سے بچ جاتیں۔ مفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے جامعہ نعیمیہ کی تعمیر و تکمیل میں زندگی وقف کر دی' طلبا کی تعداد بڑھتی گئی' اساتذہ آتے گئے' تعلیم کا معیار بلند ہوتا گیا' تدریس کے زاویئے ابھرتے گئے اور آپ کی قابلیت' محنت' بصیرت اور شخصیت آسمان شہرت کی بلندیوں کو چھوتی گئی۔ آپ نہایت مستقل مزاجی سے اس شاہراہ پر گامزن

Marfat.com

شاہ صاحب نے دلچسپ ریمارکس دیئے۔ انھوں نے کہا کہ جھوٹے مقدمے صرف ہمارے ہاں ہی نہیں بنتے بلکہ یورپ میں بھی ایسا ہوتا ہے اس مقدمہ میں ڈاکٹر عبدالقدیر خاں اور ان کی بیگم نے اتنی محنت کی کہ وہ ناقابل بیان ہے۔ اس کے نتیجہ میں یہ مقدمہ ہم نے جیتا۔

ڈاکٹر عبدالقدیر خاں ازرہ مذاق کہنے لگے کہ ''شاہ صاحب! کیا میں بھی وکالت نہ شروع کردوں؟''

سابق وزیر قانون سید محمد ظفر نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہم نے یہ مقدمہ جیتا، یہ مقدمہ دراصل پاکستان نے جیتا۔ انھوں نے انکشاف کیا کہ انھوں نے حکومت پاکستان کو تجویز پیش کی تھی کہ ڈاکٹر عبد القدیر کی خدمات کی اعتراف کے طور پر ان کے نام پر ''کرنسی نوٹ'' جاری کیا جائے لیکن حکومت نے کوئی توجہ نہیں دی۔

ایس ایم ظفر کے بعد شجاعت ہاشمی نے ایک ایسی شخصیت کو اظہار خیال کی دعوت کی جس کا ملک میں بہت احترام اور مقام ہے انھوں نے نہ صرف صحافت کے شعبہ کو عزت و آبرو دی اور وقار بخشا بلکہ انھوں نے ملک میں جمہوریت کی بحالی کے لیے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور نمایاں طور پر خدمات سرانجام دیں۔ وہ صحیح معنیٰ میں ''جابر حکمران'' کے سامنے کلمہ حق کہتے ہیں اور اس سلسلہ میں کسی منافقت یا مداہنت سے کام نہیں لیتے۔ سچی بات منہ پر کہہ دیتے ہیں اور بقول حکیم الامت علامہ اقبال۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی   اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

جامع الصفات یہ شخصیت جناب مجید نظامی کی ہے جو علم و عمل کے اعتبار سے جناب حمید نظامی کے صحیح جانشیں ثابت ہوئے اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ اور مزید زندگی عطا فرمائے۔

این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد!

محترم مجید نظامی صاحب دراصل نظریہ پاکستان اور پاکستان سے کمٹڈ ہیں، انہیں ان سے عشق کی حد تک پیار اور محبت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنی بے حد مصروفیت اور بیماری کے باوجود انھوں نے نظریہ پاکستان فاؤنڈیشن کے قیام اور اس کے فروغ کے لیے شبانہ روز کام کیا اور ساتھ ہی ساتھ تحریک پاکستان ورکرز ٹرسٹ میں بھی مصروف عمل رہ کر ان شخصیات کا نام اور کام زندہ کیا۔ جنھوں نے قیام پاکستان کی جدوجہد میں حصہ لیا تھا۔ محترم مجید نظامی نے اظہار خیال سے قبل ڈاکٹر عبدالقدیر خاں کو فاؤنڈیشن کی جانب سے خوب صورت شیلڈ پیش کی۔

پاسبان صحافت و جمہوریت مجید نظامی نے فرمایا کہ مجھے اکثر خیال آتا ہے کہ اگر قائداعظم نے پاکستان نہ بنایا ہوتا تو ہمارا کیا حشر ہوتا؟ اور اس کے بعد ڈاکٹر عبدالقدیر نے ایٹم بم نہ بنایا ہوتا تو ہمارا حشر کیا ہوتا؟ اسی سوچ کو اگر آگے بڑھایا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ ضیاء الحق نے اگر ڈاکٹر عبدالقدیر کو سرکاری اور مالی امداد فراہم

Marfat.com

رہے حتیٰ کہ ایک دن آیا آپ اپنے احباب، علماء مشائخ، اساتذہ، و تلامذہ، لائق فرزندوں اور جانشینوں ہزاروں نیازمندوں، لاکھوں غمگساروں کے عظیم الشان اجتماع کے سامنے جامعہ نعیمیہ کے شعبہ حفظ و قرات کے دامن میں ابدی نیند کی گود میں چلے گئے۔

" زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے !"

☆ .... ☆ .... ☆

مولانا احمد حسن نوری رحمتہ اللہ علیہ مغلپورہ لاہور کی ایک جامع مسجد کے خطیب تھے۔ سادہ مزاج، مخلص اور محنتی عالم دین تھے۔ آپ نے تیس سال سے زیادہ عرصہ مفتی محمد حسین نعیمی مرحوم کی علمی رفاقت میں گذارا۔ انہوں نے درس قرآن کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ وہ صبح سے شام تک درس قرآن کی مجالس سجاتے اور چھوٹے چھوٹے حلقوں میں درس قرآن دیتے۔ وہ لاہور کی غریب آبادیوں میں پہنچ جاتے، کچی آبادیوں میں پہنچتے اور صبح سے لے کر شام تک ان علاقوں کی مساجد اور گھروں میں درس قرآن دیتے۔ وہ ایک ایک دن میں دس دس مقامات پر درس دیتے اور ارد گرد کے علاقوں کے لوگ باقاعدگی سے جمع ہوتے آپ آدھا گھنٹہ درس دیتے۔ پھر اپنی سواری پر دوسری جگہ نئی مجلس درس میں پہنچ جاتے۔ اس طرح انہوں نے ایسی غریب بستیوں میں یہ سلسلہ جاری رکھا جہاں دوسرے علمائے کرام جاتے ہوئے اپنی شان کے خلاف سمجھتے تھے۔ انہوں نے لاہور کے گلی کوچوں کو اپنی قرآنی مجالس کے انوار سے روشن کر دیا اور ان لوگوں تک قرآن کی آواز پہنچائی جو خود کسی مجلس، جلسہ یا درسگاہ میں نہیں جا سکتے تھے۔ لوگوں نے آپ کو اپنا کونسلر منتخب کیا مگر آپ نے ٹھیکیداروں سے مل کر گلی کوچے، فٹ پاتھ اور نالیاں درست کرانے کی بجائے گھر گھر قرآن کی روشنیاں پھیلائیں۔ وہ کئی بار برطانیہ تشریف لے گئے، وہاں بھی انہوں نے پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیشی مسلمانوں کے گھروں میں پہنچ کر مجالس درس قرآن منعقد کیں اور دوسرے علمائے کرام کے برعکس چار ہزار سے زیادہ مجالس میں درس قرآن دیا اور فنڈ بٹورنے سے اجتناب کیا۔

Marfat.com

نہ کی ہوتی تو یہ ایٹم کیسے بنتا، بہر حال اگر میاں نواز شریف نے 28 مئی کو ایٹم بم کا دھماکہ نہ کیا ہوتا تو آج ہمارا کیا حشر ہوتا؟

آپ نے نہایت دکھ اور افسوس کے ساتھ کہا کہ آج فلسطین اور کشمیر میں کیا ہو رہا ہے؟ چیچنیا میں کیا ہو رہا ہے؟ اسرائیل فلسطینی مسلمانوں پر ظلم و ستم کے جو پہاڑ توڑ رہا ہے ان کی مثال نہیں ملتی اسی طرح بھارت نے گجرات میں تشدد اور ظلم کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ عبدالقدیر خاں 'محافظ پاکستان' ہیں لیکن ہم نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا، انہیں ''کھڈے لائن'' لگا دیا۔ ان کے ساتھ بہتر سلوک ہونا چاہیے۔ انہیں ''کھڈے لائن'' لگانا پاکستان کی کوئی خدمت نہیں ہے۔

محترم مجید نظامی نے بھرپور انداز میں کہا کہ ''میری طرف سے آج کے حاضرین جلسہ کی طرف سے اور پوری قوم کی جانب سے حکومت سے مطالبہ ہے کہ ڈاکٹر عبدالقدیر کو ان کا صحیح مقام دیا جائے تاکہ پاکستان اپنا صحیح طور پر دفاع کر سکے۔

انھوں نے فرمایا کہ پاکستان میں ایٹمی قوت بنانے کا خواب دیکھنے والے ذوالفقار علی بھٹو کہ تختہ دار پر چڑھا دیا گیا اور اس پروگرام کو جرات مندی سے جاری رکھنے والے کو تیں دیگر فوجی ماہرین کے ساتھ جہاز سمیت جلا دیا گیا اور جس نے دنیا بھر کی مخالفت مول لے کر اور دباؤ برداشت کر کے دھماکہ کیا اسے معزول کر کے جلاوطن کر دیا گیا۔ ایٹم بم کی تعمیر و ساخت سے لے کر دھماکے تک شامل تمام شخصیات پاکستان کی محسن ہیں، ان کے ساتھ کیا جانے والا سلوک سخت نامناسب ہے۔

مجید نظامی صاحب نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر عبدالقدیر جہاں بھی ہیں اچھے کام کر رہے ہیں۔ مگر ان کا اصل مقام یہ نہیں ان کا اصل مقام انہیں دیا جانا چاہیے۔ اس وقت راقم کے دل میں خیال آیا کہ ہمارے دشمن پڑوسی ملک نے ڈاکٹر عبدالکلام کو بھارت کا صدر بنا دیا جو ہمارے منہ پر طمانچہ کے مترادف ہے۔

قابل صد احترام مجید نظامی کی تقریر، اہل پاکستان کے دلوں کی آواز تھی۔ امید ہے کہ حکومت کے قضاو قدر اس پر توجہ دیں گے۔ مجید نظامی کے بعد مہمان خصوصی ڈاکٹر عبدالقدیر خاں کو اظہار خیال کی دعوت دی گئی تو حاضرین ایک بار پھر نہ صرف سراپا احترام بن کر کھڑے ہو گئے۔ بلکہ تالیاں پھر سے بجنے لگیں۔ ڈاکٹر صاحب نے مائیک سنبھالا اور اسلام علیکم کہا تو ہال میں سکوت طاری ہو گیا۔

ڈاکٹر صاحب نے آغاز ہی میں محترم نظامی صاحب کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ مجھے ملنے والے تمام میڈلز، شیلڈز انعامات اور اعزازات جن کا ذکر کیا گیا ہے، جی چاہتا ہے کہ یہ سب مجید نظامی کے پاؤں میں ڈھیر کر دوں۔ کیونکہ یہ سب ان کے لائق ہیں۔ انھوں نے کہا کہ قدرت نے علامہ اقبال کے افکار

Marfat.com

آپ کا درس قرآن علمائے عصر میں امتیازی اور انفرادی کارنامہ تھا جس کے اثرات دیر تک قائم رہیں گے اور غریب علاقوں کے لوگ ان کی راہ دیکھا کریں گے۔ وہ ایک عرصہ تک بیمار رہے' صاحب فراش رہے اور آخرکار ہزاروں سوگواروں کے ہجوم میں گوشہ قبر میں چلے گئے۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کے اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کئے ؟

☆.......... ☆ .... ☆

مولانا انوارالاسلام رضوی چلتے پھرتے' آتے جاتے' ہشاش بشاش ۱۷ فروری ۱۹۹۸ء کو راہی ملک بقا ہو گئے۔ آپ بڑے زبردست عالم دین تھے۔ آپ نے وقت کے بلند پایہ علمائے دین سے تعلیم حاصل کی۔ بڑے بڑے معروف تدریسی اداروں سے فیض پایا' شرق پور شریف' جامعہ رضویہ فیصل آباد اور جامعہ نظامیہ لاہور کے نامور فرزندوں میں سے تھے۔ درسی علوم پر دسترس حاصل کرنے اور دستار فضیلت سر پر سجانے کے بعد دارالعلوم نظامیہ لاہور میں مسند تدریس پر جلوہ فرما ہوئے۔ تدریس و تعلیم کے ساتھ ساتھ جامعہ نظامیہ کے انتظامی امور کے انچارج رہے اور جامعہ نظامیہ کے بانی اساتذہ اور منتظمین میں شمار ہوتے تھے۔ ایک وقت آیا کہ آپ نے دنیائے تصنیف و تالیف کی کمی کو محسوس کیا تو وقت عزیز کا زیادہ حصہ علمائے اہلسنّت کی بلند پایہ تصانیف کی اشاعت کی طرف وقف کرنے لگے۔ گنج بخش روڈ لاہور پر ایک مستقل اشاعتی ادارہ "مکتبہ حامدیہ" قائم کیا اور اس مکتبہ سے بڑی بڑی علمی کتابیں زیور طباعت سے آراستہ کر کے علمی دنیا میں پہنچائیں۔ آپ نے حضرت امام ابو یوسف نبہانی رحمتہ اللہ علیہ کی ضخیم کتابوں کے اردو تراجم شائع کرانے میں خصوصیت حاصل کی۔ مولانا انوارالاسلام ۱۹۳۶ء میں شمس آباد ضلع کیمبلپور میں پیدا ہوئے۔ والد مکرم مولوی نصیر احمد بن مولوی برہان الدین مرحوم زمیندارہ کرتے تھے۔ مولانا انوار الاسلام نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں

Marfat.com

اور قائداعظم کے ارشادات وتعلیمات کو جناب مجید نظامی کی شکل میں یکجا کر دیا ہے۔ وہ ایک بہادر مجاہد ہیں وہ ہمیشہ حق اور سچ بات کہتے ہیں اور یہی ان کا وطیرہ اور شعار رہا ہے۔

ڈاکٹر عبدالقدیر خاں نے فرمایا کہ یہاں پر موجود تمام شخصیات قابل قدر اور لائق صد احترام ہیں، ان سب نے پاکستان بنتے دیکھا ہے۔ میں نے بھی پاکستان بنتے دیکھا ہے۔ مجھے آج تک اچھی طرح یاد ہے کہ میں اپنے والدین کے ساتھ بھوپال سے پیدل چل کر پاکستان پہنچا۔ راستے میں ہندوؤں اور سکھوں نے ہمارے ساتھ سخت بدتمیزی کی اور انسانیت سوز سلوک کیا۔ ہم لوگ تپتی ہوئی ریت پر ننگے پاؤں چل کر پاکستان کے بارڈر کھوکھرا پار پہنچے۔ میرے سر پر سامان پر مشتمل صندوق تھا۔ 14 اگست کا مبارک دن تھا۔ آزادی کا سورج طلوع ہو چکا تھا۔ جس کی روشن کرنوں سے پاکستان منور ہو رہا تھا سرحد عبور کی تو پاکستانی علاقہ میں چند جھونپڑیاں اور ایک چھوٹا سا ہوٹل موجود تھا۔ جہاں سے کئی دنوں کی بھوک کے بعد، دال کے ساتھ تندوری روٹی کھائی مجھے اس تندوری روٹی اور دال کا مزا آج تک یاد ہے۔ اس کے بعد ہم لوگ کراچی چلے گئے۔ لیاری کے علاقہ میں ایک جگہ سر چھپانے کو ملی۔ وہیں ایک سکول میں داخلہ لے لیا۔ والدین کو داخلہ کے لیے سفارش کے لیے کوئی دوڑ نہ لگانا پڑی۔ میں سیدھا پرنسپل کے دفتر میں گیا، اس نے کاغذات دیکھے اور داخل کر لیا ہمارے پاس کوئی جائیداد نہ تھی۔ 3 سال تک ملازمت میں کوئی مستقبل نہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ اس کے بعد میں جوں توں کر کے ملک سے باہر چلا گیا۔ وہاں مزدوری بھی کرتا تھا اور تعلیم کا حصول بھی جاری تھا۔ ہالینڈ میں میری ملاقات میری ہونے والی بیگم سے ہوگئی۔ وہ ڈچ تھی اور ماں باپ کی اکلوتی بیٹی تھی۔ اس نے میرا حوصلہ بہت بڑھایا۔ میں نے مزید تعلیم حاصل کی۔ ماسٹرز کی ڈگری لی جس کے بعد فیلوشپ مل گئی۔ آسٹریلیا میں بھی ملازمت کی آفر ہوئی لیکن میں وہاں نہ گیا اور ہالینڈ کو ترجیح دی جہاں میری بیگم مقیم تھیں۔''

ڈاکٹر صاحب نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بتایا ''میں بہت سخت دل ہوں۔ میرے والد نے وفات پائی تو میری آنکھ میں ایک آنسو نہ آیا۔ بعد میں والدہ اللہ کو پیاری ہوگئیں لیکن آنکھ اشکبار نہ ہوئی۔ اس کے مقابلے میں جب 1971ء میں پاکستان دولخت ہوا اور پاک آرمی نے ڈھاکہ میں دشمن کے سامنے ہتھیار ڈالے تو میں لرز کر رہ گیا۔ میری آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے، سچی بات ہے کہ میں پھوٹ پھوٹ کر رویا۔ سات دن تک میری حالت غیر رہی، نہ کچھ کھایا، نہ آرام کیا۔ پریشانی، مایوسی مسلط تھی۔ تاہم میں نے خود کو حوصلہ دیا اور دل ہی دل میں فیصلہ کیا کہ اپنے وطن عزیز کے لیے ایسا کام کروں گا کہ وہ دشمن کے ہتھکنڈوں سے محفوظ ہو جائے۔ ڈاکٹر صاحب نے مزید بتایا کہ 1974ء میں بھارت نے ایٹمی دھماکہ کیا تو میرے زخم دل پھر تازہ ہو گئے لیکن ارادہ میں کمی نہ آئی بلکہ عزم بالجزم کر لیا کہ اب پانی سر سے گزر گیا ہے۔ بہت جلد کچھ نہ کچھ کرنا ہوگا۔

Marfat.com

حاصل کی لیکن دس سال کی عمر میں اپنے بھائی حافظ محمد احسان الحق صاحب مرحوم اور مولوی محمد حنیف صاحب کے ساتھ شرقپور میں حضرت میاں صاحب کے مدرسہ میں داخلہ لیا اور فارسی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ ان دنوں وہاں مولانا شیخ الحدیث غلام رسول صاحب لائلپوری پڑھایا کرتے تھے۔ جب مولانا غلام رسول صاحب شرقپور سے ہارون آباد چلے گئے اور وہاں سے بورے والا اور پھر وہاں سے لاہور کے دارالعلوم حزب الاحناف میں آئے تو مولانا انوارالاسلام ہر جگہ آپ کی رفاقت میں رہے یہاں مولانا نے تمام علوم منقولات اور معقولات کی تکمیل کی۔ حضرت مولانا سردار احمد لائلپوری رحمتہ اللہ علیہ کے مدرسہ منظر الاسلام رضویہ لائل پور میں دورۂ حدیث پڑھا اور دستار فضیلت ۱۹۵۶ء میں حاصل کی اور پھر لاہور آکر مولوی جان محمد کی مسجد چھاؤنی لاہور میں خطیب مقرر ہوئے۔ ایک سال آپ نواب شاہ سندھ میں خطیب اور مدرس مقرر ہوئے مگر لاہور کی کشش نے پھر کھینچا اور مسجد رام گڑھ میں خطیب رہے۔ شیخ الحدیث مولانا غلام رسول صاحب لائل پور منتقل ہوئے تو آپ مدرسہ نظامیہ رضویہ میں مدرس اور ناظم مقرر ہوئے۔ ۱۹۶۷ء میں مولانا اعجاز ولی خان مرحوم کے مشورہ پر مکتبہ حامدیہ قائم کیا اور راقم کے اصرار پر گنج بخش روڈ پر چلے آئے۔ مکتبہ کی مصروفیت سے آپ نے جامعہ نظامیہ سے استعفا دے دیا اور ہمہ تن اشاعت کتب میں مصروف ہو گئے۔ اب تک وہ خون کے آنسو' جواہر البحار' مسلک امام ربانی اور مسلم الثبوت جیسی کتابیں طبع کرا چکے ہیں۔ جواہر البحار فضائل نبی المختار تصنیف علامہ امام یوسف نبہانی رحمتہ اللہ علیہ کا ترجمہ چھپوایا۔ ۱۹۷۳ء میں حج کیا۔ مکتبہ کے ساتھ ساتھ جامعہ شیرازیہ میں اعزازی مدرس رہے۔ تصنیف و تالیف کی مصروفیت کے ساتھ ساتھ جمعہ کی خطابت کو باقاعدگی سے ادا فرماتے اور تقریر و بیان سے عمر بھر وابستگی رکھی۔ آپ عالمانہ تقریر کرتے اور اہل علم و دانش سے داد پاتے۔ وہ نظریاتی اعتبار سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمنوا تھے۔ سیاسی دنیا میں جمعیت علماء پاکستان سے وابستہ تھے۔ جمعیت علمائے پاکستان کی شکست و ریخت کے باوجود انہوں نے آخری دم تک اس کا ساتھ دیا۔ قائد اہلسنت

Marfat.com

چنانچہ میں نے کمر ہمت باندھ لی اور اپنے طور پر کام شروع کر دیا۔ میں یورینیم افزودہ کرنے پر کام شروع کر دیا اور اس میں جب کامیابی حاصل کر لی تو میں نے پاکستان میں اس وقت کے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کو خط لکھا صرف 2 ہفتے بعد اس خط کا جواب آ گیا۔ مایہ ناز ایٹم ساز ڈاکٹر عبدالقدیر خاں نے حاضرین کو بتایا کہ آپ ایٹم بم بنانے کو معجزہ کہتے ہیں لیکن میرے نزدیک یہ معجزہ نہیں، بلکہ معجزہ یہ ہے کہ ہالینڈ سے ایک گمنام یا بے نام قسم کے آدمی نے ایک مسلمان ملک کے وزیر اعظم کو خط لکھا اور اس کا حوصلہ افزا جواب آ گیا۔ میں بہت خوش تھا وزیر اعظم کو خط لکھا اور اس کا حوصلہ افزا جواب آ گیا۔ میں بہت خوش تھا وزیر اعظم نے مجھے لکھا تھا کہ ''فوراً پاکستان آ کر مجھے ملو'' میں دیکھ رہا تھا کہ میرا خواب شرمندہ تعبیر ہونے کا وقت آن پہنچا ہے۔ میں چھٹی لے کر پاکستان آیا وزیر اعظم سے ملا۔ بات چیت ہوئی۔ طے پایا کہ میں یہاں پر پاکستان میں موجود سائنس دانوں کو کچھ ہدایات دے کر واپس چلا جاؤں گا۔ واضح رہے کہ'' پاکستان اٹامک کمیشن قائم ہو چکا تھا۔ وزیر اعظم سے بات چیت کی روشنی میں، میں ان سائنس دانوں کو'' کچھ باتیں'' بتا کر واپس چلا گیا۔ دو سال بعد واپس آیا تو ایک پیسے کا بھی کام نہ ہوا تھا۔ البتہ فائلیں بہت بھاری اور موٹی ہو چکی تھیں۔ بھٹو صاحب کو بتایا تو وہ بہت پریشان ہوئے کیونکہ انہیں بتایا گیا تھا کہ بہت کام ہو چکا ہے۔ وزیر اعظم صاحب نے فرمایا کہ'' قدیر! آپ واپس نہ جائیں اور یہیں رہ کر کچھ کام کریں۔''

میں کراچی واپس گیا۔ بیگم سے کہا'' میں پاکستان ہی میں ٹھہرنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا یہ کیسے ممکن ہے؟ ہم تو چھٹی پر ہیں۔ ہالینڈ میں میرے والدین ہیں، بچے وہاں پڑھتے ہیں ہم یہ سب کچھ کیسے چھوڑ سکتے ہیں؟''

مجھے سنجیدہ دیکھ کر اس نے کہا'' آپ بیٹھ جائیں۔ بیگم نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا'' دیکھو قدیر'' آپ نے میرے ساتھ کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ سچ سچ بتاؤ اگر آپ یہاں رک جائیں تو واقعی اپنے وطن کی خدمت کر سکتے ہو؟ میں نے فوراً جواب دیا'' ہاں! میں خدمت کر سکتا ہوں۔ میرے علاوہ کوئی اور یہ خدمت سرانجام نہیں دے سکتا۔

میرے یہ الفاظ سنتے ہی میری بیگم کو یقین آ گیا کہ میں کچھ کہہ رہا ہوں، وہ سچ ہے۔ محض گپ شپ نہیں بیگم نے میری طرف دیکھا اور کہا بس ہم نہیں جائیں گے ہم یہیں ٹھہریں گے'' میں نے بھٹو صاحب کو اپنی رضا مندی سے آگاہ کر دیا۔ میں یہیں رک گیا۔ بیگم ہالینڈ واپس جا کر ڈیڑھ ماہ بعد واپس آ گئیں۔ اب سارے بچے اس کے ہمراہ تھے۔''

ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے بتایا کہ ایٹم بنانا کوئی آسان کام نہیں۔ بڑا مشکل کام تھا جس ملک میں ایک پین یا کلپ نہ بنتا ہو جہاں معمولی بال پوائنٹ نہ بن سکتی ہو، وہاں ایٹم بم بنا کتنا مشکل تھا۔ وسائل بالکل ناپید تھے۔ کچھ بھی تو موجود نہ تھا۔ مجھے زیرو، سے سٹارٹ کرنا پڑا، تاہم میں مایوس نہ تھا۔ دوسری مشکل یہ تھی کہ ایسے لوگوں

Marfat.com

صدر جمعیت علمائے پاکستان مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی مدظلہ العالی سے انہیں قلبی لگاؤ تھا۔ وہ ان کی محبت و عقیدت اور سیاسی نظریات پر پورا اتفاق رکھتے تھے۔ جب علمائے اہلسنّت کی اکثریت مولانا نورانی سے منہ پھیر کر انتشار اور افتراق کی وادی میں گم ہو گئی تو آپ کڑتے اور خون کے آنسو روتے۔ مولانا شاہ احمد نورانی کی عظمت کو سلام کرتے' مولانا شاہ احمد نورانی بھی آپ کے خلوص محبت اور عقیدت کی قدر کرتے اور انہیں اپنے محبوب ترین احباب میں شمار کرتے۔ مولانا انوارالاسلام کی موت سے دنیا اہلسنّت کے علمی سرمایہ کا ناشر اور جمعیت علمائے پاکستان کا ایک جانباز سپاہی چھن گیا جس کی ایک عرصہ تک کمی محسوس کی جائے گی۔ آپ ستائس مارچ ۱۹۹۸ء کو راہی ملک بقا ہوئے۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون) ط

☆ .... ☆ .... ☆

امین الحسنات مولانا خلیل احمد قادری حضرت مولانا ابوالحسنات قادری رحمتہ اللہ علیہ کے اکلوتے فرزند ارجمند اور اپنے والد محترم کی رحلت کے بعد تادم حیات مسجد وزیر خان کے خطیب رہے۔ مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور سے دستار فضیلت حاصل کی اور حکمت میں اپنے والد مکرم کے مخصوص نسخوں اور طریق علاج کے امین رہے۔ آپ نے جوانی کے دور میں دینی تحریکوں میں عملی حصہ لیا۔ "تحریک ختم نبوت" میں ایک مجاہد کی حیثیت سے جلوہ گر ہوئے۔ گرفتار ہوئے' لاہور کے قلعہ کے عقوبت خانہ میں رہے اور عذاب کی عظمتوں کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔ مارشل لاء نے انہیں سزائے موت کا حکم سنایا مگر ثابت قدم رہے۔ والد مکرم مولانا ابوالحسنات کے حکم پر تحریک ختم نبوت میں ایک طویل عرصہ تک پس دیوار زنداں رہے۔ ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خلیل احمد قادری ابتلائی منازل سے بڑی پامردی سے گذرے۔ لاہور میں مسجد وزیر خان کے پاس "دارالعلوم حسنات العلوم" قائم کیا۔ مسجد کی خطابت کو تادم زیست اپنایا۔ "تفسیر الحسنات" کے آخر حصوں کو مکمل کیا اور انہیں چھپوایا۔ آپ اپنے والد مولانا ابوالحسنات اپنے دادا مولانا سید دیدار علی الوری رحمتہ اللہ علیہم کی مسند خطابت پر عمر بھر قائم رہے۔

○ .... ○ .... ○

Marfat.com

کے ساتھ کام کرنا تھا جو بڑی بڑی ڈگریوں کے حامل تو تھے۔ پی ایچ ڈی بھی موجود تھے لیکن ایٹم کے سلسلہ میں وہ کچھ نہیں جانتے تھے۔ میں نے 2 سال کی قلیل مدت میں عملی طور پر یورینیم کو افزودہ کرلیا۔ جنرل ضیاء الحق کو بتایا تو وہ بے حد خوش ہوئے ان کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ ہم نے پلانٹ لگانے کی سعی کی صرف 5 سال میں وہ بھی لگا لیا۔ 1981ء میں جنرل ضیاء الحق نے پلانٹ کا معائنہ کیا تو حیران رہ گئے۔ پوری دنیا ہماری مخالف تھی۔ ایٹم سازی سے متعلقہ سامان کا حصول ناممکنات میں سے تھا۔ لیکن ہم نے دشمن کی تمام چالوں کو ناکام بنا دیا۔ جنرل ضیاء الحق اس کارکردگی سے اس قدر خوش ہوئے کہ انھوں نے کہوٹہ ریسرچ لیبارٹری کو میرے نام سے منسوب کردیا۔ ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ دنیا میں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی زندہ شخصیت کے نام سے کسی ادارے کو منسوب کیا جائے موت کے بعد کی مثالیں تو ملتی ہیں لیکن زندہ کی کوئی مثال نہیں۔ پاکستان کے محسن اور سرمایہ فخر و ناز ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے بتایا کہ دسمبر 1983ء میں میں نے جنرل ضیاء الحق کو خط لکھا کہ ہم صرف ایک ہفتہ کے نوٹس پر دھماکہ کر سکتے ہیں۔ مگر جنرل ضیاء الحق اس وقت افغانستان کی جنگ میں الجھے ہوئے تھے۔ انھوں نے یہ وقت مناسب نہ سمجھا اور انھوں نے دھماکہ کے پروگرام کو ملتوی کر دیا۔"

ڈاکٹر عبدالقدیر خاں نے انکشاف کیا کہ اس سلسلہ میں جب کچھ باتیں باہر نکلیں تو جناب مجید نظامی صاحب نے راولپنڈی میں نوائے وقت کے ریذیڈنٹ ایڈیٹر جناب طارق وارثی سے کہا کہ وہ اس ضمن میں معلومات حاصل کریں۔ طارق وارثی نے مجھ سے ملاقات کی تو میں نے چند باتیں انہیں بتا دیں جس پر 10 فروری 1984ء کو نوائے وقت نے شائع کر دیا کہ ہم نے ایٹم بم کے سلسلہ میں مغرب کی اجارہ داری کو ختم کر دیا ہے" اس خبر سے تہلکہ مچ گیا۔ بہر حال اس تاریخ کا نوائے وقت "ہسٹاریکل" آرکائیوز میں شامل ہے"۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا" جو کچھ میرے بس میں تھا، میں نے کر دیا ہے۔ میں نے اپنا فرض بھی پورا کر دیا ہے اور قوم و وطن کا جو قرض میرے ذمہ تھا، وہ ادا کر دیا ہے، بعد کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ جب نواز شریف وزیر اعظم تھے تو بھارت نے راجستھان میں 5 دھماکے کر دیئے اور ان کی قیادت غیر ذمہ دارانہ بیانات دینے لگی۔ میں نے ایک بار پھر وزیر اعظم کو خط لکھا کہ آپ حکم کریں ہم صرف ایک ہفتہ کے نوٹس پر دھماکہ کر سکتے ہیں۔" لیکن وزیر اعظم ہچکچاہٹ اور تذبذب میں مبتلا تھے۔ ورلڈ پریشر بہت زیادہ تھا۔ امریکہ کے صدر کلنٹن فون پر فون کر رہے تھے کہ دھماکہ نہ کرو، ترغیبات کا سلسلہ بھی جاری تھا لیکن بھارت نے خود موقع فراہم کر دیا میں نے جو خط نواز شریف کو لکھا اس کی کاپی اسی ایس ایم ظفر نے پڑھ لی۔ موصوف مجھے اسی دن ملنے آئے تھے۔ انھوں نے خوشی سے کہا کہ "اب ایک ہفتہ میں دھماکہ ہو جائے گا۔" اور واقعی دھماکہ ہو گیا۔

Marfat.com

برصغیر کا ایک بے حد ممتاز مصنف

الشیخ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی

ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو' ایم اے۔ پی ایچ ڈی

ڈائریکٹر ادارہ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ (انڈیا)

حضرت فاضل بریلوی شیخ احمد رضا خان حنفی قادری متحدہ ہندوستان کے ایک صاحب نظر مفسر، عظیم محدث، جلیل القدر فقیہ اور عربی و فارسی و اردو کے نابغہ روزگار مصنف گزرے ہیں، جنہیں دنیائے علم و فضل "اعلیٰ حضرت" کے لقب سے یاد کرتی ہے اور برصغیر ہندوستان و پاکستان کے کچھ لوگ مثلاً شاہ عبدالمقتدر بدایونی (م ۱۳۳۴ھ) اور حرمین شریفین کے بعض علماء انہیں چودھویں صدی ہجری کا مجدد مانتے ہیں۔ السید اسماعیل بن خلیل مکی محافظ کتب خانہ حرم شریف لکھتے ہیں بل اقول لوقیل فی حقہ انہ مجدد ھذا القرن لکان حقا و صدقا (حسام الحرمین ص ۵۱) یہی بزرگ الدولۃ المکیۃ پر تقریظ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں و بعد فان شیخنا العلامۃ المجدد شیخ الاساتذہ علی الاطلاق الشیخ احمد رضا خان (الدولۃ المکیۃ ص ۶) ان کے مجدد مائتہ حاضرہ ہونے پر مفصل بحث کے لئے دیکھئے۔ محمد ظفر الدین قادری رضوی کا رسالہ "چودھویں صدی کے مجدد" (لاہور '۱۹۸۰ء)۔

آپ کے آباء واجداد افغانی النسب تھے اور قندھار کے ایک معزز قبیلے سے تعلق رکھتے تھے خاندان کی روایت کے مطابق اس قبیلے کے کچھ اصحاب شاہان مغلیہ کے عہد میں لاہور وارد ہوئے ان کے ایک بزرگ سعید اللہ خان اہم

Marfat.com

ڈاکٹر عبدالقدیر نے آخر میں اہل پاکستان کا شکریہ ادا کیا انھوں نے کہا میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ علامہ اقبال اور قائداعظم کے بعد لوگ میرا دل سے احترام کرتے ہیں۔ میں جہاں جاتا ہوں لوگ اپنی آنکھیں فرش راہ کر دیتے ہیں آپ کا اعتماد آپ کی محبت ہی میرا سرمایہ حیات ہے۔ میں خوش ہوں کہ آپ جیسے اہل وطن ملے نظریہ پاکستان کے لیے میری جان بھی حاضر ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنے بارے میں عجیب و غریب انکشاف کیا کہ لوگ غیر ملکی ویزہ یا گرین کارڈ مل جانے پر خوشیاں مناتے ہیں مٹھائیاں بانٹتے ہیں لیکن پندرہ سال باہر رہنے کے باوجود میں کسی بھی ملک کا پاسپورٹ حاصل کر سکتا تھا۔ ہالینڈ کا پاسپورٹ نہایت آسان تھا کیونکہ بیگم وہاں کی ہیں لیکن اس کے باوجود میں نے اپنے وطن کے پاسپورٹ کو ترجیح دی یہی حال میری بیگم کا ہے۔ ڈچ ہونے کے باوجود اس نے وہاں کا پاسپورٹ پھاڑ دیا اور پاکستان کا پاسپورٹ بنوالیا راقم اس اثناء میں سوچ رہا تھا کہ حب الوطنی ہو تو ڈاکٹر قدیر جیسی۔ وطن کی خدمت کے لیے لاکھوں کی ملازمت چھوڑ دی اور وہ ملک اور علاقہ چھوڑ دیا جس کے بارے میں علامہ اقبال نے فرمایا تھا۔

یورپ کا ہر قریہ ہے فردوس کی مانند

ڈاکٹر عبدالقدیر پر ہی پر کیا موقوف ہے، اہل پاکستان ان کی بیگم کا احسان نہیں بھول سکتے جس نے اپنے آبائی وطن کا پاسپورٹ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور اپنے سرتاج کے وطن کو فوقیت دے کر اسے اپنا لیا۔ مزید براں ڈاکٹر صاحب کی بیگم صاحبہ اس لحاظ سے بھی قابل صد احترام ہیں کہ انھوں نے اپنے خاوند کا پورا پورا ساتھ دیا اور اس کے لیے ماں باپ کا پیار، وطن کی محبت اور بچوں کا مستقبل قربان کر دیا۔ لوگ اپنے بچوں کو برطانیہ اور امریکہ میں تعلیم دلانے کے لیے لاکھوں جتن کرتے ہیں لیکن ان آشفتہ سروں نے پاکستان کے سکولوں اور کالجوں کو پسند کر لیا ڈاکٹر عبدالقدیر خاں نے آخر میں اعلان کیا کہ مجید نظامی صاحب کا میرے دل میں بے حد احترام ہے۔ میں اعلان کرتا ہوں کہ اسلام آباد یونیورسٹی میں ان کے نام پر ''مجید نظامی چیئر'' قائم کی جائے گی جس کے پروفیسر کو ''مجید نظامی پروفیسر آف جرنلزم'' کہا جائے گا۔ آخر میں ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ پاکستان انشاء اللہ ہمیشہ قائم و دائم رہے گا۔ چھوٹی موٹی مشکلات ہوتی ہیں وہ بھی دور ہو جائیں گی۔ تمام ممالک کو مشکلات کا سامنا کرنا ہی پڑتا ہے لیکن اہل عزم و ہمت ان کا مقابلہ کرتے ہیں اور کامیابی سے بے ہمکنار ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے عجیب و غریب بات کہی کہ کہ برعظیم پاکستان و ہند میں پہلے صرف پاکستان تھا۔ اب دو پاکستان ہیں۔ بنگلہ دیش بھی مسلمانوں کا ملک ہے وہ ہماری طرح ایک اللہ اور ایک رسول کے پیروکار ہیں۔ دونوں ممالک آزاد ہیں اپنے دین پر قائم رہ سکتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ بنگلہ دیش کے بھائیوں سے تعلقات قائم

Marfat.com

عہدے پر فائز تھے انہیں "شجاعت جنگ" کا خطاب ملا تھا۔ ان کے صاحبزادے سعادت یار خاں من جانب سلطنت مغلیہ ایک مہم سر کرنے کے لئے بریلی بھیجے گئے جس میں وہ کامیاب ہو کر نامور ہوئے ان کے تین صاحبزادے اعظم خاں، معظم خان اور مکرم خاں حکومت کے اچھے منصبوں پر فائز تھے حافظ کاظم خاں شہر بدایوں کے تحصیلدار تھے، دو سو سواروں کی بٹالین ان کے پاس رہا کرتی تھی۔ آپ کو حکومت وقت کی طرف سے آٹھ گاؤں معافی جاگیر میں ملے تھے۔

شیخ احمد رضا خاں کا تعلق ایک علمی خاندان سے تھا۔ آپ کے جد امجد مفتی شاہ رضا علی خاں (م ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۵-۱۸۶۶ء) مقتدر عالم اور صوفی منش بزرگ گزرے ہیں آپ ہی کے زمانے سے خاندان میں دولت و ثروت سے کنارہ کشی کا آغاز ہوا اور فقر و درویشی کا رنگ غالب آیا۔ انہوں نے کبھی حکومت کا کوئی عہدہ قبول نہیں فرمایا اور ابتدا ہی سے زہد و تقوی اور فقر و غنا کی زندگی اختیار کی۔ (محمد ظفرالدین قادری: حیات اعلیٰ حضرت ۱/ ۲)۔

شیخ کے والد ماجد نقی علی خاں عالم مناظر اور مصنف گزرے ہیں انہیں شاہ آل رسول مارہروی (م ۱۲۹۷ھ / ۱۸۷۹ء) سے بیعت اور جملہ سلاسل قدیمہ و جدیدہ اور حدیث شریف کی سند کے ساتھ ساتھ خلافت بھی حاصل تھی۔ ۱۲۹۵ھ میں مکہ مکرمہ میں انہوں نے سید احمد بن زینی دحلان مکی (۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۱ء) سے مکرر سند اجازت حدیث لی۔ (رحمان علی تذکرہ علمائے ہند ص ۹۸) میں ان کی ۲۵ تصانیف کے نام درج ہیں۔ نیز حیات اعلیٰ حضرت ۱/ ۴، ڈاکٹر مسعود احمد حیات مولانا احمد رضا خان بریلوی۔ ص ۸۶)۔ ان کی سب سے مشہور تصنیف "جواہر البیان فی اسرار الارکان" (مطبوعہ مطبع صادق، سیتاپور ۱۲۹۸ھ) ہے جس کے صرف ڈھائی صفحوں کی شرح میں شیخ احمد رضا خاں نے " رسالہ سلطنۃ المصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ" لکھی ان کی دوسری اہم اور مشہور تصانیف احسن الوعالآداب الدعا، سرور القلوب فی ذکر المحبوب، اور الکلام الاوضح فی تفسیر سورہ الم نشرح ہیں۔ آخر الذکر کتاب قرآن کریم کی ۸ مختصر آیتوں کی تفسیر

Marfat.com

کریں۔

ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ ہمارا ملک بہت پیارا ملک ہے اللہ تعالیٰ نے ہمیں سب کچھ دیا ہے۔ یہ ملک وسائل سے مالا مال ہے۔ زرخیز وشادات زمین موجود ہے، پانی بھی میسر ہے۔ بقول علاقہ اقبال۔

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی!

دیکھئے! گندم ہوتی ہے تو رکھنے کو جگہ نہیں کاٹن اگتی ہے تو دنیا بھر کی کپاس سے کوالٹی میں بہتر۔ چاول ہو تو اس جیسا دنیا میں کہیں چاول نہیں اب ہم، چاول چینی، گندم ارو کپاس کئی ملین کی مقدار میں ایکسپورٹ کرتے ہیں۔ ہمارے ماہرین کی بھی کوئی کمی نہیں۔ لائق وفائق اور ذہن وفطین لوگ موجود ہیں۔ بہادری میں بھی ان کی کوئی مثال نہیں۔ غرضیکہ کس کس چیز کا اللہ سے شکر کریں اس نے ہمیں ہر چیز سے نواز ہے البتہ صرف ایک چیز کی ضرورت ہے کہ ''ہر چیز کو اپنی جگہ رکھنے کی ضرورت ہے''۔ ڈاکٹر عبد القدیر اپنا بیان جاری رکھے ہوئے تھے سامعین نہایت سکون سے سن رہے تھے مجمع پر ایک سناٹا تھا۔ ہر شخص ہمہ تن گوش تھا کہ مجھے علامہ اقبال کی ''اسرارِ خودی'' میں کہے ہوئے یہ اشعار یاد آرہے تھے۔ جنھیں میں محویت کے عالم میں اپنے لبوں پر لاتا گیا۔

خیز و خلاق آئین تازہ شو — شعلہ در برکن خلیل آوازہ شو
با جہانِ نامساعد ساختن — ہست در میداں سپر انداختن
مرد خوددارے کہ باشد پختہ کار — بامزاج او بسازد روزگار
گر نسازد بامزاج او جہاں — می شود جنگ آزما با آسماں
گردش ایام را برہم زند — چرخ نیلی فام را برہم زند
آزماید صاحب ذوق سلیم — زور خود را از مہمات عظیم

☆

الحاج محمد سعید صاحب نوری کی والدہ کا انتقال

رضا اکیڈمی ممبئی (انڈیا) کے بانی وچیئرمین جناب الحاج سعید احمد نوری کی والدہ ماجدہ کا 28 جولائی 2002 کو حرکت قلب بند ہونے سے انتقال ہوگیا ہے۔ مرحومہ ایک پاکباز' عبادت گذار اور راسخ العقیدہ سنی خاتون تھیں۔ انہوں نے اپنے بیٹے محمد سعید نوری کی وساطت سے لاکھوں روپے کی کتابیں علماء اہل سنت کیلئے وقف کیں۔ اور مفت تقسیم کیں۔ مرحومہ کی نماز جنازہ خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ ماہریرہ شریف کے سجادہ نشین ڈاکٹر سید امین میاں قادری نے پڑھائی۔

علامہ ارشد القادری کی شخصیت اور خدمات کے حوالے سے ''ماہنامہ جام نور کا رئیس القلم نمبر'' مکتبہ جام نور 422 مٹیا محل جامعہ مسجد دہلی نے شائع کر دیا ہے۔ علامہ خوشتر نورانی اور مولانا نوشاد عالم چشتی کی ادارت میں 296 صفحات کا نمبر شائع ہوا ہے۔ قیمت صرف 100 روپے

Marfat.com

ہے جو بڑی تقطیع کے ۴۳۸ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ (ڈاکٹر محمد مسعود احمد عشق ہی عشق ص ۳۵)

امام احمد رضا خاں ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ / ۱۴ جون ۱۸۵۶ء) کو صوبہ اتر پردیش کے ایک قدیم شہر بریلی میں پیدا ہوئے۔ آیت کریمہ اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ سے سال ولادت مستخرج ہوتا ہے۔ ابتدائی تعلیم مرزا غلام قادر بیگ بریلوی (۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۳ء) سے پائی اور بیشتر عقلی و نقلی علوم کی تحصیل انہوں نے اپنے والد ماجد سے کی علوم معروفہ کی تکمیل ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء کو ہوئی جب ان کی عمر چودہ سال سے بھی کم تھی۔ (مصطفیٰ رضا خاں ِ الملفوظ ۱/ ۱۳ حیات اعلیٰ حضرت ۱/ ۳۶) وہ خود مولانا ظفرالدین قادری کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں ِ "بحمدہ تعالیٰ فقیر نے ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ کو ۱۳ برس اور سات دن کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا اور زندگی بالخیر ہے تو اس شعبان ۱۳۳۶ھ (۱۹۱۷ء) کو اس فقیر کو فتاویٰ لکھتے ہوئے پورے پچاس سال ہونگے اس نعمت کا شکر فقیر کیا ادا کرسکتا ہے۔" (مکتوب فاضل بریلوی محررہ ۷ شعبان ۱۳۳۶ھ) اسی دن ضاعت کے لاہور سے آمدہ ایک استفتا کا جواب انہوں نے لکھا۔ ان کے والد نے اسے دیکھ کر فتویٰ نویسی کا کام ان کے سپرد کیا (تذکرہ علمائے ہند ص ۹۸) انہوں نے دس سال کی عمر میں ہدایتہ النحو کی شرح عربی زبان میں لکھی اور ان کی عمر کا تیرھواں سال تھا جب انہوں نے ۱۲۸۵ھ میں فن کلام میں عربی زبان میں ضوء النھایۃ فی اعلام الحمد والھدایۃ تصنیف کی۔ ۱۲۸۸ھ میں سولہ سال کی عمر میں عربی میں "حل خطاء الخط" لکھی اور آپ ۲۲ سال کے تھے جب ۱۲۹۴ھ میں آپ کے قلم سے علم کلام ہی میں "معتبر الطالب فی شیون ابی طالب" نکلی۔

آپ نے مشہور ہیئت دان مولانا عبدالعلی رام پوری (م ۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۵ء) سے شرح چغمینی کا درس لیا اور سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی (م ۱۲۹۷ھ / ۱۸۷۹ء) سے علم تکسیر و علم جفر کے کچھ قواعد سیکھے۔ پھر اپنے خداداد علم و ذہانت

Marfat.com

علامہ اختر شاہجہان پوری اور رضویات

از: محمد عبدالستار طاہر مسعودی

آج اس شخص کو ہم سے جدا ہوئے عرصہ ۹ سال گزر چکا ہے، جس نے اس عالم رنگ و بو میں زندگی کی اٹھاون بہاریں دیکھیں۔ ۷ جنوری ۱۹۳۵ء کو جہان فانی میں آنکھ کھولنے والا بیماری سے مسلسل لڑتے لڑتے اتوار ۲۸ جمادی الاول ۱۴۱۴ھ ۱۴۔نومبر ۱۹۹۳ء کو زندگی کی بازی ہار گیا۔

میری مراد علامہ محمد عبدالحکیم خاں اختر شاہجہان پوری علیہ الرحمہ سے ہے جو عمر بھر ایک طرف تو مختلف جسمانی بیماریوں سے نبرد آزما رہے، تو دوسری طرف میدان قلم میں اعتقادی بیماروں سے برسر پیکار رہے۔ وہ شان رسالت و شان صحابہ و شان ولایت یعنی اللہ کے تمام محبوبوں کے گستاخوں کے لیے درہ فاروقی اور شمشیر حیدری تھے۔ان کے قلم کی کاٹ کے حوالے سے لوگ انھیں ''خدائی فوج کا ابابیل'' قرار دیتے ہیں۔

سلسلہ قادریہ رضویہ کی ترویج میں نقشبندی کردار:۔

یہ بات غور طلب ہے کہ سلسلہ قادریہ رضویہ کے فروغ و اشاعت اور اس کے دفاع میں جو گراں قدر خدمات نقشبندی حضرات نے انجام دی ہیں۔قادری رضوی حضرات کا کام اس کے سامنے عشر عشیر بھی نہیں۔ یہ بات کہنے کا مقصد کسی نئی بحث کا در کھولنا نہیں بلکہ اس شرف و امتیاز کو تحدیث نعمت کے طور پر بیان کرنا ہے۔

میرے ولی نعمت مخدوم مکرم، پیرو مرشد سعادت لوح و قلم حضرت قبلہ مسعود ملت۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب زید لطفہ کے نام نامی اسم گرامی سے آج کون واقف نہیں۔ عالمی سطح پر سبھی آپ کو جانتے اور مانتے ہیں۔آپ نے عمر عزیز کا ایک گراں قدر حصہ فروغ و ترویج رضویات کے لیے صرف فرما دیا۔۱۹۷۰ء سے تادم امروز یکم اگست ۲۰۰۲ء آپ کا راہوار قلم سرپٹ دوڑتا چلا جا رہا ہے۔آپ کی علمی و قلمی فتوحات بین الاقوامی سطح پر مہر عالم تاب ہیں۔آج آپ رضویات کے سلسلہ میں واحد اتھارٹی ہیں، جن کی حیثیت ایک مینارۂ نور کی ہے۔جس کی روشنی میں اہل قلم منزل کے لیے رہنمائی پاتے ہیں۔

اسی طرح علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ کی ذات ستودہ صفات ہے۔آپ نے

Marfat.com

کی بدولت ان فنون کی گرہیں کھول کر ان میں کمال حاصل کیا-(بدر الدین احمد سوانح اعلیٰ حضرت ص ۷۹) انہوں نے شیخ ابو الحسین احمد نوری (م ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء) سے بھی استفادہ کیا- جب زیارت حرمین طیبین کے لئے وہاں حاضر ہوئے تو سید احمد بن زینی بن دحلان مکی مفتی شافعیہ (م ۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۱ء)، شیخ عبدالرحمن سراج مکی مفتی حنفیہ (م ۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۳ء) شیخ حسین ابن صالح مکی (م ۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۴ء) اور بعض دوسرے اکابر نے انہیں کتب حدیث و فقہ و اصول و تفسیر اور دوسرے علوم کی سند عطا کی (تذکرہ علمائے ہند ص ۹۸، سوانح اعلیٰ حضرت ص ۱۱) یہ بات قابل ذکر ہے کہ انہیں حدیث مسلسل کی سند صرف تین واسطوں سے حاصل ہوئی (الاجازۃ الرضویہ ص ۵۸) ایک شیخ عبدالحق محدث دہلوی (م ۱۰۵۲ھ / ۱۶۴۲ء) دوسری شاہ عبدالعزیز دہلوی (م ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۴ء) اور تیسری امام شافعیہ حسین بن صالح مکی سے جنہوں نے ایک روز بعد نماز مغرب مقام ابراہیم پر آپ کا بازو پکڑا، اپنے گھر لائے اور فرمایا انی لاجد نور اللہ فی ھذا الجبین (میں اس پیشانی میں اللہ کا نور دیکھ رہا ہوں) انہوں نے یہ بھی ارشاد فرمایا تمہارا نام ضیاء الدین احمد ہے (رحمٰن علی۔ تذکرہ علمائے ہند ص ۹۹)

شیخ نے جن علوم و فنون کی تحصیل اپنے اساتذہ اور ذاتی مطالعے سے کی ان کی تعداد ۵۵ تک پہنچتی ہے- تفصیلات اس عربی سند اجازت میں درج ہیں جو انہوں نے حافظ کتب الحرم مولانا سید اسماعیل خلیل مکی کو ۱۳۲۳ھ میں عنایت کی- اس سند میں جس کا تاریخی نام ہے "الاجازۃ الرضویہ لمبجل مکۃ البھیۃ" ہے، انہوں نے مندرجہ ذیل علوم و فنون کا ذکر کیا ہے۔ (۱) علوم قرآنی (۲) حدیث (۳) اصول حدیث (۴) فقہ حنفی (۵) کتب فقہ جملہ مذاہب (۶) اصول فقہ (۷) جدل مہذب (۸) تفسیر (۹) عقائد و کلام (۱۰) نحو (۱۱) صرف (۱۲) معانی (۱۳) بیان (۱۴) بدیع (۱۵) منطق (۱۶) مناظرہ (۱۷) فلسفہ (۱۸) تکسیر (۱۹) ہیئت (۲۰) حساب (۲۱) ہندسہ- مندرجہ بالا اکیس علوم کے بارے میں شیخ لکھتے ہیں۔ یہ اکیس علوم ہیں جنہیں میں نے

Marfat.com

بنفس نفیس دیار غرب اور جوار مصر میں اعلیٰ حضرت کا پیغام پہنچایا۔ با قاعدہ امام احمد رضا انٹرنیشنل سنی کانفرنس کا انعقاد و اہتمام کیا گیا...... آپ نے اپنی قلمی زندگی کا آغاز بھی اعلیٰ حضرت کے رسائل کے تراجم اور ان کی اشاعت سے کیا۔ اپنے روحانی سفر کا آغاز بھی فیض رضا کے بالواسطہ حصول کے لیے خلیفہ اعلیٰ حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری علیہ الرحمہ سے بیعت سے کیا۔ ترویج اشاعت رضویات کے سلسلہ میں سرگرم کئی اداروں کی تا دم امروز سرپرستی فرما رہے ہیں۔

پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی صاحب مدظلہ العالی مالک مکتبہ نبویہ لاہور حکیم محمد موسیٰ امرتسری علیہ الرحمہ کے دیرینہ رفقاء سے ہیں۔ مسلک کے لیے بے پناہ تڑپ رکھتے ہیں۔ اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ کی بے شمار کتب کی اشاعت کے لیے بے لوث خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اس پر آشوب دور میں آج بھی کسی ستائش کی تمنا اور صلے کی پرواہ سے بے نیاز ''جہان رضا'' کی صورت میں مرکزی مجلس رضا، لاہور کا علم بلند کیے ہوئے ہیں۔

اس طرح اور بھی کئی شخصیات ہیں تاریخ عالم کے صفحات جن کی خدمات پر شاہد ہیں۔ ہمارے ممدوح علامہ محمد عبدالحکیم خاں اختر شاہجہان پوری علیہ الرحمہ اسی قافلہ عشق کے ہراول دستہ کے حدی خواں ہیں۔ اور رضویات کے حوالے سے ابطال باطل اور احقاق حق کی تابندہ علامت ہیں۔

خاندان رضویہ سے روابط و مراسم :۔

اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ (م۔ ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) کے خاندان سے علامہ صاحب کے بڑے مخلصانہ تعلقات تھے۔ اعلیٰحضرت کے فرزند اصغر مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ (م۔ ۱۴ محرم ۱۴۰۲ھ/ ۳۔ نومبر ۱۹۸۱ء) علامہ اختر شاہجہان پوری پر بڑے مہربان تھے۔ مفتی افضل حسین صاحب جب عزیز و اقارب سے ملنے کے لیے لاہور تشریف لائے۔ (جو بریلی شریف مین نائب مفتی تھے) تو انھیں تاکید کی گئی:

''اختر شاہجہان پوری سے ضرور ملنا اور انھیں میرا سلام کہنا''

دوسری بار حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے تو وہاں مقیم اعلیٰ حضرت کے خلیفہ مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ (م۔ ۴ ذوالحج ۱۴۰۱ھ/ ۱۲ اکتوبر ۱۹۸۱ء) کے دولت کدہ پر جناب محمد عارف قادری رضوی ضیائی کے ذریعے سلام اور کرامت نامہ بھیجا، جسے علامہ صاحب سرمایہ افتخار اور سند نجات شمار کرتے تھے۔

سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں اجازات و خلافت :۔

علامہ اختر شاہجہان پوری علیہ الرحمہ یوں تو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ

Marfat.com

اپنے والد قدس سرہ سے حاصل کیا۔
ان علوم و فنون کے بعد مندرجہ ذیل علوم و فنون کا ذکر کیا ہے جنہیں انہوں نے اساتذہ سے بالکل نہیں پڑھا لیکن علمائے کرام سے انہیں ان کی اجازت حاصل ہے۔
(۲۲) قرات (۲۳) تجوید (۲۴) تصوف (۲۵) سلوک (۲۶) اخلاق (۲۷) اسماء الرجال (۲۸) سیر (۲۹) تواریخ (۳۰) لغت (۳۱) ادب مع جملہ فنون۔
اس کے بعد سند اجازت میں ان ۱۴ علوم و فنون کا ذکر کیا ہے جن کے بارے میں لکھا ہے۔ ان علوم کی اجازت دیتا ہوں جنہیں میں نے کسی استاد سے حاصل نہیں کیا نہ پڑھ کر نہ سن کر نہ باہمی گفتگو سے۔
(۳۲) ارتماطیقی (۳۳) جبر و مقابلہ (۳۴) حساب سینی (۳۵) لوغاثمات (۳۶) توقیت (۳۷) مناظر و مرایا (۳۸) اکر (۳۹) زیجات (۴۰) مثلث کروی (۴۱) مثلث مسطح (۴۲) ہیئت جدیدہ (۴۳) مربعات (۴۴) جفر (۴۵) زائچہ۔
پھر آخر میں لکھا۔ تو گویا انیس علوم ایسے ہیں جن کی تعلیم صرف آسمانی فیض سے مجھے حاصل ہوئی۔
اس کے بعد سند میں مندرجہ ذیل علوم و فنون کے بارے میں بھی لکھا ہے کہ ان کی تعلیم کسی استاد سے حاصل نہیں کی۔
(۴۶) نظم عربی (۴۷) نظم فارسی (۴۸) نظم ہندی (۴۹) نثر عربی (۵۰) نثر فارسی (۵۱) نثر اردو ۵۲) خط نسخ ۵۳) خط نستعلیق (۵۴) تلاوت مع تجوید (۵۵) علوم الفرائض۔
(ڈاکٹر محمد مسعود احمد۔ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی ص ۹۸ بحوالہ اجازت الرضویہ مشمولہ رسائل رضویہ جلد دوم ص ۳۰۱۔ ص ۳۱۵)۔
ڈاکٹر محمد مسعود احمد لکھتے ہیں۔
”اس طرح فاضل بریلوی نے جن علوم و فنون پر دسترس حاصل کی ان کی تعداد ۵۵ یا اس سے بھی متجاوز ہے۔ چودھویں صدی ہجری میں ہندوستان ہی نہیں عالم اسلام میں بھی کوئی ایسا عالم نظر نہیں آتا جو اس قدر علوم و فنون پر دستگاہ رکھتا ہو

Marfat.com

دہلوی علیہ الرحمہ (م۔۱۹۶۶ء) سے بیعت ہیں مگر مظہری ہونے کے ساتھ ساتھ آپ قادری رضوی بھی ہیں۔
آپ کو دونوں سلاسل طریقت میں عظیم الشان ہستیوں سے اجازات وخلافت حاصل ہیں۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں ان مایہ ناز شخصیات سے اجازت وخلافت حاصل ہے:

☆ حضرت مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب زید عنایۃ

☆ حضرت مولانا ابوالحسن زید فاروقی علیہ الرحمہ (م۔۲ دسمبر ۱۹۹۳ء)

سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں مندرجہ ذیل سرکردہ حضرات سے خلافت حاصل تھی:

☆ مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ (م۔۱۹۸۱ء)

☆ شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی المعروف مدنی میاں دامت برکاتہم العالیہ

☆ فقیہہ العصر شارح بخاری علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ (م۔۲۰۰۰ء)

☆ نبیرۂ اعلیٰ حضرت علامہ اختر رضا خاں قادری مدظلہ العالی

مفتی تقدس علی خاں علیہ الرحمہ (م۔۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء) سمیت دیگر کئی بزرگوں نے انھیں حدیث کی وہ سندیں بھی عنایت فرمائیں جو علامہ صاحب کو خانوادۂ اعلیٰ حضرت سے شرف یاب کرتی ہیں۔

میدان قلم میں:۔

علامہ اختر شاہجہان پوری صاحب ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء میں قلمی میدان میں اترے۔۱۹۶۲ء سے دم وصال ۱۹۹۳ء تک حق وصداقت کی حمایت میں وہ مسلسل لکھتے آئے۔گستاخان رسول اور بد مذہبوں کا تعاقب کرتے رہے۔لیکن کسی گمراہ گر سے ان کی ایک سطر کا بھی جواب نہ بن پڑا۔ان کے لبوں پر ان کا یہ شعر تحدیث نعمت کے طور پر رہتا:

یاالٰہی کلک اختر کو بنا ''کلک رضا'' دشمنان دین نہ یہ سمجھیں، رضا جاتا رہا

موصوف کو جس طرح تمام بزرگان دین سے عقیدت ہے۔اسی طرح چودھویں صدی کے مجدد برحق امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ سے ہے۔اعلیٰ حضرت کے دفاع میں آپ نے جتنا لکھا ہے وہ آپ کے عاشق اعلیٰ حضرت اور رضوی ہونے کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

اعلیٰ حضرت پر علامہ صاحب کی سب سے پہلی تحقیقی تحریر ''اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام'' ہے۔جسے ۱۹۷۰ء میں مرکزی مجلس رضا لاہور نے شائع کیا۔۱۹۸۸ء میں مرکزی مجلس امام اعظم، لاہور نے ''سیرت امام احمد رضا'' شائع کی۔اس کے ص ۷ اپر اعلیٰ حضرت کی ناقدری کا یوں گلہ کرتے ہیں:

''کسی بیدار جماعت میں اگر اس مرتبے کا کوئی عالم پیدا ہو جاتا تو وہ لوگ اس کے علوم وفنون سے نہ صرف خود مستفید ہوتے بلکہ پوری دنیا کو اس کے افکار ونظریات پڑھنے اور سمجھنے پر مجبور کر دیتے۔

Marfat.com

اس کے باوجود مسلمانان اہل سنت و جماعت اور خصوصاً علمائے اہل سنت کی بیداری اور اعلیٰ حضرت سے عقیدت و محبت کی داد بھلا کون دے سکتا ہے کہ اس نابغۂ عصر کے علمی کارناموں اور تحقیقی جواہر ریزوں کو کما حقہ محفوظ بھی نہیں کیا اور نہ یگانوں اور بیگانوں کو اپنے اس محسن کی علمی عظمت سے آشنا کرانے کی کوئی خاص زحمت اٹھائی ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا نام اس کے باوجود اگر آج تک زندہ ہے تو صرف ان کے عظیم اور جاندار علمی کاموں کی وجہ سے زندہ ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ ان کا نام قیامت تک زندہ و تابندہ رہے گا کیونکہ

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما''

انگریزوں کی آمد سے قیام پاکستان تک سرزمین برصغیر میں جن فتنوں نے سر اٹھایا۔ ان کے پشت پناہ انگریز تھے۔ اہل اسلام کی طاقت توڑنے کے لیے انگریزوں نے کئی فتنے ایجاد کیے۔ ان کے فتنوں اور ان کے حاشیہ برداروں کی تاریخ بیان کرنے کے لیے چار ضخیم جلدوں میں ''معارف رضا'' لکھنے کا پروگرام بنایا۔ جس کی پہلی ضخیم جلد ''مشعل راہ'' کے عنوان سے ۱۹۸۶ء میں فرید بک سٹال لاہور سے شائع ہوئی۔ تاریخ برصغیر میں یہ تحقیقی کتاب اہل پاکستان کے لیے واقعی مشعل راہ ہے۔ ''معارف رضا'' کی دیگر جلدوں کو بعد ازاں چھوٹے رسائل سے بدل دیا گیا۔

آخری دنوں میں ایک بار ایسے جوش میں آئے کہ اعلیٰ حضرت کے معروف سلام محبت کے پہلے مصرع:

''مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام''

پیر بے تکان دو گھنٹے بولتے چلے گئے۔ حالانکہ ڈاکٹروں نے انھیں زیادہ بولنے سے منع کر رکھا تھا۔ لیکن جب سانس پھول گیا تو جوش بیان کا زور ٹوٹ گیا۔ نڈھال سے ہو گئے۔ پانی پیا، کچھ دیر بعد حالت کچھ بہتر ہوئی تو ہمیں مبہوت پا کر خفیف سے قہقہے سے ہنس دیئے اور کہنے لگے:

''برخوردار! یہ اعلیٰ حضرت کے سلام کے پہلے مصرع کی شرح بیان کی ہے مگر ابھی میری تسلی نہیں ہوئی، وہ تو سانس پھول گیا اور بات بیچ میں رہ گئی۔ ہمت ساتھ دیتی تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کچھ اور بھی شان رحمت بیان کرتا۔ اچھا پھر کبھی سہی۔''

پھر کچھ دیر توقف کے بعد گویا ہوئے:

''خیر قدرت کو منظور ہوا تو کبھی سلام کی شرح بھی لکھیں گے۔''

شدت وجلالت:۔

علامہ صاحب کی شخصیت عام طور سے ایک سخت مزاج اور جلال سے معمور سامنے آتی ہے۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ یہ شدت وجلالت کیونکر تھی۔ یہ سخت مزاجی اپنے پس پشت کیا منظر لیے ہوئے ہے۔

یہ ٹھیک ہے کہ وہ مختلف بیماریوں سے عمر بھر گھائل رہے۔ اور مسلسل بیمار رہنے سے مزاج میں جلالت

Marfat.com

یہی نہیں کہ انہوں نے اتنے علوم کی تحصیل کی بلکہ ہر ایک علم و فن میں اپنی کوئی نہ کوئی یادگار چھوڑی۔ وہ خود ۱۳۲۳ / ۱۹۰۵ میں تحریر فرماتے ہیں ولی فی کلھا اوجلھا تحریرات و تعلیقات من زمن طلبی والی ھذا الحین (الاجازت المتینۃ)

جن علوم و فنون کا اوپر ذکر کیا گیا ان میں سے بعض کو فاضل بریلوی نے خود ترک فرما دیا بعض کو اپنایا اس ترک و قبول پر انہوں نے خود روشنی ڈالی ہے۔ "میں نے فلسفہ اولیٰ کو ترک کیا۔ میں نے محسوس کیا کہ اس میں سوائے ملمع کاری کے کچھ نہیں اس کی ظلمت اور زنگ ایسا چھاتا ہے کہ دین کو سلب کرلیتا ہے' اور اس ظلمت کی وجہ سے قیامت کا خوف ہلکا ہو جاتا ہے۔ اس لئے میں نے اپنی ذمہ داریوں پر غور کیا------ اور ہیئت' ہندسہ' نجوم' لوگارثمات اور فنون ریاضی سے میرا شغف اس لئے نہیں کہ اس میں مجھے مزید مشق حاصل ہو' بلکہ یہ محض تفریح طبع کے لئے ہے۔ اس کے علاوہ اس سے وقت کی تعیین اور تعدیل میں مدد ملتی ہے جس سے مسلمانوں کو نماز روزے میں فائدہ پہنچتا ہے۔

مجھے تین کاموں سے دلچسپی ہے اور ان کی لگن مجھے عطا کی گئی ہے۔ سید المرسلین صلوٰۃ اللہ تعالیٰ و سلامہ علیہ و علیھم اجمعین کی حمایت کرنا' دین کے دعویداروں' بدعتیوں کی بیخ کنی اور حسب استطاعت مذہب حنفی کے مطابق فتویٰ نویسی۔" (فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں ص ۷۰)

شیخ احمد رضا خاں جو دنیائے علم و فضل میں فاضل بریلوی کہے جاتے ہیں' انتہائی ذہین و فطین تھے' ان کا حافظہ بھی بے پناہ تھا۔ اس کا ثبوت اس امر سے ملتا ہے کہ انہوں نے ایک مہینے میں قرآن پاک حفظ کرلیا تھا۔ اس وقت ان کی عمر ۲۱ سال تھی۔ وہ ایک گوشہ نشین عالم تھے' ان کا زیادہ وقت تالیف و تصنیف اور مطالعہ کتب میں گزرتا تھا۔ اندرون خانہ اپنے کتب خانے میں جو نفائس مخطوطات و نادر مطبوعات پر مشتمل تھا' وہ بیٹھے علمی کاموں میں مصروف رہا کرتے تھے۔ شام کے وقت مابین عصر و مغرب وہ باہر آکر تشریف فرما ہوتے لوگوں سے ملتے' مسترشدین کو ہدایات رشد دیتے' خطوط

Marfat.com

پیدا ہوگئی تھی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کے قلم میں شدت عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب تھی۔ ان کی غیرت کو قطعاً یہ گوارا نہیں تھا کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں کوئی انگلی اٹھانے کی جرأت کرے۔ وہ ایسی کریہہ انگلی کاٹ دینے کے قائل تھے۔ وہ بے ادبوں اور گستاخوں کے لیے شمشیر برہنہ تھے۔ ایسے افراد کو ذرہ برابر رعایت دینے کے روادار نہ تھے۔ ایسوں کے لیے، ان کی للکار کسی بھپرے ہوئے شیر سے کم نہ ہوتی۔ ان کی دردمندی اور تڑپ کی جھلک ملاحظہ فرمائیں:

''حضرات اولیاء اللہ نے دوسرے ملکوں سے آکر اس ملک میں خدا پرستی کا درس دیا۔ جس میں بت پرستی کو ذریعہ نجات سمجھا جاتا تھا۔ یہاں خدائے وحدہ لاشریک کی جگہ ہزاروں فرضی خداؤں یعنی پتھروں سے تراشے بتوں کی پوجا ہوتی تھی۔ کتنے ہی بزرگوں نے اس کار خیر کے لیے اپنی زندگیاں اور زندگی کی جملہ راحتوں کو قربان کر دیا تھا۔ خدائے ذوالمنن کے فضل وکرم سے ان حضرات کی مساعی جمیلہ کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوا اور ہر بزرگ نے ہزاروں بلکہ لاکھوں ہندوؤں کو حلقہ بگوش اسلام کر دیا تھا۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

مذکورہ کارنامہ انجام دینے والے بزرگوں کا ایک ہی دین و مذہب تھا۔ یعنی وہ سب کے سب سنی حنفی تھے۔ یہی ان کا فرقہ تھا۔ یہی ان کی جماعت تھی...... یہ وہی جماعت چلی آرہی تھی۔ جو اللہ کے آخری رسول سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنائی تھی۔ صحابہ کرام کا مقدس گروہ اسی جماعت کا ہراول دستہ یا اسی عمارت کی بنیاد تھا۔ یہی جماعت آگے چل کر اہل سنت و جماعت کہلاتی ہے...... یہ نام انھیں اس لیے اختیار کرنا پڑا کہ بعض گمراہ فرقے بھی عالم وجود میں آگئے تھے۔ ان میں سے ہر فرقہ گمراہ ہونے کے باوجود اپنی حقانیت منوانے پر تلا ہوا تھا۔ ہر فرقے نے اپنے اوپر خوشنما لیبل لگایا۔ اور اہل حق کو برے القاب سے یاد کرنے لگے۔ مسلمانوں کی اصلی جماعت نے اپنا تشخص برقرار رکھنے کی خاطر خود کو اہل سنت و جماعت لکھنا اور بتانا شروع کر دیا۔

بت پرستوں کو خدا پرست بنانے والے سارے اولیاء اللہ بھی اہل سنت ہی تھے۔ کیونکہ غیر مسلموں کو مسلمان بنانا یا مسلمانوں کو غیر مسلموں کے شر سے بچانا یہ اہل سنت ہی کا طرہ امتیاز ہے۔ جبکہ دوسرے حضرات کا وزن علی الاعلان یا چھپ کر اکثر و بیشتر کفار و مشرکین ہی کے پلڑے میں رہا ہے۔ اس لحاظ سے مسلمانوں کی اصلی جماعت اور جعلی جماعتوں کا زاویہ نظر ہمیشہ مختلف ہی رہا ہے۔ باقی مسلمان کہلانے والوں سے اگرچہ ووٹ تو مسلمانوں کے بڑھتے ہیں لیکن معلوم نہیں یہ حالات کی ستم ظریفی ہے یا کسی خاص، بزرگ کی مطابقت کہ ان مسلمان کہلانے والوں کی اکثریت کے نام مسلمانوں کے کھاتے میں اور کام غیر مسلموں کے کھاتے میں جاتے ہیں۔ ان کی زبانیں بظاہر مسلمانوں کے ساتھ نظر آتی ہیں لیکن دلوں کے رشتے غیر

Marfat.com

لکھتے لکھواتے' آئے ہوئے استفسارات و فتاویٰ کے جوابات تحریر فرماتے یا املا کراتے پانچوں وقت کی نماز حالت علالت و ضعف میں بھی مسجد جاکر جماعت سے پڑھتے۔

علمی مشغولیات کے باعث انہیں سفر کا زیادہ موقع نہیں ملا' پھر بھی عظیم آباد' آرہ' کلکتہ' اجمیر شریف' امرتسر' کان پور' بھوالی' بیسل پور' جبل پور' بمبئی' کراچی' لاہور' بدایوں' پیلی بھیت' رام پور' مراد آباد' مارہرہ کے اسفار کا ذکر ملتا ہے کہا جاتا ہے انہوں نے انجمن نعمانیہ لاہور کے سالانہ جلسہ دستار بندی میں شرکت کے لئے لاہور کا بھی سفر کیا تھا۔ (مکتوب پیرزادہ اقبال احمد فاروقی لاہور بنام مقالہ نگار) لیکن ابھی تک اس سفر کے مستند شواہد سامنے نہیں آئے ہیں۔

حج بیت اللہ و زیارت روضۂ نبوی کے لئے دوبار انہوں نے حرمین شریفین زاد اللہ شرفہما کا سفر اختیار کیا تھا۔ ان دونوں سفروں میں انہوں نے عرب کے اسلامی و علمی مرکزوں کو دیکھا تھا' وہاں کے علماء سے ملاقات کی' علوم اسلامی اور دینی مسائل میں بعض علماء سے تبادلہ خیالات کے انہیں مواقع ملے وہاں کے کتب خانوں سے متمتع ہوئے علماء سے مشہور محدثین کی مخصوص اسانید کے احادیث روایت کرنے کی اجازتیں حاصل کیں اور اپنے مخصوص اسناد سے وہاں کے علماء کو حدیث روایت کرنے کی اجازت دی۔ پہلا سفر اپنے والد کے ساتھ ۱۲۹۵ھ ۱۸۷۸ء میں انہوں نے کیا' حرمین کے اکابر علماء سے تفسیر و حدیث و فقہ کا درس لے کر شہادات و اسناد حاصل کئے شافعیوں کے امام شیخ حسین بن صالح جمل اللیل سے صحاح ستہ کی سند اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت انہیں ملی۔ اس سند میں حضرت امام بخاری تک صرف گیارہ واسطے ہیں۔ شیخ نے اپنی کتاب الجوہرۃ المضیہ (جو مناسک حج میں شافعی مسلک کے مطابق ہے) کی شرح لکھنے کی ان سے فرمائش کی آپ نے دو دن میں اس کتاب کی شرح نیرۃ الوضیہ کے نام سے لکھ کر انہیں پیش کردی۔ فاضل بریلوی نے پہلے ابیات کا ترجمہ فرمایا' پھر شرح میں پہلے مطلب' پھر اختلاف مذاہب شافعیہ و حنفیہ اور بیان مذہب حنفیہ میں اختیار راجح و ترک مرجوح وغیرہ کے ساتھ متصف فرمایا اور پھر اس پر بعض تعلیقات و حواشی تحریر فرمائے جن میں فوائد لطیفہ و توضیح مسائل و تخریج

Marfat.com

مسلموں کے ساتھ استوار ہوتے ہیں۔ ان کے جسم تو مسلمانوں میں گھلے ملے رہتے ہیں۔ لیکن چشم بینا کو ان کی روحیں غیر مسلموں کے سامنے سجدہ ریز نظر آتی ہیں۔ شاید ایسے ہی مسلمانوں کی فہمائش کے لیے شاعر مشرق نے فرمایا تھا۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے

ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات ۱؎

''ہم نے ایک دن پوچھا علامہ صاحب! جس طرح آپ کے مزاج میں جلال ہے، آپ کی تحریروں میں بھی اسی طرح جلال ہے۔ جبکہ قبلہ ڈاکٹر مسعود صاحب کی تحریروں میں اس کے برعکس جمال ہی جمال ہے اور مزاج میں بھی سختی نہیں ...... سنا ہے مفتی مظہر اللہ صاحب علیہ الرحمہ کے مزاج میں بھی جمال غالب تھا...... فیض مظہری کے یہ دو مختلف مظاہر دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔''

ہنس کے فرمانے لگے:

''میرے مزاج میں جلال''! ...... پھر قہقہہ لگا کر فرمایا:

''میرے مرشد زادے ڈاکٹر صاحب کی مثال سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے...... اور ناچیز کی مثال سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مانند قرار دے لیں۔ جس طرح کچھ ڈاکٹر حلیم ہوتے ہیں۔ ان کی نرم مزاجی سے، ہی مریض بھلا چنگا ہو جاتا ہے...... اور کچھ ڈاکٹر اسپشلائزڈ ہوتے ہیں یعنی سرجن!...... تو سرجن بھی طبعاً حلیم ہوتے ہیں مگر ان کی ڈیوٹی کی نوعیت ایسی ہوتی ہے کہ اچھا خاصا آدمی سخت گیر معلوم ہوتا ہے...... ۱۔ خصائص کنز الایمان، ص ۱۵، ۱۶ مطبوعہ لاہور ۱۹۸۸ء...... ناچیز کی ڈیوٹی بھی اسپیشل قسم کی ہے۔ ناچار سرجن کے فرائض انجام دینا پڑ رہے ہیں۔''

کنز الایمان شریف کے لیے خدمات:۔

لاہور میں اہل سنت کے سرکردہ ناشر ضیاء القرآن پبلی کیشنز نے کنز الایمان کی اشاعت کا پروگرام بنایا تو اس خیال سے کہ کنز الایمان کی افادیت اہمیت اور مقبولیت تو مسلمہ ہے لیکن عوام الناس میں اس کی شان اجاگر کرنے کے لیے دیگر تراجم سے اس کا تقابل پیش کر دیا جائے۔ اس سلسلہ میں علامہ صاحب سے رجوع کیا گیا تو یہ مقالہ پچاس کے قریب صفحات پر پھیل گیا اور یوں ''خصائص کنز الایمان'' رسالہ جلوہ گر ہوا۔ خوبصورت اشعار سے مزین یہ موازنہ آسان فہم اور دل پذیر انداز بیان لیے ہوئے ہے۔ یہ رسالہ علامہ صاحب کی قلمی فتوحات میں شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسے سب سے پہلے مرکزی مجلس امام اعظم، لاہور نے ۱۹۸۸ء میں شائع کیا۔ اس کے بعد متعدد اداروں نے شائع کیا۔ جماعت اہل سنت لاہور حلقہ والٹن کینٹ گذشتہ چھ سات سال سے اپنے زیر اہتمام منعقدہ امام احمد رضا کانفرنس میں ''خصائص کنز الایمان'' ہر

Marfat.com

احادیث وغیرہ کی گئی ہے۔ یہ تعلیق بھی ایک رسالہ ہوگئی جس کا نام الطرۃ الرضیۃ علی النیرۃ الوضیہ رکھا یہ کتاب قابل دید اور مسائل حج میں بے نظیر ہے۔ مطبع انوار احمدی لکھنؤ میں ۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۰ء میں طبع ہوئی (شاہ محمود جان ذکر رضا ص ۸) دوسری بار حج و زیارت کا شرف انہیں کوئی ۲۸ سال کے بعد ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء میں حاصل ہوا۔ یہ سفر ان کی علمی زندگی کا تاریخی سفر ثابت ہوا۔ وہاں اس زمانے میں کرنسی نوٹ کے حکم پر بحث جاری تھی اور یہ مسئلہ علمائے حرمین کے لئے عقدہ لاینحل بنا ہوا تھا۔ انہوں نے نوٹ کے احکام پر قلم برداشتہ عربی میں ایک رسالہ "کفل الفقیہ الفاھم فی احکام قرطاس الدراھم" لکھ کر علمائے حجاز کو حیرت میں ڈال دیا۔ مسئلہ علم غیب پر فصیح و بلیغ عربی میں آٹھ گھنٹے کے اندر رسالہ "الدولتہ المکیتہ" قلم بند کرکے پیش کردیا علمائے حرمین ان کے تبحر علمی و ذکاوت و فطانت سے بہت متاثر ہوئے۔ اسے مفتی صالح بن کمال نے ایک علمی مجلس میں کوئی ساڑھے تین سو علمائے حرمین کے سامنے پڑھ کر سنایا۔ اس مجلس کے بعد فاضل بریلوی کی علمی شہرت سارے عرب میں پھیلی اور وہاں کے متعدد علماء نے آپ سے اجازت و شہادات حاصل کئے۔ (الاجازات المتینیتہ)

تحصیل علم سے فراغت کے بعد وہ ہمہ تن درس و تدریس، تالیف و تصنیف اور فتویٰ نویسی میں مصروف ہوگئے۔ ابتداء میں تدریس کی طرف خاص توجہ رہی۔ بریلی میں ایک دینی مدرسے کی ضرورت مدرسہ "منظر اسلام" کے قیام کی داعی ہوئی۔ یہ مدرسہ ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۴ء میں حسن رضا خاں حسن بریلوی اور حکیم سید امیر اللہ شاہ بریلوی کی مساعی سے قائم ہوا۔ دو طالب علموں محمد ظفر الدین بہاری اور سید عبد الرشید عظیم آبادی سے مدرسے کا افتتاح ہوا۔ فاضل بریلوی نے صحیح بخاری شریف کا درس دینا شروع کیا۔ کچھ دنوں کے بعد سید بشیر احمد علی گڑھی تلمیذ رشید مولانا لطف اللہ علی گڑھی (۱۲۴۴-۱۳۳۴ھ) کا تعلق اس مدرسے سے قائم ہوا اور وہ مسلم الثبوت اور صحیح مسلم شریف پڑھانے لگے۔ فاضل بریلوی

Marfat.com

سال شائع کرتی ہے۔

کنز الایمان کی اردو آج کی دور سے قدرے مختلف ہے۔ یعنی جس دور میں کنز الایمان لکھا گیا، اس دور کی اردو میں رائج الفاظ آج کی اردو میں نہیں جو متروک ہو چکے ہیں اور عوام الناس کے فہم سے بالاتر ہیں۔ علامہ صاحب نے کنز الایمان کے ان الفاظ کو "تسہیل کنز الایمان" کے نام سے مرتب کیا۔ یہ مقالہ گویا کنز الایمان شریف کی ڈکشنری ہے۔ ضیاء القرآن والوں کے مطبوعہ کنز الایمان میں یہ الفاظ اپنے اپنے مقام پر بریکٹ میں دیئے گئے ہیں...... "تسہیل کنز الایمان" کو مرکزی مجلس امام اعظم نے ۱۹۹۳ء میں شائع کیا۔

رحلت سے قبل ایک ملاقات میں علامہ صاحب بتلا رہے تھے کہ انھوں نے کنز الایمان شریف سے متعلق ایک وسیع کام شروع کیا ہے۔ جس کا عنوان "باغ کنز الایمان" تجویز کیا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ اور ان کے صاحبزادگان کے تراجم سے معاندین کے دستیاب اردو تراجم سے تقابل پیش کیا جائے۔ پھر معاندین کی بد دیانتی پر قلم اٹھایا جائے۔ چونکہ معاندین اپنے مکتب فکر کے ڈانڈے خاندان شاہ ولی اللہ سے ملاتے ہیں...... واضح رہے کہ اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ اور حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ کے تراجم حفظ مراتب کے اعتبار سے ملتے جلتے ہیں۔ جب شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ کا ترجمہ قرآن ہر قسم کی تنقیص سے پاک ہے، تو دور جدید کے یہ خارجی کیونکر اپنے آپ کو شاہ ولٰہی مکتب فکر سے منسوب کرتے ہیں۔ جبکہ شاہ اسماعیل دہلوی نے اپنی الگ سے ڈگر بنالی تو فکری تناظر میں اپنے اسلاف سے کٹ گیا۔"

علامہ صاحب نے اس موضوع پر کافی کام کرلیا تھا۔ نا معلوم تکمیل ہوئی یا نہیں؟

کنز الایمان کی اہمیت وافادیت سے ہر صاحب ایمان کو یوں تلقین فرماتے رہے:

"مسلمانو! اے شمع رسالت کے پروانو! اگر خدا نصیب کرے تو قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے صرف اور صرف کنز الایمان ترجمہ قرآن ہی پڑھنا...... قرآن کریم کا اردو میں یہی سب سے صحیح ترجمہ ہے۔ اردو کے باقی جتنے ترجمے ہیں۔ ان میں سے اکثر ترجمے بے دینوں نے کیے ہیں اور انھوں نے بعض آیات کا ترجمہ منشائے ربانی کے خلاف کر کے مقدس شجر اسلام میں غیر اسلامی عقائد ونظریات کی قلمیں لگائی ہوئی ہیں...... خدا نہ کرے کہ آپ یا آپ کے گھر والے ان ترجموں کو پڑھ کر اپنی دولت ایمان کو ضائع کر بیٹھیں۔ ایمان کی حفاظت کے لیے بے ادبی و بے حرمتی سے مبرا کنز الایمان کو پڑھنا اشد ضروری ہے۔ کیونکہ یہ ترجمہ قرآن تفاسیر معتبرہ کے عین مطابق ہے۔

پند ھا دادیم وحاصل شد فراغ ماعلینا یا اخی الا البلاغ

Marfat.com

خاص طلباء کو اقلیدس، تصریح، تشریح الافلاک، شرح چغمینی اور تصوف کی کتابوں میں عوارف المعارف اور رسالہ قشیریہ کا درس دیتے تھے۔ آخرالذکر دونوں کتابوں کے اسباق میں طلباء کے علاوہ علماء کی جماعت بھی شریک ہوتی تھی۔ (حیات ملک العلماء ص ۱۳) قیام مدرسہ سے فاضل بریلوی کی وفات تک اٹھارہ سال کی مدت میں جن طلباء نے آپ سے درس لیا اور جن محبان علم نے آپ سے فیوض علمی حاصل کئے ان کی تعداد بتانی مشکل ہوگی۔ اتنا یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ تلامذہ و مستفیدین کی تعداد ہزاروں تک پہنچے گی۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ لاہور (۲۷۹/۱۰) کے مقالہ نگار اور ''رضویات'' کے ماہر خصوصی ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے جن چند متبحر عالموں کی نشان دہی کی ہے وہ یہ ہیں حامد رضا خاں (م ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء) محمد ظفرالدین قادری رضوی مئولف جامع الرضوی المعروف بصحیح البھاری (م ۱۳۸۲ھ / ۱۹۶۲ء) سید احمد اشرف جیلانی (م ۱۳۴۴ھ / ۱۹۲۵ء) عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (م ۱۳۷۳ھ / ۱۹۵۲ء) برہان الحق جبل پوری (م ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵ء) حسنین رضا خاں بریلوی (م ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء) مفتی ابویوسف محمد شریف سیالکوٹی (م ۱۳۰۷ھ / ۱۹۵۱ء) امجد علی اعظمی (۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۱ء) مولف بہار شریعت، امام الدین سیالکوٹی (۱۳۸۱ھ / اگست ۱۹۶۱ء) مفتی غلام جان جام ہزاروی (م ۱۳۷۹ھ / ۱۹۵۹ء) مقالات یوم رضا ۱۶/۳) حیات اعلیٰ حضرت میں ۱۱۶ اہم تلامذہ کے نام درج ہیں۔ (۲۱۲/۱)

۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء کو فاضل بریلوی نے اپنے والد ماجد کے ہمراہ مارہرہ جا کر شاہ آل رسول مارہروی (م ۱۲۹۷ / ۱۸۷۷) کی خدمت میں حاضر ہو کر سلسلہ قادریہ میں بیعت اور جملہ سلاسل قدیمہ و جدیدہ میں خلافت و اجازت سے مشرف ہوئے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱۰ / ۲۷۹) اپنی وفات ۱۲۹۲ھ سے پہلے انہوں نے اپنے ابن الابن ولی عہد و سجادہ نشین سید شاہ ابوالحسین احمد نوری کے سپرد کی جن سے فاضل بریلوی نے بعض تعلیم طریقت و علوم تکسیر و جفر حاصل کئے۔ (حیات اعلیٰ حضرت ص ۳۵) بعض دوسرے مشائخ سے بھی قادریہ،

Marfat.com

یہ پیغام بالعموم مرکزی مجلس امام اعظم، لاہور کی کتب کے پس سرورق شائع ہوتا تھا۔ اور عوام الناس تک پہنچنے کا مؤثر ذریعہ تھا۔

تسہیل کے ذیل میں انھوں نے امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کے رسالہ ''الہادی الحاجب'' کو اتنے آسان پیرائے میں بیان کیا ہے کہ پرائمری کا طالب علم بھی استفادہ کرسکتا ہے۔ ۱۹۹۳ء میں مرکزی مجلس امام اعظم، لاہور نے ''غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں'' کے عنوان سے شائع کیا۔

خاتمہ کلام:۔ بلاشبہ علامہ صاحب اہل سنت کا سرمایہ ہیں۔ دین کے لیے آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ قحط الرجال کے اس دور میں ان کے پائے کا راسخ العقیدہ شخص شاید ہی کوئی ملے۔ آج جبکہ علامہ صاحب ہم میں نہیں ہیں، ہمیں ان کی کمی، ان کا خلا محسوس ہو رہا ہے۔ گو قدرت نے ان سے جو کام لینا تھا وہ لے لیا۔ اپنے حصے کا وہ کام کر گئے، مگر ان کے انداز میں لکھنے والا آج کوئی نہیں۔ زندگی میں اگر کسی کی قدر افزائی نہ کی گئی ہو تو کم از کم اتنا تو احساس ہونا چاہیے کہ عمر بھر جو آپ کے لیے معاندین کے سامنے ڈھال بنا رہا، اپنے خون جگر سے سینہ قرطاس کو گلزار بنائے رہا۔ دنیا سے اٹھ جانے کے بعد اس کی غیر مطبوعہ نگار شات کو لباس اشاعت پہنایا جائے۔ ان کے بکھرے ہوئے پھول چن کر انھیں گلدستے کی صورت پیش کیا جائے۔ کسی رسالے نے ان کے حوالے سے کوئی خصوصی گوشہ/خصوصی اشاعت شائع نہیں کی۔ ان کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے نمبرز شائع کیے جاتے۔

بے شک زندہ قومیں ہی مرنے والوں کو یاد رکھتی ہیں۔ ان کا کردار ایک ایسے چوکیدار کا ہے جو غفلت شعاروں کی حفاظت میں اپنی جان لڑا دینے سے بھی گریز نہیں کرتا۔ وہ عمر بھر اعلیٰ حضرت کی اتباع میں دین کے چوکیدار کی مانند ''جاگتے رہیو جاگتے رہیو'' کا آوازِ خبردار بلند کرتے رہے۔ آج کوئی تو ان کا نام لے۔

یاد جانے کی نہیں اعجاز میری، میرے بعد
کارواں کے بعد نقش کارواں رہ جائے گا

مکتبہ نبویہ کی مطبوعات زکوۃ فنڈ میں حاصل کریں

مکتبہ نبویہ لاہور نے اپنی مطبوعات زکوٰۃ میں دینے کا اعلان کیا ہے۔ ہر ایک پارسل تین کتابوں پر مشتمل ہوگا۔ صرف زکوٰۃ کے مستحق طلباء وعلماء ہی طلب فرمائیں۔ یہ سلسلہ رجب المرجب کے آخر تک رہے گا۔ اس کے بعد معذرت۔

مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور

علامہ کوکب نورانی یورپ کے دورہ سے واپس آ گئے ہیں۔ رابطہ 53/B سندھی مسلم ہاؤسنگ سوسائٹی کراچی

Marfat.com

چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ، علائیہ، بدیعیہ اور علویہ وغیرہ میں اجازت حاصل کی (اجازات المتینۃ ص ۱۱) وہ درج ذیل ۱۳ سلاسل عالیہ کی اجازت و خلافت عطا فرمایا کرتے تھے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ آبائیہ قدیمہ، نیز جدیدہ، قادریہ ابدالیہ، قادریہ منوریہ، قادریہ رزاقیہ، چشتیہ نظامیہ قدیمہ، نیز جدیدہ، سہروردیہ فضلیہ، سہروردیہ واحدیہ، صدیقیہ نقشبندیہ علائیہ، علویہ نقشبندیہ علائیہ، بدیعیہ، علویہ منامیہ (الاجازات المتینۃ ص ۴، ۴۱ سوانح اعلیٰ حضرت ص ۲۶۵) حرمین شریفین، افریقہ، متحدہ ہندوستان وغیرہ کے جن اکابر علماء کو ان سے اجازت و خلافت حاصل ہوئی ان میں ۴۵ مشہور و معروف حضرات کے اسمائے گرامی الاجازات المتینۃ اور الاستمداد میں درج ہیں، نیز دیکھئے۔ فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں ص ۸۸۔

بلاد مغرب اور حرمین کے اجازت پانے والوں کی تعداد ۳۰ ہے جن میں سید عبدالحی کتانی فاسی، شیخ صالح کمال مکی سابق مفتی حنفیہ، سید اسماعیل خلیل مکی محافظ کتب خانہ حرم شریف، سید مصطفیٰ ابن سید خلیل مکی ابوالحسین محمدمرزوقی مکی امین الفتویٰ، شیخ اسعد دھان مکی، شیخ عبدالرحمٰن دھان مکی، شیخ محمد عابد بن حسین مکی مفتی مالکیہ، سید سالم عبدروس علوی حضرمی، سید علوی بن حسن الکاف حضرمی، شیخ الدلائل سید محمد سعید مدنی، شیخ عمر بن حمدان مدنی قابل ذکر ہیں۔ (سوانح اعلیٰ حضرت ص ۲۶۵، حیات مولانا احمد رضا خاں ص ۲۱۵)

ہندوستان کے علماء ومشائخ جنہوں نے فاضل بریلوی سے اجازت و خلافت پائی اور جن کا ذکر خود انہوں نے اپنی تصنیف "الاستمداد" میں کیا ہے، یہ ہیں۔ حامد رضا خاں بریلوی، عبدالسلام جبل پوری، محمد ظفرالدین قادری رضوی برکاتی، محمد امجد علی اعظمی، سید محمد نعیم الدین مراد آبادی، سید احمد اشرف اشرفی جیلانی، سید دیدار علی الوری، احمد مختار صدیقی میرٹھی، عبدالعلیم صدیقی میرٹھی، عبدالاحد قادری برکاتی، محمد رحیم بخش آروی، حاجی محمد لعل خاں مدراسی، مصطفیٰ رضا خاں نوری برکاتی، برہان الحق جبل پوری، شفیع احمد بیسل پوری، حسنین رضا خاں

Marfat.com

مولانا نذیر احمد خجندی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب: خلیل احمد رانا

مولانا نذیر احمد خجندی ابن مولانا شاہ محمد عبدالحکیم صدیقی جوش علیہ الرحمہ میرٹھ (یو پی۔ بھارت) میں پیدا ہوئے، آپ مبلغ اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم میرٹھی علیہ الرحمہ خلیفہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے برادر بزرگ اور مولانا شاہ احمد نورانی کے تایا تھے، ابتدائی تعلیم والد ماجد سے حاصل کی، بعد میں مدرسہ اسلامی عربی میرٹھ کے مدرس مولانا نور احمد سے تکمیل کی، تعلیم سے فراغت کے بعد صحافت کی راہ کو اپنایا، میرٹھ سے ''تاجر'' اخبار جاری کیا اور ممبئی سے ''غالب'' اخبار نکالا، آپ کی زندگی کا زیادہ تر حصہ ممبئی میں گزرا۔ ''مسجد خیر الدین'' کے امام خطیب اور ناظم تھے، آزاد پارک میں عیدین کے امام آپ ہی تھے، تبلیغ اسلام کے لیے برما کا سفر بھی کیا، بقول ڈاکٹر فریدہ احمد ہمشیرہ مولانا شاہ احمد نورانی (کراچی) کہ قائداعظم محمد علی جناح کا نکاح بھی مولانا نذیر احمد خجندی نے پڑھایا تھا، وہ لڑکی پارسی تھی اور مولانا کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا۔ (ہفت روزہ ''افریشیا'' لاہور شمارہ ۱۳ جنوری ۱۹۷۸ء)

جناب ضیاء الدین احمد برنی ایم اے مرحوم (المتوفی ۱۳۸۹ھ/ ۱۹۶۹ء) مدفون کراچی ان کے حالات میں لکھتے ہیں!

''مولوی نذیر احمد خجندی میرٹھ کے رہنے والے تھے اور چونکہ ان کا تعلق پرانی وضع کے علمی گھرانے سے تھا اس لیے انھوں نے پہلے تو درس نظامی کی تکمیل کی اور پھر طب کا مطالعہ کیا، اگرچہ طبیب کی حیثیت سے وہ بمبئی میں صرف تھوڑے سے عرصہ کے لیے جلوہ گر ہوئے، ان کے ایک بھائی (مولوی مختار احمد صدیقی) تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں جنوبی افریقہ میں مقیم ہو گئے تھے، ان کے دوسرے بھائی (مولوی عبدالعلیم صدیقی)

Marfat.com

بریلوی (الاستمداد ص ۳۳) ہندوستان پاکستان اور ممالک اسلامیہ میں ان کے بکثرت خلفا تھے جن کی تعداد ۱۰۰ سے متجاوز ہے۔ ایک ضخیم کتاب ''خلفائے اعلیٰ حضرت'' ابھی حال میں محمد صادق قصوری نے دو جلدوں میں لاہور سے شائع کی ہے۔

اولاد میں پانچ صاحبزادیاں (تفصیلات درحیات اعلیٰ حضرت ص ۱۸) اور دو صاحبزادے تھے۔ حامد رضا خاں (متولد ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء) نے معقولات و منقولات اپنے والد ماجد سے پڑھیں، ۱۹ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے۔ عربی زبان پر انہیں قدرت حاصل تھی صاحب تصانیف تھے انہوں نے ''الدولتہ المکیتہ بالمادہ الغیبیہ'' مرتب کی پھر اس کا اردو ترجمہ ''الاجازات المتینتہ'' کے نام سے کیا۔ مسئلہ ختم نبوت پر الصارم الربانی علی اسراف القادیانی مسئلہ اذان پر سدّ الفرار طبع ہو چکے ہیں۔ حاشیہ ملا جلال قلمی صورت میں محفوظ ہے۔ ان کے علاوہ ایک نعتیہ دیوان اور مجموعہ فتاویٰ ان سے یادگار ہیں یہ دونوں کتابیں بھی شائع ہو چکی ہیں۔ حامد رضا خاں کو جنہیں ان کے معتقدین ''حجتہ الاسلام'' لکھتے ہیں شاہ ابوالحسین احمد نوری سے شرف بیعت و اجازت حاصل کی تھی۔ وہ برسوں مدرسہ منظر اسلام میں جس کے وہ بانیوں اور سرپرستوں میں تھے، حدیث کا درس دیتے رہے۔ ہندوستان اور پاکستان میں ان کے تلامذہ و مسترشدین کی خاصی تعداد تھی۔ ان کے کچھ خلفاء و معتقدین اب بھی زندہ ہیں اور اپنی خدمات بجالا رہے ہیں وہ ۲۳ سال تک اپنے والد کے جانشین رہے ستر برس کی عمر میں انہوں نے ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء کو بریلی میں رحلت فرمائی۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادے محمد ابراہیم رضا خاں (م ۱۳۸۵ھ / ۱۹۶۵ء) ان کے جانشین ہوئے جو تفسیر قرآن کا بہت اچھا ذوق رکھتے تھے۔ ان کے صاحبزادگان میں مفتی اختر رضا خاں جامعہ ازہر کے فارغ التحصیل ہیں اور فتویٰ نویسی میں شہرت رکھتے ہیں۔ یہ اپنے والد کے بعد منظر اسلام کے شیخ الجامعہ ہیں۔ محمد منان رضا خاں بھی بریلی میں مقیم ہیں اور دوسرے دینی و ملی کاموں کے ساتھ ساتھ فاضل بریلوی کی

Marfat.com

سنگا پور، ماریشس وغیرہ علاقوں میں مدتوں تبلیغ کا کام کرتے رہے، جہاں ان کے قائم کردہ ادارے آج بھی مصروف تبلیغ ہیں۔

خجندی نظم ونثر دونوں پر یکساں قدرت رکھتے تھے، ان میں ایک وصف یہ تھا کہ وہ مقرر کی تقریر کو ساتھ کے ساتھ نظم کا جامہ پہناتے جاتے تھے۔

ان کی ایک دو خدمات تو ایسی ہیں جنہیں بمبئی والے کبھی فراموش نہیں کر سکتے، انھوں نے محمد ذکریا منہیار اور حکیم ابو یوسف اصفہانی کے ساتھ مل کر آزاد میدان میں عیدین کی نماز کا ڈول ڈالا اور سر غلام حسین سے جو ان دنوں محکمہ رفاہ عامہ کے وزیر تھے، آزاد میدان کے ایک حصہ میں نماز باجماعت ادا کرنے کی اجازت حاصل کر لی، اس وقت سے وہاں عیدین کی نمازیں بڑی شان سے ادا ہوتی ہیں۔

ان کی دوسری خدمت یہ تھی کہ وہ شہر بمبئی کے تمام مسلم اداروں کی طرف سے عید میلاد کی تقریب نہایت شاندار طریقہ سے کاؤسجی جہانگیر ہال میں مناتے تھے، ان جلسوں میں سب مذاہب کے لیڈروں کو شرکت کی دعوت دی جاتی تھی۔ مسز نائیڈو، سردار تیجا سنگھ اور پارسی موبد اس پلیٹ فارم سے ایک سے زائد مرتبہ تقریریں کر چکے ہیں، محمد علی جناح، نواب بہادر یار جنگ، مولانا شوکت علی اور دوسرے مسلم اکابر بھی ان موقعوں پر پبلک سے خطاب کر چکے ہیں۔

تقریباً ۱۹۳۰ء میں بمبئی کے چند دوستوں نے ''بزم خیال'' کی تشکیل کی تھی، راقم الحروف اس بزم کا صدر تھا اور خجندی نائب صدر، سوائے میرے باقی سب عہدے دار شاعر تھے، اس کی زیر سرپرستی ہم نے دو تین دفعہ آل انڈیا مشاعرے منعقد کئے جو بے حد مقبول ہوئے، اسی بزم کی بدولت اہل بمبئی جوش ملیح آبادی، آزاد انصاری، سیماب اکبر آبادی، بسمل الہ آبادی، ساغر میرٹھی، احسن مارہروی جیسے شعراء سے متعارف

Marfat.com

تصنیفات کی اشاعت میں مصروف ہیں۔

فاضل بریلوی کے چھوٹے صاحبزادے محمد مصطفیٰ رضا خاں ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۲ء کو بریلی میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے اپنے بڑے بھائی اور رحم الٰہی منگلوری (م ۱۳۶۳ھ) سے تعلیم حاصل کی اور اپنے والد ماجد سے علوم دینی کی تکمیل کی۔ شاہ ابوالحسین احمد نوری سے انہیں بیعت تھی اور اپنے والد ماجد سے خلافت و اجازت حاصل تھی۔ پاک و ہند اور بیرونی ممالک میں لاکھوں افراد ان کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے۔ ان کے خلفاء بھی بکثرت ہیں انہیں شعر و سخن کا اچھا ذوق تھا "نوری" تخلص کرتے تھے ان کا نعتیہ دیوان موجود ہے۔ تالیفات میں الملفوظ (۱۳۳۸ھ / ۱۹۱۹ء) الطاری الداری ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء) اور تصنیفات میں تنویر الحجتہ، الحجتہ الباہرہ، القول العجیب، وقعات السنان، طرق الہدی والارشاد قابل ذکر ہیں فتویٰ نویسی میں مہارت رکھتے تھے۔ بریلی کے دارالافتاء میں ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء سے آخر تک فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دیتے رہے۔ یہ مفتی اعظم ہند کے خطاب سے مشہور ہیں۔ "الفتاویٰ المصطفویہ" ان کی یادگار ہے۔ دارالعلوم مظہر اسلام انہی کا قائم کردہ ہے۔ اس کے مہتمم خالد علی خاں صاحب ہیں جن کے ایما پر بریلی میں رضا لائبریری اور رضا اکیڈمی قائم کی گئی ہیں (حیات مولانا احمد رضا خاں ص ۲۱۴) طویل عمر پا کر بریلی میں ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۱ء میں وفات پائی۔ سید ریاست علی قادری نے ان پر ایک کتاب "مفتی اعظم ہند" لکھی ہے جو کراچی سے ۱۹۷۹ء میں شائع ہوئی ہے۔ نیز دیکھئے "مفتی اعظم اور ان کے خلفاء" از محمد شہاب الدین رضوی، رضا اکیڈمی بمبئی ۱۹۹۰ء (حیات احمد رضا خاں بریلوی ص ۲۱۱۔ ص ۲۱۴)۔

مطالعہ و تدریس فتویٰ نویسی کے بعد فاضل بریلوی کا زیادہ وقت تالیف و تصنیف میں گزرتا تھا۔ تصانیف کی کثرت، موضوعات کے تنوع اور ان کی علمی اہمیت کی بنا پر شاید یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ وہ اپنے معاصرین میں بے حد ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ مولف تذکرہ علمائے ہند نے تقریباً ۱۳۰۵ھ / ۱۸۸۷ء میں جب ان کی عمر

Marfat.com

ہوئے، مولوی نجندی ان مشاعروں کے انعقاد میں تن، من، دھن ایک کر دیتے تھے۔

مولوی صاحب برسوں مسجد خیر الدین کے امام رہے، یہ وہ مسجد ہے جسے مولانا ابو الکلام آزاد کے والد ماجد نے تعمیر کرایا تھا اور آج بھی وہ انہی کے نام سے موسوم ہے، اس مسجد کی آمدنی اور مصارف کبھی متوازن نہیں ہوئے، لیکن اس کے باوجود وہ اس سے لپٹے رہے حالانکہ انہیں ہر مہینہ مصارف پورا کرنے کی غرض سے اچھی خاصی تگ و دو کرنی پڑتی تھی۔

نجندی رشتہ میں (بچوں کے مشہور شاعر) مولانا محمد اسماعیل میرٹھی (پ ۱۲، نومبر ۱۸۴۴ء ف یکم نومبر ۱۹۱۷ء) کے بھتیجے تھے اور اس اعتبار سے شاعری ان کی خاندانی چیز تھی، ان میں غضب کی آمد تھی، وہ ہر وقت شعر کہہ سکتے تھے۔

انہیں مشاعرے منعقد کرانے کا شوق جنون کی حد تک تھا، وہ عرسوں کے موقعوں پر بھی مشاعرے منعقد کراتے تھے، شیخ مصری کی درگاہ (بمبئی) میں انھوں نے متعدد مشاعرے منعقد کیے، ایک موقع پر طرح تھی!

''باتیں کرے گی آج اجل مجھ سے پیار کی''

کئی ایک شعراء نے اس پر گرہیں لگائیں، لیکن مولوی صاحب کو منشی اختر وارثی کی گرہ سب سے زیادہ پسند آئی اور وہ دیر تک داد دیتے رہے، وہ گرہ یہ ہے!

بالیں سے ہٹئے آپ سے دیکھا نہ جائے گا
باتیں کرے گی آج اجل مجھ سے پیار کی

ان کا داد دینے کا انداز بھی مخصوص تھا، کبھی کہتے واہ کیا شعر کہا ہے کبھی فرماتے دونوں مصرع برابر کے ہیں، کبھی فرماتے خوب سوچ کے کہا ہے وغیرہ وغیرہ ناممکن تھا کہ اچھا شعر پڑھا جائے اور وہ چپ رہیں، ایک دفعہ باندرہ میں ''مولانا کی مسجد'' کی ملحقہ

Marfat.com

صرف ۳۱ سال تھی، لکھا ہے کہ ان کی تصانیف کی تعداد پچھتر تک پہنچ چکی ہے (کتاب مذکور ص ۱۸) جب کہ فاضل بریلوی نے ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء میں اپنی تصانیف کی تعداد ۲۰۰ سے کچھ زائد بتائی ہے۔ (الدولتہ المکیتہ ص ۱۲۸)۔ ۱۹۰۹ء میں ان کے شاگرد رشید خلیفۂ خاص محمد ظفرالدین قادری رضوی نے "المجمل المعدد لتالیفات المجدد" کے نام سے مرتب کی اور فاضل بریلوی کی ان ۳۵۰ تصانیف کا ذکر کیا جو محرم ۱۳۲۷ھ تک تالیف ہو چکی تھیں۔ "المجمل المعدد" میں سات کالموں (نمبرشمار، سال تالیف، نام کتاب، فن، زبان، کیفیت مسودہ، مبیضہ مطبوعہ، ناتمام اور موضوع) کے تحت مفید معلومات درج کئے گئے ہیں۔ آخر کتاب میں ان پچاس علوم و فنون کا ذکر کیا گیا ہے جن میں یہ کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ہر فن کے مصنفات کی تعداد بھی لکھ دی گئی ہے جیسے عقائد میں ۳۱ تصانیف ہیں، کلام میں ۱۷، تفسیر میں ۷، حدیث و اصول حدیث میں ۱۳ اور فقہ و اصول فقہ میں ۱۵۹ کتابیں لکھی ہیں اس فہرست کے مطابق اس وقت عربی میں ان کی ۱۰۰ تصانیف، فارسی میں ۲۷ اور اردو میں ۲۲۳ تھیں۔ یہ سب ۱۳۲۷ھ تک کی تصنیفات و تالیفات ہیں۔ مرتب نے تصریح کی ہے کہ یہ فہرست مکمل نہیں ہے حامد رضا خاں نے الدولتہ المکیتہ کے حاشیے میں لکھا ہے کہ فاضل بریلوی کی تصانیف کی تعداد ۴۰۰ ہے جن میں سے ان کے فتاوی بڑی تقطیع کے بارہ ضخیم مجلدات پر مشتمل ہیں۔ حاشیہ الدولتہ المکیتہ ص ۱۲۹) المجمل المعدد کی ترتیب کے بعد فاضل بریلوی ۱۳ سال اور زندہ رہے اور زندگی کے آخری دور میں وہ ہمہ وقت تالیف و تصنیف کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ ایک ایک دو دو دن میں پورا رسالہ قلمبند کر دیتے تھے۔ رسالہ المیزان (بمبئی ۱۹۷۶ء) کے امام احمد رضا نمبر میں ۵۴۸ تصانیف کی تفصیلات ملتی ہیں (رسالہ مذکور ص ۳۰۶۔ ص ۳۲۴) یہ تفصیلات انوار رضا (لاہور، ۱۹۷۷ء) میں بھی شائع ہوئی ہیں۔ (ص ۳۲۸۔ ص ۳۴۸) ماہنامہ اعلیٰ حضرت (بریلی اکتوبر دسمبر ۱۹۶۲ء) میں ان کی ۲۵۵ قلمی تصانیف کی فہرست سوانح اعلیٰ حضرت میں شائع ہوئی ہے۔ (کتاب مذکور ص

Marfat.com

درگاہ میں مشاعرہ ہوا، نجندی صدر تھے، اختر وارثی نے ذیل کا شعر پڑھا جس پر حاضرین نے انہیں خوب داد دی۔

زاہد کو بڑا ناز ہے مسجد پہ الٰہی
رندوں کی دعا ہے اسے میخانہ بنا دے

مولوی صاحب نے داد میں مطلق حصہ نہیں لیا، مگر اتنا فرمایا! اختر صاحب، وارثی ہو کر ایسی باتیں؟''

نجندی بڑی پاکیزہ سیرت کے مالک تھے، وہ بے حد متوکل اور صابر انسان تھے، کڑے وقتوں کو انھوں جس صبر وشکر سے جھیلا وہ انہی کا حصہ تھا۔

ایک رات وہ مسجد سے گھر جارہے تھے کہ موٹر کی جھپیٹ میں آ گئے اور بری طرح زخمی ہوئے، سب کا خیال تھا کہ وہ جانبر نہ ہوسکیں گے، لیکن خدا نے فضل کیا اور وہ بچ گئے، اس کے بعد یکایک ان کے دل میں حج بیت اللہ کا شوق پیدا ہوا اور وہ عازم حج ہو گئے، حج کے بعد وہ بیمار پڑے اور اور ۱۳۵۵ھ میں شعبان کی کسی تاریخ کو مدینہ منورہ میں انتقال فرما گئے، زندگی میں وہ دعائیں مانگا کرتے تھے کہ انہیں سرزمین حجاز میں موت نصیب ہو، بالآخر خدا نے ان کی دعا قبول فرمالی۔

(ماخذ۔ تذکرہ علمائے اہل سنت از مولانا محمود احمد قادری مطبوعہ کانپور ۱۳۹۱ھ، عظمت رفتہ از ضیاء الدین احمد برنی ایم۔اے مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء)

Marfat.com

۳۲۳- ص ۳۳۰)مولانا حسن رضا خاں نے فاضل بریلوی کی ۴۱۲ منتخب تصانیف کی فہرست چھاپی ہے' انہی نے ان کی ۲۵۴ فقہ کی تصانیف کے نام لکھے ہیں- (قیمہ اسلام ص ۴۵۳- ص ۴۶۷) اس طرح ان کی تصانیف کی تعداد ۶۶۶ بن جاتی ہے- مفتی محمد اعجاز ولی خان' (ضمیمہ المعتقد المنتقد ص ۲۶۶) اور مفتی محمود احمد قادری نے تصانیف کی تعداد ایک ہزار سے زائد بتائی ہے- (تذکرہ علمائے اہل سنت ص ۴۶) معلوم ہوا ہے کہ مولانا عبدالمبین نعمانی نے تصانیف فاضل بریلی کی تفصیل فہرست تحقیق و تلاش و جستجو سے مرتب کی ہے جو "المجمع الاسلامی" مبارک پور کی طرف سے شائع ہونے والی ہے- (حیات مولانا احمد رضا خان ص ۲۲۶)

فاضل بریلوی کو تفسیر میں ید طولیٰ حاصل تھا اور وہ علوم قرآن پر گہری نظر رکھتے تھے- اس فن میں ان کی دسترس کا حال یہ تھا کہ وہ ایک بار مسلسل چھ گھنٹوں تک سورہ الضحیٰ کی تفسیر بیان کرتے رہے اس سورۂ مبارکہ کی کچھ آیات کی انہوں نے تفسیر لکھی تھی جو ۸۰ جزو پر مشتمل تھی، (حیات اعلیٰ حضرت ۱/ ۹۷) قرآن کے الفاظ و فقرات کو اردو میں ڈھالنے کی عجیب و غریب صلاحیت خدا نے انہیں بخشی تھی- کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۱ء میں مکمل ہو کر شائع ہوا- یہ ترجمہ اس حیثیت سے بھی ممتاز نظر آتا ہے کہ جن آیات قرآنی کے ترجمے میں ذرا سی بھی بے احتیاطی سے حق جل مجدہ اور آنحضرت ﷺ کی شان اقدس میں بے ادبی کا شائبہ نظر آتا ہے' شیخ نے ان کے بارے میں خاص احتیاط برتی ہے (اردو دائرہ معارف اسلامیہ ۱۰/ ۲۸۰) اس کے متعدد اڈیشن نکل کر برصغیر اور جہاں جہاں اردو سمجھی جاتی ہے' پھیل چکے ہیں اردو ترجمے کے دو انگریزی ترجمے لندن اور کراچی سے شائع ہو چکے ہیں-

علوم حدیث پر بھی ان کی نظر گہری تھی- متعدد موضوعات پر متعدد رسالے ان کے تصنیف کیے ہوئے ملتے ہیں ایک معاصر مؤرخ کا انہیں "قلیل البضاعۃ فی الحدیث" لکھنا قرین انصاف نہیں قیمہ اسلام ص ۱۷۸-۱۸۲ میں تفسیر اور حدیث

Marfat.com

شیخ طریقت حضرت علامہ ابوالبیان محمد سعید احمد مجددی قدس سرہٗ العزیز

تحریر: صاحبزادہ سید احمد فاروق شاہ (مدیر ماہنامہ دعوت تنظیم الاسلام)

قدرت بڑے کاموں کے لئے عظیم شخصیات کا انتخاب کرتی ہے۔ بزم ہستی مدتوں ایسے فرزندان روزگار کے لئے محو انتظار رہتی ہے جو حالات کے ظلمت کدوں کو اپنے افکار و کردار کی شمع نور سے ضوبار کر سکیں۔ ان شخصیات کی ذہنی اور فکری تگ و تاز، ایمان و حکمت کی جلوہ گری اور علوم و معرفت کی دلآویزی آہستہ آہستہ کسی بھی قوم کا اثاثہ حیات بن جاتی ہے۔ ان کی فکری بلند پروازی کے معیار کو دیکھ کر زمانہ خود عظمت کے معیار کا تعین کرتا ہے۔ وقت کے آئینہ میں جھانک کر دیکھیں تو شیخ طریقت حضرت علامہ ابوالبیان محمد سعید احمد مجددی مدظلہ العالی میں بھی اسی عظمت کا پرتو جلوہ گر نظر آتا ہے۔

خاندان اور ولادت :- آپ وادی کشمیر علاقہ جموں کے ایک گاؤں میں 1942ء بروز جمعۃ المبارک بوقت طلوع فجر متولد ہوئے۔ آپ کا خاندان وادی کشمیر کا ایک خوش حال اور متمول خاندان تھا جو 1947ء میں ہجرت کر کے پاکستان آیا۔ آپ کے والد گرامی حضرت مولانا لال دین رحمۃ اللہ علیہ ایک عالم باعمل صوفی منش اور صاحب حضوری بزرگ تھے۔ والدہ مرحومہ درد دل رکھنے والی نیک سیرت اور پاکباز خاتون تھیں۔ درد و سوز اور تصوف کی طرف میلان ورثہ میں پایا۔ بہن بھائیوں میں چونکہ سب سے چھوٹے تھے اس لیے والدین کی خصوصی شفقتوں کے حصہ دار ٹھہرے۔

تعلیمی زندگی :- گھر کا ماحول مذہبی تھا لہذا والدین نے بچپن میں ہی حصول علم کے لیے وقف کر دیا چنانچہ آپ نے سکول کی تعلیم کے بعد مختلف دینی مدارس میں ممتاز علماء کرام سے علوم دینیہ کا اکتساب کیا۔ حصول علم کی جانب سفر کرتے ہوئے آپ نے

- مختلف دینی مدارس میں درس نظامی کا نصاب پڑھا۔
- جامعہ نظامیہ لاہور میں تنظیم المدارس کا امتحان دیکر الشہادۃ العالیہ (ایم اے عربی و اسلامیات) کی سند حاصل کی۔
- جامعہ غوثیہ نظامیہ (وزیر آباد) میں شیخ القرآن حضرت علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ سے دورہ تفسیر القرآن پڑھا۔
- جامعہ انوار العلوم (ملتان) میں غزالی زماں امام اہلسنت حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ سے سند حدیث حاصل کی۔

روحانی نسبت :- طبیعت ابتداء ہی سے تصوف و طریقت کی طرف مائل تھی۔ جن دنوں آپ لاہور میں زیر تعلیم تھے اکثر حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضری دیا کرتے تھے۔ یہیں پر آپ کی ملاقات زبدۃ الفقراء حضرت خواجہ صوفی محمد علی نقشبندی مجددی قدس سرہ (خلیفہ خاص آلومہار شریف سیالکوٹ) سے ہوئی جو ایک مادرزاد ولی اور بلند پایہ صاحب حال صوفی تھے جن کی نگاہ ولایت نے پہلی ہی نظر میں جوہر قابل اور گوہر نایاب کو پہچان لیا اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت فرما لیا۔ شیخ کامل کی روحانی توجہات نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا چنانچہ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کو منازل سلوک طے کروا کے خرقہ خلافت سے نوازا گیا۔ آپ کی اعلیٰ روحانی استعداد کو دیکھتے ہوئے اندرون و بیرون ملک جلیل القدر مشائخ عظام نے آپ کو مختلف سلاسل طریقت مثلاً قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، شاذلیہ وغیرہا کے فیوض و برکات اور خرقہ ہائے خلافت سے نوازا۔

ان شیوخ کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

خطیب الاسلام حضرت صاحبزادہ پیر سید فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ تاجدار آلومہار شریف ضلع سیالکوٹ

شیخ المشائخ حضرت پیر سید محمد فضل شاہ مجددی رحمۃ اللہ سجادہ نشین چورہ شریف ضلع اٹک

ساتھ علم وہبی کی بھی ضرورت ہے جو کہ خداداد صلاحیت ہے نیز یہ قال کا علم نہیں بلکہ حال کا علم ہے۔ اس کا تعلق واردات قلبیہ اور مشاہدات ذاتیہ کے ساتھ ہے نیز قلبی واردات و کیفیات اور ذاتی مشاہدات و مکاشفات کا ادراک کر کے انکو الفاظ کی حسین لڑی میں پرونا اور بھی مشکل کام ہے بحمد و تعالیٰ اللہ رب العزت نے یہ ساری قابلیتیں و صلاحیتیں آپ کی ذات بابرکات میں ودیعت فرمائی ہو الحمدللہ علی ذالک

آپ کے اس کام نے علماء کے علاوہ اخص الخواص کو بھی ورطہ حیرت میں مبتلا کر دیا۔ کچھ نے اس کام کو سراہا اور داد تحسین دی تو کچھ انگشت بدنداں رہ گئے۔ جبکہ کچھ نے تو یہ سمجھا کہ یہ کام زیادہ دیر تک چلنے والا نہیں لیکن جس کام کی بنیاد خلوص و للہیت پر ہو، جہاں تائید ایزدی اور بزرگوں کی توجہات شامل حال ہوں، مزید یہ کہ خود حضور مجدد پاک علیہ الرحمہ کی روحانیت ممد و معاون ہو تو ناکامی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس سلسلہ میں آپ خود فرماتے ہیں کہ بارہا ایسا ہوا کہ البینات کے سلسلہ میں کسی مشکل مسئلہ کے حل کی جب کوئی صورت نہ بن پڑتی تو حضور مجدد پاک علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں فاتحہ شریف پڑھ کر متوجہ ہوتا تو اس مسئلہ کا حل معلوم ہو جاتا کبھی القائی طور پر تو کبھی یوں کہ اچانک کسی نہ کسی کتاب میں فوراً ہی مسئلہ سامنے آ جاتا۔ و الحمدللہ علیٰ ذالک

Marfat.com

و متعلقات حدیث میں ان کی ۷۵ تصانیف کے نام درج ہیں اور یہ فہرست بھی حرف آخر نہیں ان میں بیشتر کتابیں عربی زبان میں ہیں۔ "الروض البہیج فی آداب التخریج" کے بارے میں شیخ رحمٰن علی لکھتے ہیں کہ اس فن میں اور تصانیف نہ ہوتیں تو کہا جاتا کہ احمد رضا خاں اس فن کے موجد ہیں (تذکرہ علمائے ہند ص ۱۰۰) یہی نہیں علوم حدیث میں علمائے عرب و عجم ان کی وسعت اطلاع کے قائل تھے۔ (فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں ص ۷۵، ۹۶) امام احمد رضا اور عالم اسلام ص) شیخ یٰسین احمد الخیاری المدنی نے علم حدیث میں فاضل بریلوی کے تبحر علمی کو سراہتے ہوئے لکھا ہے۔ "هو امام المحد ثین"

علم فقہ میں شیخ کو خاص دسترس حاصل تھی اور جزئیات فقہ پر وہ گہری نظر رکھتے تھے۔ سند فقہ کا متن (حسن رضا خاں: فقیہہ اسلام ص ۱۴۹) دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی سند ۲۷ رابطوں سے امام اعظم تک پہنچتی ہے اور ۴ رابطوں سے امام اعظم کی سند رسول اللہ ﷺ تک پہنچتی ہے۔ ایک زمانے میں حرمین شریفین میں جیسا کہ اوپر گزرا کرنسی نوٹ کے جواز و عدم جواز کا مسئلہ زیر بحث تھا مفتی حنفیہ شیخ جمال الدین عبداللہ بن عمر مکی نے استفسار کے جواب میں لکھا کہ علم علماء کی گردنوں میں امانت ہے۔ مجھے اس جزئیہ کا کچھ پتا نہیں چلتا کہ کچھ حکم دوں۔ امام حرم شریف شیخ عبداللہ مرداد نے نوٹ کے احکام کے متعلق فاضل بریلوی کی خدمت میں بھی (جو اس زمانے میں حرمین شریفین ہی میں موجود تھے) استفتاء بھیجا۔ انہوں نے اس کے جواب میں پورا رسالہ "کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم" تصنیف کر کے بھیج دیا (تاریخ تصنیف ۲۳ محرم ۱۳۲۴ھ) کتب خانہ حرم میں وہاں کے ایک عالم ایک دن اس رسالے کا مطالعہ کر رہے تھے جب وہ اس مقام پر پہنچے جہاں فاضل بریلوی نے فتح القدیر سے یہ عبارت نقل کی ہے لو باع کاغذۃ بالف یجوز ولا یکرہ (اگر کوئی شخص کاغذ کا ایک ٹکڑا ہزار روپے میں فروخت کرے تو بلا کراہت جائز

Marfat.com

تبلیغی وتحریکی سرگرمیاں

گو آپ اپنی ذات میں ایک انجمن وتنظیم ہیں تاہم آپ نے سیاست کی پر خار وادی میں بھی قدم رکھا جمعیت علمائے پاکستان ، جماعت اہلسنت اور دیگر کئی مذہبی وسیاسی تنظیموں میں نمایاں عہدوں پر تبلیغی وروحانی خدمات سرانجام دیتے رہے ہیں۔

عرصہ تین سال تک آزاد کشمیر کی سب سے مؤثر دینی اور سیاسی تنظیم جمعیت علمائے جموں وکشمیر کی صدارت کے فرائض بھی انجام دیئے لیکن جلد ہی عملی سیاست سے کنارہ کش ہوگئے۔ فروری ۱۹۸۰ء میں عالمی ادارہ تنظیم الاسلام کی بنیاد رکھی جس کے تحت نوجوانوں کی علمی ونظریاتی تربیت اور روحانی ذوق کی آبیاری کے لئے عملی جدوجہد شروع کردی آپ سلوک نقشبندیہ مجددیہ طے کروانے میں مشاق ہیں کئی احباب کو پہلی ہی توجہ سے عالم امر کے پانچوں لطائف طے کروادیئے ادارہ کی تنظیم صالح ، باکردار، اہل علم ودانش اور غیور افراد پر مشتمل ہے جو پاکستان کے علاوہ آسٹریلیا، ملائیشیا اور دیگر ممالک میں اسلامی وروحانی انقلاب کے لئے موثر کردار ادا کررہی ہے۔ واضح رہے کہ عالمی ادارہ تنظیم الاسلام کے قیام کا بنیادی مقصد تعلیمات کتاب وسنت کی ترویج واشاعت اور غلبہء اسلام کے لئے مسلمانوں کو متحد ومنظم کرنا، انکی علمی وعملی، فکری اور روحانی تربیت کرنا تاکہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے نئے دور کا آغاز ہوسکے۔

؎ اٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

نیز بفضلہ تعالیٰ ادارہ کے تحت بیسیوں مساجد ومدارس کا نظام بحسن وخوبی چل رہا ہے ۱۹۸۲ء میں جی ٹی روڈ بالمقابل ریگل چائنہ گوجرانوالہ (بطرف لاہور) پر پانچ ایکڑ اراضی پر مشتمل جامعہ ریاض المدینہ کی بنیاد رکھی مگر بعض جاہ پسند عناصر کی وجہ سے کافی عرصہ تعلیمی نظام معطل رہا لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پھر آپ ہی کی زیر سرپرستی تعلیمی نظام کا آغاز ہوا خدا کرے کہ مستقبل میں یہ گہوارہ ایک عظیم الشان سنی یونیورسٹی کا روپ دھار لے (اللھم آمین)

گوجرانوالہ ڈویژن میں اہل سنت کی معروف دینی درسگاہ دارالعلوم نقشبندیہ امینیہ ماڈل ٹاؤن آپ ہی کی زیر نگرانی کام کرتی رہی جس کے بانی ومہتمم بھی آپ ہی تھے۔

کئی مرتبہ بیرونی ممالک (برطانیہ، آسٹریلیا، ملائیشیا، عراق، ہندوستان وغیرہ) میں تبلیغی وروحانی دورے فرمائے۔

ماشاءاللہ آٹھ مرتبہ حج بیت اللہ اور متعدد عمروں کی سعادتیں حاصل کیں۔

وصال آخرکار یہ آفتاب فقر وولائت مورخہ 10 اور 11 اگست کی درمیانی شب یکم جمادی الثانی رات 12:30 بجے کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے اس دار فنا سے دار بقا کی جانب عازم سفر ہوا آپ کے جنازہ میں اندرون وبیرون ملک سے علماء ومشائخ مقتدر سماجی ، سیاسی شخصیات کے علاوہ عوام الناس کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق ایک لاکھ سے زائد افراد جنازے میں شریک تھے۔

آپ کا مزار پر انوار مرکزی جامع مسجد نقشبندیہ B-121 ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ میں مرجع خلائق ہے

؎ خدا رحمت کنداین عاشقان پاک طینت را

پیر طریقت حضرت خواجہ محمد فرید شاہ مجددی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین نتھیال شریف ضلع اٹک

شہزادہ غوث الوریٰ حضرت صاحبزادہ پیر سید محمد انور شاہ گیلانی بغدادی مدظلہ سجادہ نشین سدرہ شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خان (صوبہ سرحد)

غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ (ملتان)

شیخ القرآن حضرت علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ (وزیرآباد)

شیخ الشیوخ حضرت العلام شیخ ابوالنور شاذلی مدظلہ (دمشق)

پیر طریقت حضرت صاحبزادہ پیر سید عاشق حسین شاہ مجددی مدظلہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ سرہند شریف (انڈیا) حال مقیم شیخوپورہ پاکستان

یوں آپ کی شخصیت جملہ سلاسل طریقت کے فیوضات کی جامع قرار پائی مگر نسبت نقشبندیہ مجددیہ کا غلبہ ہونے کی بنا پر آپ اسی سلسلہ عالیہ کو فروغ دیا۔

خلوص وللھیت :- کسی بھی مشن کی کامیابی کا انحصار خلوص وللھیت پر ہوتا ہے۔ خلوص کی فراوانی ہی منزل مقصود کی نوید ہوا کرتی ہے۔ بحمدہ تعالیٰ یہی بانی ادارہ کے کردار کا نمایاں پہلو ہے جس کا بین ثبوت یہ ہے کہ آپ کی جملہ تصانیف ، دروس قرآن وحدیث ، خطبات جمعہ اور دیگر تقاریر کے آڈیو اور ویڈیو کیسٹوں کی جملہ آمدنی عالمی ادارہ تنظیم الاسلام کے لیے وقف ہے۔ آپ اس سلسلہ میں کسی بھی معاوضہ سے بے نیاز تھے۔

عملی زندگی کا آغاز :- زمانہ طالب علمی میں ہی قدرت نے آپ کی تقریر اور تحریر کی اعلیٰ صلاحیتوں کے ساتھ ذہن رسا اور ذوق بلند عطا فرمایا تھا۔ خطیب الاسلام حضرت صاحبزادہ پیر سید فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ (آلومہار شریف) کی 25 سال تک صحبت ، تربیت ، رفاقت اور شفقت نے آپ کے دینی ، روحانی ، سیاسی اور

Marfat.com

ہے) تو پھڑک اٹھے اور اپنے زانو پر ہاتھ مار کر بولے ابن جمال بن عبداللہ المکی من ہذا النص الصریح (جمال بن عبداللہ اس نص صریح سے کس طرح غافل رہ گئے۔)

ان کا مجموعہ "فتاویٰ العطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویہ" جن لوگوں کی نظر سے گزرا ہے وہ فقہ میں شیخ کی براعت کے قائل ہیں۔ یہ مجموعۂ فتاویٰ ضخیم بارہ جلدوں پر تقریباً بارہ ہزار صفحات پر پھیلا ہوا ہے جس کے سارے مجلدات چھپ کر قبول عام حاصل کر چکے ہیں۔ مکہ معظمہ کے فاضل سید اسماعیل خلیل حافظ کتب حرم شریف' فتاویٰ کے کچھ اوراق دیکھ کر فرماتے ہیں: والحق اقول انہ لوراٰھا ابو حنیفۃ النعمان لأقرت عینہ ویجعل مؤ لفھا من جملۃ الاصحاب (اگر امام ابو حنیفہ ان فتوں کو دیکھتے تو یقیناً ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی اور اس کے مؤلف کو اپنے اصحاب میں شامل فرماتے (اجازات المتینتہ ص۹) مفتی عبدالقیوم ہزاروی فتاویٰ رضویہ کی تخریج و ترجمے کا کام کر رہے ہیں۔ اس کی **۱۲** جلدیں شائع ہو چکی ہیں توقع ہے کہ **۳۰** جلدوں میں یہ کام مکمل ہو سکے گا۔ عہد حاضر کے مشہور محدث و فقیہہ شیخ عبدالفتاح ابوغدہ (م ۱۹۹۷ء) لکھتے ہیں کہ انہوں نے فتاویٰ رضویہ میں ایک عربی فتویٰ کا مطالعہ کیا۔ عبارت کی روانی اور کتاب و سنت و اقوال سلف سے دلائل کے انبار دیکھ کر میں حیران و ششدر رہ گیا اور میں نے یہ رائے قائم کرلی کہ یہ شخص کوئی بڑا عالم اور اپنے وقت کا زبردست فقیہہ ہے (امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں ص ۱۹۴)

السید الشریف حکیم عبدالحی الحسنی والحسینی کے تاثرات یہ ہیں: فقہ حنفیہ اور اس کی جزئیات پر مولانا احمد رضا خاں کو جو عبور حاصل ہے اس کی نظیر شاید ہی کہیں ملے اور اس دعویٰ پر ان کا مجموعہ فتاویٰ شاہد ہے۔ نیز ان کی تصنیف کفل الفقیہہ الفاہم جو ۱۳۲۳ھ میں مکہ معظمہ میں لکھی گئی تھی----- انہوں نے حرمین شریفین کے قیام کے زمانے میں بعض رسالے بھی لکھے پھر علمائے حرمین نے

Marfat.com

ادبی رجحانات میں مزید نکھار پیدا کیا جس سے خطابت کے میدان میں آپ کو ملک گیر شہرت اور پذیرائی حاصل ہوئی۔

خطابت :- آپ شہر گوجرانوالہ کی مختلف اہم مساجد میں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے بالآخر 1970ء میں اپنے شیخ کامل کے حکم سے مرکزی جامع مسجد نقشبندیہ 121-B ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ تشریف لائے۔ شیخ کامل کی دعا اور خداداد صلاحیتوں کی بناء پر آپ نے میدان خطابت میں اپنی عظمت کا لوہا خوب منوایا۔ آپ کی تقاریر میں غزالی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کا طرز استدلال، شیخ القرآن حضرت علامہ محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کا رنگ تصوف اور خطیب الاسلام حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ رحمۃ اللہ علیہ (آلو مہار شریف) کا جوش بیان اور سلاست و روانی کی جھلک نمایاں دکھائی دیتی۔ بسا اوقات تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ خطیب الاسلام صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہؒ کی روح آپ کے حسن خطابت سے آشکار ہو رہی ہے۔ نگاہ بلند سخن دلنواز، عشق مصطفیٰ میں ڈوبی ہوئی آواز، بجلی کی سی تیزی، شبنم کی سی ٹھنڈک، پھولوں کی مہک، بلبل کی چہک، مترادفات کی دل نشینی، استعارات آفرینی، مطالب کا سیلاب، اشارات و کنایات، تلمیحات و محاورات کا وافر استعمال آپ کی خطابت کے دلنشیں عناصر اور آپ کے عمیق مطالعہ کا بین ثبوت ہیں۔ آپ کے حسن تکلم کا جادو یوں سر چڑھ کر بولا کہ "ابوالبیان" کا لقب آپ کے نام کا جزو لازم بن گیا۔

جمعۃ المبارک کے خطبات کے علاوہ روحانی اجتماعات میں بھی آپ کے خطابات سامعین کے قلوب و اذہان میں ہلچل پیدا کر دیتے اور مجمع وجد و حال، آہ و فغاں اور درد و سوز کی لذتوں میں کھو جاتا۔ آپ کی محفلوں میں کئی بار حاضری اور حضوری کا سماں بھی دیکھنے میں آیا۔ ذالک فضل الله یوتیہ من یشاء. نوجوان نسل آپ کے کردار و گفتار سے بے حد متاثر ہے۔ آپ کی تبلیغی و روحانی دعوت کی صدائے بازگشت اندرون و بیرون ملک برابر سنائی دے رہی ہے۔ آپ برطانیہ، آسٹریلیا، ملائشیا، سعودی عرب، عراق اور ہندوستان وغیرہ میں متعدد تبلیغی و روحانی دورے فرما چکے ہیں۔

البینات شرح مکتوبات

۱۹۸۹ء میں جب عالمی ادارہ تنظیم الاسلام کے زیر اہتمام "ماہنامہ دعوت تنظیم الاسلام" کا اجراء ہوا تو آپ نے تعلیمات مجددیہ کے فروغ و احیاء کے لئے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے "مکتوبات شریفہ" کی پہلی اردو شرح **البینات** کے عنوان سے لکھنے کا آغاز فرمایا۔ وباللہ التوفیق

مکتوبات کی شرح یقیناً ایک مشکل ترین کام تھا کیونکہ مکتوبات امام ربانی علیہ الرحمہ کو سمجھنے کے لئے صرف عربی اور فارسی زبان پر عبور اور اصطلاحات تصوف کا جان لینا ہی کافی نہیں بلکہ حضرت مجدد پاک علیہ الرحمہ کے لاتعداد مکشوفات، حقائق و معارف کو سمجھنے کے لئے اعلیٰ روحانی استعداد کے ساتھ ساتھ بلندی فکر و نظر اور علم کسبی کے ساتھ

ناشران کتب اسلامیہ سے اپیل

مرکزی مجلس رضا لاہور میں سینکڑوں غریب نادار طلباء اور علماء کی درخواستیں آئی ہیں جو دینی کتابوں کا مطالعہ کرنے کیلئے کتابیں خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ ناشران کتب اسلامیہ سے گذارش ہے کہ ان کے گوداموں میں سال بھر سے زیادہ عرصہ تک جتنی کتابیں پڑی ہوئی ہیں۔ ان سے زکوٰۃ میں کتابیں تقسیم کرنے کیلئے مرکزی مجلس رضا کو مہیا کریں۔ اگر وہ خود تقسیم کرنا چاہیں تو ہمیں اطلاع دیں تاکہ ہم مستحقین کو ان سے رابطہ کرنے کا مشورہ دیں۔

مرکزی مجلس رضا پوسٹ بکس نمبر 2206 لاہور ڈیلی شاخ گنج بخش روڈ لاہور

Marfat.com

بعض سوالات کئے تو ان کے جوابات بھی تحریر کئے متون فقہ اور اختلافی مسائل پر ان کی ہمہ گیر معلومات، سرعتِ تحریر اور ذہانت کو دیکھ کر سب کے سب حیران و ششدر رہ گئے۔" (نزہتہ الخواطر ۸: ۴۱)

علامہ اقبال کے تاثرات ان کے بارے میں یہ ہیں: "وہ بے حد ذہین اور باریک بیں عالم دین تھے۔ فقہی بصیرت میں ان کا مقام بہت بلند تھا۔ ان کے فتاویٰ کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ ور اور پاک و ہند کے کیسے نابغہ روزگار فقیہ تھے۔ ہندوستان کے اس دور متاخرین میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ بمشکل ملے گا" (حیات مولانا احمد رضا خاں ص ۱۸) فتاویٰ رضویہ کے بعد فقہ میں آپ کی دوسری اہم کتاب شامی کی ردالمحتار کی عربی شرح جد الممتار پانچ ضخیم جلدوں میں ہے۔ اس کی پہلی جلد محمد احمد مصباحی اعظمی اور ان کے رفقاء مرتب کر کے ۱۹۸۲ء میں اور دوسری ۱۹۹۴ء میں شائع کر چکے ہیں تیسری کی تلاش جاری ہے۔ انہوں نے پچاس سال سے زائد فتویٰ نگاری کی (حیات اعلیٰ حضرت ص ۲۸۰)

علوم نقلیہ کے ساتھ ساتھ علوم عقلیہ میں کسی کو تبحر کا درجہ کم ہی حاصل ہوتا ہے۔ شیخ احمد رضا خاں علوم نقلیہ و عقلیہ دونوں کے جامع تھے۔ علوم عقلیہ میں شاید ہی کوئی علم ہو جس میں انہیں مہارت حاصل نہ ہو۔ ہیئت، حساب، جبر و مقابلہ، لوگارثم، مربعات، مثلث کروی، زیجات میں ان کی متعدد تصانیف ہیں۔

فلاسفہ قدیم و جدید کے رد میں بھی شیخ نے رسائل لکھے ہیں ان میں "الکلمتہ الملھمتہ" "فوز مبین در رد حرکت زمین" "نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان" چھپ کر شائع ہو چکی ہیں۔ منطق جدید کی رد میں ان کا رسالہ "مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید" قابل ذکر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ علوم عقلیہ و نقلیہ میں ان کے سو سے زائد رسالے ہیں۔ یہ اب تک طباعت و اشاعت سے محروم ہیں۔ پروفیسر محمد مسعود احمد مجددی نے ان میں سے بیشتر رسائل کے عکس بریلی کے کتب خانہ خاص سے حاصل کر کے کراچی میں محفوظ کر دیئے ہیں۔

Marfat.com

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز

(صاحبزادہ) محمد محبّ اللہ نوری

مجمع علم و عرفاں، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت فقیہ اعظم مفتی ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی قدس سرہ العزیز بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے ان مقبول اور برگزیدہ بندوں میں سے ہیں جن کا دوام جریدۂ عالم پر ثبت ہو چکا ہے----- آپ نسباً ارائیں، مسلکاً حنفی اور مشرباً قادری تھے۔ آپ کے آباء واجداد صوفی مشرب، پاکیزہ سیرت اور صاحبِ دل بزرگ تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۶-رجب المرجب ۱۳۳۲ھ بمطابق ۱۰- جون ۱۹۱۴ء کو ہوئی۔ ولادت سے قبل آپ کے بزرگوں کو دین مصطفوی کی شمع فروزاں کرنے والی عظیم شخصیت کے ظہور کی متعدد بشارتیں بذریعہ خواب اور بذریعہ مختلف اولیاء کرام مل چکی تھیں-----

تعلیم و تدریس

ابتدائی تعلیم اپنے گھر پر حاصل کرنے کے بعد متحدہ ہندوستان کے دور دراز مقامات پر جا کر متعدد علماء کرام سے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل کی۔ اس سلسلے میں استاد العلماء حضرت مولانا فتح محمد جیبوی محدث بہاول نگری علیہ الرحمۃ (م ۱۳۸۹ھ/ ۱۹۶۹ء) کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے-----

آپ نے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل کے بعد ۱۳۵۱ھ/ ۱۹۳۳ء میں مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور میں داخلہ لیا، جہاں شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری علیہ الرحمۃ (م ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء) اور مفتیٔ اعظم پاکستان مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری علیہ الرحمۃ

Marfat.com

فاضل بریلوی نے امور دنیا سے کبھی تعلق نہیں رکھا- آپ کے اجداد حکومت کے اچھے عہدوں پر فائز تھے جب آپ نے آنکھ کھولی تو اپنے گردو پیش امارت و ثروت کی فضا پائی- خود زمیندار تھے لیکن جائیداد کا سارا کام دوسرے عزیزوں کے سپرد تھا- انہیں سادات کی مہمان نوازی، کتابوں کی خریداری اور گھر کے اخراجات کے لئے ماہانہ ایک متعین رقم مل جاتی تھی- چونکہ وہ داد و دہش کے عادی تھے اس لئے کبھی ایسا بھی ہوا کہ قلمدان میں ساڑھے تین آنے سے زائد موجود نہیں رہے- انہوں نے کبھی نہیں پوچھا کہ گاؤں کی آمدنی کتنی آئی اور مجھے کتنی ملی- ان کی آمدنی کا خاصا حصہ تصانیف کی اشاعت پر خرچ ہوتا تھا- جو کتب و رسائل جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی شائع کرتی ان کی قیمت برائے نام ہی ہوتی- بیسیوں رسالے آنے، ڈیڑھ آنے، دو آنے کو مل جاتے- یہ بھی معمول تھا کہ رسائل کے چھپتے ہی سینکڑوں نسخے اپنی طرف سے محصول ادا کر کے اکناف ہند میں بھیج دیئے جاتے-

ایک جگہ خود تحریر فرماتے ہیں: "الحمد للہ میں نے مال "من حیث ہو مال" سے کبھی محبت نہیں کی- صرف انفاق فی سبیل اللہ کے لئے اس سے محبت ہے- اسی طرح اولاد من حیث ہو اولاد سے بھی محبت نہیں، صرف اس سبب سے کہ صلہ رحم عمل نیک ہے- اس کا سبب اولاد ہے اور یہ میری اختیاری بات نہیں، میری طبیعت کا تقاضا ہے-" اپنے خلیفہ و تلمیذ خاص محمد ظفرالدین قادری کو ایک ذاتی خط میں تحریر فرماتے ہیں: "آپ کا خط دربارۂ پریشانی دنیا آیا تھا ہفتے ہوئے اور اس کا جواب آج دوں کل دوں مگر طبیعت علیل، بار بار بخار کے دورے اور اعدائے دین کا ہر طرف سے ہجوم، ان کی دفع میں فرصت معدوم علاوہ اس کے سو سے زیادہ جواب فتاویٰ کے اس مہینے کے اندر چار رسالے تصنیف کر کے بھیجنے ہوئے اور میری تنہائی اور ضعف کی حالت معلوم و حسبنا ربی و نعم الوکیل- اس خط کے جواب میں یہ چاہا تھا کہ آیات و احادیث دربارۂ ذم دنیا و منع التفات بہ تمول اہل دنیا لکھ کر بھیجوں مگر وہ سب بفضلہ تعالیٰ آپ کے پیش نظر ہیں-

Marfat.com

(م ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء) سے دورہ حدیث شریف پڑھا۔ حضرت محدث الوری دورۂ حدیث پڑھنے والوں کو اکثر فرمایا کرتے:

''اس بار تم مولانا محمد نور اللہ صاحب کی طفیل پڑھ رہے ہو'' -----

دورۂ حدیث مکمل کرنے کے بعد ۶ - شعبان ۱۳۵۲ھ بمطابق ۲۳ - نومبر ۱۹۳۳ء کو سند و دستار فضیلت عطا کی گئی۔ اس موقع پر امام اہل سنت محدث الوری علیہ الرحمۃ نے آپ کو مطبوعہ سند کے علاوہ خصوصی اسناد سے بھی نوازا اور ابوالخیر کنیت عطا فرمائی۔ بعد میں مفتیٔ اعظم مولانا ابوالبرکات علیہ الرحمۃ نے آپ کو فقیہ زماں' محدث دوراں' فقیہ العصر' فقیہ النفس' مفتیٔ اعظم اور فقیہ اعظم وغیرہ جلیل القدر القاب سے ممتاز فرمایا۔ جن کی تفصیل کے لئے احقر کی تصنیف ''سیدی ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکاتیب کے آئینے میں'' کا مطالعہ کیا جائے۔ ان گوناں گوں اور متنوع القاب میں سے ''فقیہ اعظم'' کا لقب زبان زد خاص و عام ہے۔ اب فقیہ اعظم کہا جائے تو اہل علم اس سے آپ ہی کی ذات گرامی مراد لیتے ہیں -----

حضرت فقیہ اعظم نور اللہ مرقدہ نے اپنی فطری ذکاوت و ذہانت سے زمانہ طالب علمی ہی میں ذاتی مطالعہ سے کم و بیش پچاس علوم و فنون میں وہ مہارت حاصل کی کہ باید و شاید۔ آپ کے اساتذہ بھی آپ کی علمی استعداد اور صلاحیت و قابلیت کے معترف تھے -----

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے تعلیم سے فراغت کے فوراً بعد درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء میں تحصیل دیپال پور کے قصبے فرید پور میں دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے نام سے مدرسے کی داغ بیل ڈالی۔ آپ کی قابلیت اور پُر تاثیر تدریس کا شہرہ عام ہونے لگا' جملہ علوم و فنونِ درسِ نظامیہ کی تدریس کا کام تنہا انجام دیتے رہے۔ کسی بھی فن کا درس ہوتا' طلبہ کے قلوب و اذہان میں عشق مصطفیٰ ﷺ کی شمع فروزاں کرتے چلے جاتے -----

طلبہ کی بڑھتی ہوئی تعداد ایک عظیم الشان علمی ادارے کی متقاضی تھی' جس کے لئے یہ جاگیردارانہ ماحول مناسب نہ تھا' اس لئے آپ ۱۳۶۴ھ/ ۱۹۴۵ء میں بصیر پور میں تشریف لے آئے۔ یہ پسماندہ علاقہ خصوصاً وہ خطۂ زمین جس پر اب دارالعلوم موجود ہے' قذاقوں کا مسکن تھا۔ آپ کے قدوم میمنت لزوم سے یہ خطہ علم و عرفان کا گہوارہ بن گیا -----

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے تقریباً پچاس سال قرآن و حدیث اور دیگر علوم و فنون کا درس دیا' اسباق کی پابندی فرمائی' تدریس سے آپ کو بڑا شغف تھا۔ چنانچہ جب حرمین شریفین

Marfat.com

فلاں کو دست غیب ہے، فلاں کو ریاست حیدر آباد میں رسوخ ہے، یہ تو دیکھا مگر یہ نہ دیکھا کہ آپ کے پاس بعونہ تعالیٰ علم نافع ہے، ثبات علی السنۃ ہے، ان کے پاس علم نہیں یا علم مضر ہے۔ اب کون زائد ہے، کس پر نعمت حق بیشتر ہے۔ بشرط ایمان وعدہ علو و غلبہ باعتبار دین ہے نہ یہ کہ دنیوی امور میں مومنین کو تفوق ہے دنیا سجن مومن ہے، سجن میں جتنا آرام مل رہا ہے کیا محض فضل نہیں۔ دنیا فاحشہ ہے اپنے طالب سے بھاگتی ہے اور ہارب کے پیچھے دوڑتی ہے۔ دنیا میں مومن کا قوت کفاف بس ہے۔" (حیات اعلیٰ حضرت ص ۳۰۷ مکاتیب فاضل بریلوی۔ قلمی)

تحریک خلافت کے زمانے میں گاندھی جی پورے ملک کا طوفانی دورہ کر رہے تھے۔ مسلم عوام کے ساتھ علمائے دین کو بھی اپنا ہم خیال بنا رہے تھے اور تحریک خلافت کی طرف انہیں مائل کر رہے تھے لکھنؤ کے مشہور عالم مولانا قیام الدین عبدالباری اس تحریک سے متاثر ہو چکے تھے، فرنگی محل میں گاندھی جی، علی برادران اور دوسرے سیاسی اکابر آتے اور قیام کرتے۔ بعض رہنماؤں کا خیال ہوا کہ بریلی میں امام احمد رضا خاں صاحب سے مل کر انہیں بھی اس تحریک کی طرف متوجہ کرنا چاہئے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کے ایک بڑے حلقے پر ان کا اثر و رسوخ ہے اور اس طرح بہت سے مسلمان تحریک خلافت کا ساتھ دے سکیں گے۔ انہی میں سے ایک صاحب ایک دن بہت خوش خوش آئے اور آپ کے پاس گاندھی جی کا پیغام لائے کہ وہ بریلی آکر آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ فاضل بریلی نے بہت مختصر جواب دیا، فرمایا: "گاندھی جی کسی دینی مسئلے کے متعلق مجھ سے باتیں کریں گے یا دنیوی معاملات پر گفتگو کریں گے۔ دینی مسائل پر وہ مجھ سے کیا گفتگو کریں گے اور دنیاوی معاملات میں میں ان سے کیا باتیں کروں گا جب کہ میں نے خود اپنی دنیا چھوڑ رکھی ہے۔

آپ کی صلابت مذہبی و حق گوئی کا ایک واقعہ سنیے: "وہ ایک بار مولانا شاہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ العزیز کے عرس میں مارہرہ تشریف لے گئے۔ کسی نے

Marfat.com

کی حاضری سے بہرہ یاب ہوتے تو وہاں بھی تصوف وحدیث کا درس جاری رکھتے' اسی وجہ سے آپ محدثِ عرب وعجم کے لقب سے بھی مشہور تھے۔ جب سنت یوسفی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے جیل میں جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں بھی درس وتدریس کا کام رہا۔ آپ نے درس حدیث کا سلسلہ آخر عمر تک جاری رکھا' آپ سے فیض یافتگان کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے' جو ملک کے گوشے گوشے بلکہ بیرون ملک بھی درس وتدریس' تصنیف وتالیف اور افتاء وتبلیغ کے ذریعے رشد وہدایت میں مصروف ہیں-----

بیعت و خلافت

تعلیم سے فراغت کے بعد حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت سے مشرف ہوئے۔ حضرت صدر الافاضل نے آپ کو اپنے سلاسل حدیث کی اسناد' مختلف اشغال واعمال اور اوراد ووظائف کی اجازت اور سلسلہ عالیہ قادریہ مکیہ کے علاوہ دیگر سلاسل میں بھی اجازت وخلافت سے نوازا-----

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کی شخصیت اس قدر پُرکشش تھی کہ ان کی خدمت میں حاضری دینے والا ہمیشہ کے لئے دامِ عقیدت ومحبت میں گرفتار ہو جاتا۔ آپ سے متاثر ہو کر کئی بدمذہب اپنی بدعقیدگی سے تائب ہو کر مسلک اہل سنت کے مبلغ بنے۔ بے شمار لوگوں نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی' آپ کے مریدین ومعتقدین پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی موجود ہیں-----

تفقہ فی الدین

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز اپنے دور کی نادر روزگار شخصیت تھے' علم وفضل' تقویٰ وطہارت' تنظیم وسیاست اور ہمت واستقامت میں یکتائے روزگار تھے' یوں تو تفسیر' حدیث اور دیگر تمام مروج علومِ دینیہ میں کامل دسترس رکھتے تھے' لیکن فقہ میں آپ کو تخصص کا درجہ حاصل تھا' اس لئے آپ کے ہم عصر اکابر علماء نے آپ کو فقیہ اعظم تسلیم کیا-----

فتاویٰ نوریہ کی چھ ضخیم جلدوں کے مطالعہ سے آپ کے تبحر علمی' وسعت نظر' عمیق مشاہدہ' قوت استدلال' صلابت رائے' جدت فکر اور فقہی بصیرت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کے فتوے اعلیٰ ترین تحقیقی مقالات کے معیار پر پورے اترتے ہیں' جن میں بیسیوں مآخذ سے رجوع کیا گیا ہے۔ ایک استفتاء کے جواب میں ضمناً آپ نے فرمایا:

Marfat.com

مولوی سراج الدین صاحب آنولوی کو میلاد شریف پڑھنے بٹھا دیا- انہوں نے اثنائے تقریر میں کہا کہ قیامت کے دن حضور اقدس ﷺ کے جسم مبارک میں فرشتے روح ڈالیں گے- چونکہ اس میں حیات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے مسلم اصول سے انکار نکلتا تھا' یہ سن کر آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا- انہوں نے محب رسول مولانا عبدالقادر (م ۱۳۱۹ھ) سے فرمایا- آپ اجازت دیں تو میں ان کو منبر پر سے اتار دوں- مولانا عبدالقادر نے مقرر کو بیان کرنے سے روک دیا اور مولانا عبدالغفور صاحب سے فرمایا کہ مولانا ایسے لوگوں کو مولانا احمد رضا خاں صاحب کے سامنے میلاد شریف پڑھنے نہ بٹھایا کیجئے جن کے سامنے وعظ کہنے والے کے لئے علم اور زبان کو بہت نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے-"

حضرت مہدی حسن میاں صاحب سجادہ نشین سرکار کلاں مارہرہ شریف فرماتے تھے کہ جب میں بریلی آتا تو اعلیٰ حضرت خود کھانا کھلاتے اور ہاتھ دھلاتے حسب دستور ایک بار ہاتھ دھلاتے وقت فرمایا: حضرت شاہزادہ صاحب! یہ انگوٹھی اور چھلے مجھے دے دیجئے میں نے اتار کر دے دیئے میں وہاں سے بمبئی چلا گیا مارہرہ واپس آیا تو میری لڑکی فاطمہ نے کہا: ابا بریلی کے مولانا صاحب کے یہاں سے ایک پارسل آیا تھا جس میں انگوٹھی اور چھلے تھے اور والا نامہ میں مذکور تھا: "شاہزادی صاحبہ یہ دونوں طلائی اشیاء آپ کی ہیں-" یہ تھا اعلیٰ حضرت کا امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور اکابر مشائخ کی تعظیم و توقیر-" (حیات اعلیٰ حضرت ۱/ ۲۰۹)

حضور اقدس ﷺ کی محبت و تعظیم سے ہے کہ وہ چیز جس کو حضور اقدس سے نسبت و اضافت ہے اس کی تعظیم و توقیر کرنی اور ان میں سادات کرام جزو رسول ہونے کی وجہ سے سب سے زیادہ مستحق توقیر و تعظیم ہیں- اس پر اعلیٰ حضرت پورا عمل کرتے تھے- وہ کسی سید صاحب کو اس کی ذاتی حیثیت و لیاقت سے نہیں بلکہ اس حیثیت سے دیکھتے تھے کہ وہ سرکار دو عالم ﷺ کا جزو ہیں- پھر اس اعتقاد کے بعد جو کچھ ان کی تعظیم و توقیر کی جائے کم ہے-

Marfat.com

''بفضلہ تعالیٰ مجھے التزام ہے کہ جب کوئی مسئلہ پیش آئے تو متعدد معتمداتِ مذہب ضرور دیکھ لیا کرتا ہوں'' ----- (فتاویٰ نوریہ' جلد ۳' صفحہ ۱۱۶)

اس قدر محنت اور تحقیق کے باوجود آپ نے عمر بھر کسی سے فتویٰ کے عوض ایک پائی بھی وصول نہ کی' جو کچھ کیا محض رضائے الٰہی کے لئے کیا۔ اسی طرح درس و تدریس اور امامت و خطابت کے فرائض بھی عمر بھر بغیر کسی ادنیٰ معاوضے کے للّٰہیت و خلوص کے ساتھ انجام دیتے رہے -----

مرجع العلماء

عام طور پر عوام الناس مفتیان کرام سے شرعی مسائل دریافت کرتے ہیں مگر حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمہ کی طرف رجوع کرنے والوں میں بڑی تعداد ان حضرات کی ہے۔ جو بجائے خود محقق' مفتی' مدرس' دانش ور یا جید عالم دین تھے۔

مولانا محمد فیض الحبیب اشرفی فاضل دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف نے اس حوالے سے ''فقیہ اعظم ...... بحیثیت مرجع العلماء'' کے عنوان سے مقالہ تحریر کیا ہے' ان کے فراہم کردہ اعداد و شمار کے مطابق فتاویٰ نوریہ کی چھ جلدوں میں استفتاء کرنے والوں میں ایک چوتھائی سے زائد تعداد علماء اور دانش وروں کی ہے -----

آپ کے ہم عصر اکابر علمائے کرام آپ کی اجتہادی بصیرت اور تبحر علمی کے قائل تھے' جب کوئی اہم معاملہ پیش ہوتا تو علماء آپ کی طرف رجوع کرتے -----

جسٹس مفتی سید شجاعت علی قادری جج وفاقی شرعی عدالت آپ کی اجتہادی بصیرت کا یوں تذکرہ کرتے ہیں:

''حضرت کا علم و حلم' ورع و تقویٰ' فقاہت و اجتہاد مسلمہ امور ہیں لیکن جس امر نے مجھے فکری اعتبار سے ہمیشہ ان کے قریب رکھا ہے وہ حالات حاضرہ کے جدید تقاضوں کا گہرا شعور اور مسائل عصریہ کا مجتہدانہ حل پیش کرنے کی اعلیٰ ترین صلاحیت کا ان میں موجود ہونا ہے۔ ایک مرتبہ پچیس سے زائد مسائل پر مشتمل ایک سوال نامہ فقیر نے پاکستان کے اکابر علماء کی خدمت میں ارسال کیا' جس میں انتقال خون' اعضاء کی پیوند کاری' ٹیسٹ ٹیوب بے بی وغیرہ جدید مسائل کے بارے میں رائے طلب کی گئی ...... حضرت مفتی صاحب (فقیہ اعظم علیہ الرحمہ) ان چند بزرگوں میں سے تھے جنہوں نے جواب کی زحمت برداشت کی' بلکہ صحیح یہ ہے کہ پوری دلچسپی سے معقول و

Marfat.com

سادات سے محبت اور ان کے احترام کی بہت سی مثالیں "حیات اعلیٰ حضرت" میں درج ہیں۔ وہ اپنے ملفوظات میں اس سوال کے جواب میں کہ کیا سادات کے بچے کو استاد تادیباً سزا دے سکتا ہے' فرماتے ہیں: قاضی جو حدود الٰہیہ قائم کرنے پر مامور ہے' اس کے سامنے اگر کسی سید پر حد قائم ہو تو وہ اس پر حد لگائے گا لیکن اس کا حکم ہے کہ سزا دینے کی نیت نہ کرے بلکہ دل میں یہ خیال کرے کہ شہزادے کے پیر میں کیچڑ لگ گئی ہے اسے صاف کر رہا ہوں۔

سرور کائنات ﷺ سے ان کی محبت بلکہ عشق مشہور زمانہ ہے۔ ان کی یہ ہدایت پڑھیے۔

"خبردار جالی شریف کو بوسہ دینے یا ہاتھ لگانے سے بچو کہ خلاف ادب ہے بلکہ چار ہاتھ فاصلے سے زیادہ قریب نہ جاؤ۔ یہ ان کی رحمت کیا کم ہے کہ تم کو اپنے حضور بلا لیا۔ اپنے مواجہ اقدس میں جگہ بخشی' ان کی نگاہ کرم اگرچہ ہر جگہ تمہاری طرف تھی' اب خصوصیت اس درجہ قرب کے ساتھ ہے۔ والحمد للہ"

سرور کائنات ﷺ کے نام پاک کے ساتھ کبھی بعض اصحاب ص یا صلعم اور انبیائے کرام کے اسمائے گرامی کے ساتھ اختصارع' م کا لکھنا انہیں سخت ناپسند تھا بلکہ وہ اسے کفر سمجھتے تھے۔ ایک خط میں ملک العلماء کو لکھتے ہیں:

"فتاویٰ تاتارخانیہ سے ایک عبارت علامہ طحطاوی نے حاشیہ درر میں بالواسطہ نقل فرمائی ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نام پاک کے ساتھ علیہ السلام کا اختصارع م لکھنا کفر ہے کہ تخفیف شان نبوت ہے۔

اب کبھی (کتب خانہ خدابخش) بانکی پور جانا ہو تو اس عبارت کو ضرور تلاش کیجئے۔ (مکتوب فاضل بریلوی (قلمی)

ان کا حسن ادب بارگاہ رسالت میں اس قدر تھا کہ ایک بار حضرت مولانا سید شاہ اسماعیل حسن میاں نے آپ سے سیزدہ درود شریف نقل کرایا۔ حضور سید عالم ﷺ کی صفت میں لفظ "حسین" اور "زاہد" بھی تھا۔ حضرت نے نقل میں یہ دو لفظ تحریر نہ کئے اور فرمایا کہ "حسین" صیغہ تصغیر ہے اور "زاہد" اسے کہتے

Marfat.com

مدلل جوابات صرف آپ ہی کے تھے'' -----

[مکتوب بنام مولانا شبیر احمد ہاشمی' محررہ ۶ مئی ۱۹۸۳ء]

ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''حضرت فقیہ اعظم مولانا محمد نور اللہ صاحب قدس سرہ کی ذات والا صفات جامع کمالات تھی۔ آپ کا علمی تبحر' آپ کی فقہی بصیرت' آپ کا پاکیزہ کردار اور عمر بھر خدمت دین کی پُر خلوص جدوجہد' آپ کی وہ خصوصیات ہیں جن میں عہد حاضر میں شاید ہی کوئی ان کی ہمسری کا دعویٰ کر سکتا ہو-----

آپ کے فتاویٰ نوریہ کی متعدد جلدیں تا ابدان کے علمی اور فقہی انوار سے تاریک دلوں کو منور کرتی رہیں گی اور سالکان راہ محبت کے لئے خضر راہ کا کام دیتی رہیں گی-----

شیخ القرآن حضرت علامہ غلام علی اوکاڑوی علیہ الرحمہ نے حضرت کی جلالت علمی کا تذکرہ یوں کیا ہے:

''اگر دیگراں علماء اند او اعلم العلماء بود' اگر دیگراں فضلاء اند او افضل الفضلاء بود' لوگ فقیہ اعظم کہتے ہیں لیکن میں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں سمجھتا کہ اگر دیگراں فقہاء اند او افقہ الفقہاء بود...... اگر دیگراں اصفیاء اند او رئیس الاصفیاء بود...... اگر دیگراں مشائخ اند او شیخ المشائخ بود...... فتویٰ کے اندر اگر میں یہ کہوں کہ وہ اصحاب ترجیح سے تھے تو مبالغہ نہیں ہوگا۔ ان کے فتووں کے اندر اجتہادی شان ہے' مجتہدانہ بصیرت ان کو حاصل تھی' ویسے تو (لا بد للمفتی ان یکون مجتھدا) ہر مفتی کے لئے مجتہد ہونا ضروری ہے لیکن حضرت فقیہ اعظم کے فتاویٰ کی اپنی شان ہے' ان کی بعض تحقیقات سے کسی کو اختلاف ہو تو الگ بات ہے لیکن ان کی فقاہت اور ثقاہت کے بارے میں کوئی شک وشبہ نہیں'' -----

[خطاب مورخہ ۱۹ مئی ۱۹۸۳ء بمقام دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف]

انہی اوصاف کے پیش نظر شیخ القرآن علامہ عبد الغفور ہزاروی علیہ الرحمہ نے آپ کو ''آیت من آیات اللہ'' کہا-----

شہباز خطابت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے آپ کو دور حاضر کا امام ابو حنیفہ قرار دیا----- [مکتوب مولانا ابو السرور منظور احمد نوری قصوری' بنام احقر]

چنانچہ نماز میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال' انگریزی اور ہومیو پیتھی ادویات کا استعمال' جاں بلب

Marfat.com

ہیں جس کے پاس کچھ نہ ہو- حضور اقدس ﷺ کی شان میں ان الفاظ کا لکھنا مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا' لیکن میاں کے حکم کا احترام کرتے ہوئے نہایت لطافت و حسن کے ساتھ "حسین" کا لفظ اس طرح استعمال فرمایا کہ یہی صیغہ تصغیر حضور اقدس ﷺ کی عظمت شان کرنے لگا- اب درود شریف کی عبارت یوں ہوگئی: اللھم صل وسلم وبارک علی سیدنا ومولانا محمدن رفیع المکان' المرتضی علی الشان' الذی رجیل من امتہ خیر من رجال من السابقین' وحسین من زمرہ احسن من کذا وکذا حسنا من السابقین (حیات اعلی حضرت ص ۱۲۲)

سرور کائنات علیہ الصلوہ والسلام سے محبت کا ایک اور ثبوت وہ مولانا عرفان علی بیسل پوری کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

"وقت مرگ قریب ہے اور میرا دل ہند تو ہند مکہ معظمہ میں بھی مرنے کو نہیں چاہتا- اپنی خواہش تو یہی ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایمان سے موت اور بقیع مبارک میں خیر کے ساتھ دفن نصیب ہو اور وہ قادر ہے-"

آپ کی ذات "الحب للہ والبغض للہ" کی زندہ تصویر تھی- اللہ اور رسول سے محبت رکھنے والوں کو اپنا عزیز سمجھتے اور اللہ و رسول کے دشمن کو اپنا دشمن گردانتے اپنے مخالف سے کبھی کج خلقی سے پیش نہ آتے' کبھی دشمن سے بھی سخت کلامی نہ فرمائی بلکہ حلم سے کام لیا جنہیں وہ دین کا دشمن اور بد عقیدہ سمجھتے تھے ان سے کبھی نرمی نہ برتی ان کی زندگی کا ہر گوشہ اتباع سنت کے نور سے منور ہے آپ نے بعض مردہ سنتوں کو زندہ کیا' انہی میں نماز جمعہ کی اذان ثانی بھی ہے جس کو آپ نے حضور ﷺ اور خلفائے راشدین کی سنت کے مطابق خطیب کے سامنے دروازہ مسجد پر دلوانے کا رواج قائم کیا- آج ہندوستان پاکستان افریقہ افغانستان اور دوسرے ممالک میں جہاں جہاں جمعہ کی اذان ثانی دروازہ مسجد پر دی جاتی ہے وہ آپ ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے-

وہ اس امر پر اعتقاد رکھتے تھے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور حضور

Marfat.com

مریضوں کے لئے عطیہ خون، بچیوں کو لکھنے کی تعلیم دینے، ریل گاڑی اور ہوائی جہاز میں نماز، رویت ہلال، روزہ کی حالت مین انجکشن، بلغاریہ، ڈنمارک وغیرہ جہاں سال کے کچھ دن ایسے آتے ہیں جن میں غروب آفتاب کے جلد ہی بعد صبح صادق طلوع ہو جاتی ہے اور بعض وہ علاقے (قطب شمالی اور قطب جنوبی) جہاں چھ ماہ کا دن اور چھ ماہ کی رات ہوتی ہے، ایسے علاقوں میں نماز روزے اور دیگر تقریبات کے تعیُّن، حج کے لئے تصویر کا جواز، ایوبی دور میں عائلی قوانین پر مبنی پنجاب اسمبلی میں بیگم سلمیٰ کے پیش کردہ بل پر تحقیقی رائے ایسے متعدد فتوے جن میں مستفتین بھی ملکی وغیر ملکی علمائے کرام اور دانش ور حضرات ہی ہیں-----

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے نہ صرف یہ کہ خود فقہی بصیرت سے مسائل جدیدہ کا حل پیش کیا بلکہ علمائے کرام کو بھی غور وفکر اور اجتہاد کی دعوت دی، ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

"کیا تازہ حوادثات ونوازل کے متعلق احکام شرعی موجود نہیں کہ ہم بالکل صُمٌّ بُکْمٌ بن جائیں اور عملاً اغیار کے ان کافرانہ مزعومات کی تصدیق کریں کہ معاذ اللہ اسلام فرسودہ مذہب ہے۔ اس میں روزمرہ ضروریات زندگی کے جدید ترین ہزار ہا تقاضوں کا کوئی حل نہیں۔ و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم...... یہ حقیقت بھی اظہر من الشمس ہے کہ کسی ناجائز اور غلط چیز کو اپنے مفاد ومنشاء سے جائز و مباح کہنا ہرگز ہرگز جائز نہیں مگر شرعاً اجازت ہو تو عدم جواز کی رٹ لگانا بھی جائز نہیں، غرضیکہ ضد اور نفس پرستی سے بچنا نہایت ضروری ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ہمارے ذمہ دار علمائے کرام محض اللہ تعالیٰ کے لئے نفسانیت سے بلند و بالا سر جوڑ کر بیٹھیں اور ایسے جزئیات کے فیصلے کریں...... مگر بظاہر یہ توقع تمنا کے حدود طے نہیں کر سکتی، اور یہی انتشار آزاد خیالی کا باعث بن رہا ہے...... انا للہ و انا الیہ راجعون-----

[فتاویٰ نوریہ، جلد ۳، صفحہ ۵۳۳]

اتباع نبوی

حضرت فقیہ اعظم فنا فی الرسول اور فنا فی حب المدینہ تھے۔ آپ کی محفل میں حاضری سے شرف یاب ہونے والے اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ کے پیارے شہر مدینہ منورہ کا ذکر آتے ہی مرغ نیم بسمل کی طرح تڑپنے لگتے، درس حدیث دیتے ہوئے آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے ابلنے لگتے، ایسا محسوس ہوتا کہ محبوب پاک ﷺ کے جمال جہاں

Marfat.com

اقدس تبلیغ و ہدایت کے لئے بھیجے گئے تھے اور علمائے کرام ورثۃ الانبیاء ہیں۔ اسی طرح اس پر یقین رکھتے تھے کہ علماء کے ذمے دو فرض ہیں۔ ایک تو شریعت مطہرہ پر پورے طور پر عمل کرنا' دوسرے مسلمانوں کو ان کے دینی مسائل سے واقف کرانا۔ اس لئے جہاں کسی کو خلاف شرع کام کرتے ہوئے دیکھتے فرض تبلیغ بجالاتے اور اس کو اپنے فرائض میں داخل سمجھتے۔

مصنف حیات اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں: آپ کے سب کام محض اللہ تعالیٰ کے لئے تھے نہ کسی کی تعریف سے انہیں مطلب نہ کسی کی ملامت کا انہیں خوف تھا۔ حدیث شریف من احب للہ وابغض للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان کے مصداق تھے آپ کسی سے محبت کرتے تو اللہ ہی کے لئے' مخالفت کرتے تو اللہ ہی کے لئے کسی کو کچھ دیتے تو اللہ ہی کے لئے رحماء بینھم کی زندہ تصویر بھی تھے۔ حضرت تاج الفحول محب الرسول مولانا شاہ عبدالقادر بدایوانی قدس سرہ العزیز کی بہت عزت کرتے تھے حکیم عبدالحمید پریشان عظیم آبادی کے رد میں انہوں نے جو عربی قصیدہ 'امال الابرار والآم الاشرار' علمائے اہل سنت کی تعریف میں فرمایا ہے:

اذا حلوا تمصّرت الایادی

اذا راحوا فصار المصر بید

(یہ علمائے کرام ایسے ہیں جب کسی ویرانے میں اترتے ہیں تو ان کے دم قدم سے ویرانہ پر رونق شہر ہو جاتا ہے اور جب وہ شہر سے روانہ ہوتے ہیں تو شہر ویران ہو جاتا ہے) مصنف لکھتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یہ محض مبالغہ شاعرانہ معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا نہیں بلکہ واقعہ ہے مولانا عبدالقادر کی یہی شان تھی جب بریلی وہ تشریف لایا کرتے تو شہر کی حالت بدل جاتی تھی عجیب رونق اور چہل پہل ہوتی تھی اور جب وہ تشریف لے جاتے تو باوجودیکہ سب لوگ موجود ہوتے مگر ایک ویرانی اور اداسی چھا جاتی۔"

مسئلہ عینیت و غیریت صفات باری تعالیٰ میں دونوں علماء کا اختلاف تھا مولانا عبدالقادر

Marfat.com

آراء کے دیدار میں محو ہیں-----

حضرت فقیہ اعظم نور اللہ مرقدہ کی پوری زندگی اتباع نبوی اور عشق مصطفوی ﷺ سے عبارت تھی۔ ان کا چلنا، پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا، غرض ہر ہر ادا سنت مصطفیٰ کے مطابق تھی۔ عبادت و ریاضت اور تقویٰ و طہارت میں مقام رفیع پر فائز تھے۔ فرائض و واجبات کے علاوہ سنن و نوافل کا وہ اہتمام کہ باید و شاید۔ بچپن ہی سے تہجد کی عادت تھی، جس پر عمر بھر مواظبت فرمائی۔ مریدین و معتقدین کو بھی پابندی سے تہجد ادا کرنے کی تاکید فرماتے-----

آپ نے عمر بھر اتباع نبوی اور شریعت مطہرہ پر پابندی کا درس دیا-----

حضرت فقیہ اعظم باوقار، بارعب اور پرکشش شخصیت کے حامل تھے۔ آپ بچوں پر رحمت، طلباء پر شفقت اور بزرگوں سے مودت فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی زندگی حافظ شیرازی کے اس شعر کا صحیح مصداق تھی-----

آسائش دو گیتی تفسیر ایں دو حرف است
با دوستاں مروت با دشمناں مدارا

آپ اخلاقیات میں صاحب خلق عظیم کے مظہر اتم تھے۔ شخصیت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو آپ کی ذات شرافت و متانت، جرات و استقلال، ہمدردی و خیر خواہی، حلم و بردباری، بے لوثی و فرض شناسی، عالی ظرفی، علم و عمل، تواضع و انکسار، خدا ترسی اور پرہیزگاری کا مرقع تھی-----

وصال

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز نے یکم رجب المرجب ۱۴۰۳ھ بمطابق ۱۵-اپریل ۱۹۸۳ء بروز جمعۃ المبارک دوپہر ایک بجے وصال فرمایا۔ حیات ظاہری کی طرح وصال کے بعد بھی آپ کا چہرۂ انور پھول کی طرح کھلا ہوا تھا اور اس پر نورانیت اور مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔

روزنامہ مشرق لاہور نے اپنی ۱۸-اپریل ۱۹۸۳ء کی رپورٹ میں تحریر کیا:

''مولانا مرحوم کے چہرے کی مسکراہٹ دیکھ دیکھ کر لوگوں کا ایمان تازہ ہو رہا تھا''-----

نشان مرد مومن با تو گویم
چوں مرگ آید تبسم بر لب اوست

غزالئ زماں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی قدس سرہ العزیز نے نماز جنازہ پڑھائی۔ مولانا تابش قصوری صاحب لکھتے ہیں:

Marfat.com

فرماتے تھے کہ صوفیائے کرام کے صفات کو عین ذات ماننے اور فلاسفہ کے عین ذات ماننے میں فرق ہے۔ اور فاضل بریلوی اس فرق کے ماننے میں تامل فرماتے تھے۔ اس موضوع پر دونوں میں تفصیلی اور طویل گفتگو ہوئی آخر میں فاضل بریلوی نے فرمایا: میں بغیر دلیل تسلیم کئے لیتا ہوں کہ صوفیاء کے قول عینیت اور فلاسفہ کے قول عینیت میں فرق ہے اس لئے کہ میرے مرشدان عظام فرماتے ہیں کہ ہم جو صفات کو عین ذات سمجھتے مانتے ہیں وہ اس طرح نہیں جس طرح فلاسفہ مانتے ہیں۔ اگرچہ دلیل سے یہ فرق میرے ذہن میں اب تک نہیں آیا ہے لیکن چونکہ مرشدان عظام یہ فرماتے ہیں اس لئے ان کے ارشاد پر سر تسلیم خم کئے لیتا ہوں۔ (حیات اعلیٰ حضرت ۴۵/۱)

فاضل بریلوی کی تحریروں، تقریروں اور تصانیف کا خلاصہ حسب ذیل تین امور ہیں:

۱- دنیا بھر کی ہر ایک لائق محبت و مستحق تعظیم چیز سے زیادہ اللہ و رسول کی محبت و تعظیم۔

۲- اللہ و رسول کی رضا و خوشنودی کے لئے اللہ و رسول سے دوستی اور محبت۔

۳- اللہ و رسول ہی کی خوشی کے لئے اللہ و رسول کے دشمنوں سے نفرت و عداوت۔

وہ ساری عمر لوگوں کو یہی بتاتے رہے کہ جس مسلمان کے دل میں ان تینوں باتوں سے ایک بات بھی کامل نہیں تو اس کا ایمان بھی کامل نہیں۔ فاضل بریلوی نے مسلمانان عالم کو شان الٰہی کا سچا ادب سکھایا رسول کریم کی تعظیم و توقیر کا سبق پڑھایا۔ صحابہ کرام و اہل بیت عظام کی محبت و عقیدت کا درس دیا حضرات اولیائے کرام کے احترام و اکرام کا لوگوں کے دلوں میں چراغ روشن کیا۔ محبوبان بارگاہ الٰہی کے دشمنوں سے دور و نفور رہنے کا شرعی حکم سنایا اور شریعت و طریقت کی سچی تعلیم سے آگاہ کیا۔ (سوانح اعلیٰ حضرت ص ۱۹۹)

• ۱۳۴۰ھ کا ماہ رمضان مئی اور جون کے مہینوں میں پڑا۔ ایسے سخت موسم میں روزہ رکھنے کی طاقت علالت کی وجہ سے انہوں نے اپنے میں نہ پائی تو کوہ بھوالی تشریف

Marfat.com

''جنازہ میں کم وبیش چالیس ہزار نامور علماء ومشائخ عظام اور اصفیاء وحفاظ کرام شریک تھے۔ان خواص کے علاوہ عوام کا اندازہ لگانا قطعاً مشکل نہیں''-----

[ترجمان اویس' مرید کے' رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ]

روزنامہ جنگ لاہور (۱۸-اپریل ۱۹۸۳ء) نے جنازہ کا اجتماع ڈیڑھ لاکھ بتایا۔تاہم محتاط اندازے کے مطابق عوام کی تعداد دو لاکھ سے متجاوز تھی-----

دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کے مشرقی حصہ میں آپ کا روضہ مبارکہ مرجع خلائق ہے۔ آپ کا ۲۰واں سالانہ عرس مبارک رجب المرجب کی پہلی اور دوسری تاریخ (9-10 ستمبر) کو بڑی شان وشوکت سے بصیر پور میں منعقد ہو رہا ہے-----

تصانیف

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز' صاحب تصنیف عالم دین تھے۔تدریسی وانتظامی مصروفیات کے باوجود آپ نے اٹھائیس تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔چند تصانیف کے نام درج ذیل ہیں:

۱ فتاویٰ نوریہ' فقہ اسلامی کا یہ دائرۃ المعارف چھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے' اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں-----

۲ تنویر فیَ الزوال بنور عدل فیَ الزوال (عربی)' ۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء

۳ مکبر الصوت' ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۶ء

۴ حدیث الحبیب' ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء

۵ نعمائے بخشش المعروف دیوان نور

۶ الافتاء فی جواز تعلیم الکتابۃ للنساء' ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء

۷ حواشی صحیح بخاری (عربی)' غیر مطبوعہ

۸ حواشی صحیح مسلم (عربی)' غیر مطبوعہ

۹ حواشی جامع ترمذی (عربی)' غیر مطبوعہ

۱۰ فوائد ظہوریہ' حواشی شرح جامی (عربی)' غیر مطبوعہ

۱۱ مکاتیب فقیہ اعظم (غیر مطبوعہ)-----وغیرہ

Marfat.com

لے گئے وہاں آپ کو اندازہ ہوگیا کہ دنیا سے کوچ کرنے کا وقت قریب ہے چنانچہ ۳ رمضان ۱۳۳۹ھ کو اپنی تاریخ وفات کی خبر دیتے ہوئے آپ نے اپنے قلم سے یہ آیت کریمہ تحریر فرمائی ویطاف علیھم بآنیۃ من فضۃ واکواب جس سے آپ کا سال وفات متخرج ہوتا ہے ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ کو بریلی میں عین اذان جمعہ میں ادھر مؤذن نے حیّ علی الفلاح کہی ادھر روح پر فتوح نے داعی الی اللہ کو لبیک کہی محلہ سوداگران بریلی میں دارالعلوم منظر اسلام کے شمالی جانب ایک بلند عمارت کے اندر آپ کا مزار ہے ہر سال ۲۴-۲۵ صفر کو بڑے اہتمام سے آپ کا عرس منعقد ہوتا ہے جس میں اکناف ہند کے مشاہیر علماء و خطباء و مشائخ کرام شریک ہوتے ہیں۔

آپ کا تصنیف کیا ہوا یہ قطعہ آپ کی زندگی کا عکاس ہے:

نہ مرا نوش ز تحسین نہ مرا نیش ز طعن
نہ مرا گوش بمدحے نہ مرا ہوش ذمے
منم و کنج خمولی کہ نہ گنجد در وے
جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

۱۔ محمد ظفرالدین قادری: حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول کراچی، (۲) وہی مصنف: المجمل المعدد لتالیفات المجدد مطبع تحفہ حنفیہ پٹنہ ۱۳۲۷ھ / ۱۹۰۹ء لاہور ۱۹۷۴، ۱۹۷۶، ۱۹۷۷ء (۳) محمد مسعود احمد مظہری: مقالہ احمد رضا خاں بریلوی در اردو معارف اسلامیہ لاہور ۱۹۷۳ء ۴۰) وہی مصنف: حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی لاہور ۱۹۸۱ء (۵) بدرالدین احمد: سوانح اعلیٰ حضرت طبع دوم ۱۹۲۸ء (۶) محمود احمد قادری تذکرہ علمائے اہل سنت کان پور ۱۹۷۱ء (۷) رحمان علی: تذکرہ علمائے ہند مرتبہ ڈاکٹر محمد ایوب قادری

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یسئلون......

اعلیٰحضرت فاضل بریلوی لوگوں کے سوالات کا جواب دیتے ہیں

مرتبہ: محمد صلاح الدین سعیدی

حضرت سید حبیب اللہ قادری، طرابلسی، درگاہ معلیٰ، اجمیر شریف (انڈیا): کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں! ''ایک شخص اپنے وعظ میں صاف اعلان کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی تبرک اور آثار شریفہ سے اصلاً کوئی چیز باقی نہیں رہی، نہ صحابہ کے پاس تبرکات شریفہ سے کچھ تھا نہ کبھی کسی نبی کے آثار سے کچھ تھا''

الجواب: ۔ایسا شخص آیات واحادیث کا منکر ہے سخت جاہل اور کمال درجہ کا گمراہ اور فاجر ہے اس پر توبہ فرض ہے اور بعد اطلاع بھی تائب نہ ہو تو ضرور گمراہ بے دین ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

''بے شک سب میں پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر فرمایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے وہ برکت والا اور سارے جہان کو راہ دکھاتا ہے اس میں کھلی نشانیاں ہیں'' حضرت ابراہیم کے کھڑے ہونے کا پتھر'' جس پر کھڑے ہو کر انھوں نے کعبہ معظّمہ کو تعمیر کیا تھا۔ ان کے قدم پاک کا نشان اس میں بن گیا۔ اجلہ محدثین عبد اللہ بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وارزقی نے امام اجل مجاہد (حضرت عبداللہ ابن عباس کے شاگرد رشید) سے متذکرہ بالا آیہ کریمہ کی تفسیر میں روایت کیا ہے فرمایا کہ ''سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے دونوں قدموں کا اس پتھر میں نشان ہو جانا کھلی نشانی ہے جسے اللہ عزوجل آیات بینات میں فرمارہا ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے۔

''کعبہ معظّمہ کی ایک فضیلت ''مقام ابراہیم'' ہے یہ وہ پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اپنا قدم مبارک رکھا تو جتنا ٹکڑا ان کے زیر قدم آیا تر مٹی کی طرح نرم ہو گیا یہاں تک کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا قدم مبارک اس میں پیر گیا اور یہ خاص قدرت الہیہ و معجزہ انبیاء ہے پھر جب ابراہیم علیہ الصلوۃ والسّلام نے قدم اٹھایا اللہ تعالیٰ نے دوبارہ اس ٹکڑے میں پتھر کی سی سختی پیدا کر دی مگر وہ نشان قدم محفوظ رہ گیا پھر اسے حق تعالیٰ نے مدت تا مدت باقی رکھا تو یہ اقسام اقسام کے عجیب وغریب معجزے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پتھر میں ظاہر فرمائے۔

Marfat.com

(کراچی ۱۹۶۱ء) (۸) محمد ظفرالدین قادری: ۱۴ویں صدی ہجری کے مجدد لاہور ۱۹۸۰ء (۱) محمد مسعود احمد: فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں لاہور ۱۹۷۳ء (۱۰) فاضل بریلوی اور ترک موالات لاہور ۱۹۷۱ء (۱۱) حسن رضا خان: قیہ اسلام الٰہ آباد ۱۹۸۱ء (۱۲) احمد رضا خاں بریلوی: الدولتہ المکیتہ بالمادۃ الغیبیہ لاہور ۱۹۸۷ء (۱۳) محمد مصطفیٰ رضا خان: الملفوظ بریلی ۱۳۳۸ھ (۱۴) احمد رضا خان: الاستمداد بریلی ۱۳۳۷ھ (۱۵) وہی مصنف: الاجازات المتینتہ لعلماء بکتہ والمدینہ طبع اول باہتمام شیخ کبیرالدین بہاری میجروی مطبع نادری بریلی ۱۳۲۴ھ (۱۶) محمد صادق قصوری: خلفائے اعلیٰ حضرت لاہور ۱۹۷۷ء (۱۷) رسالہ المیزان امام احمد رضا نمبر (بمبئی ۱۹۷۶ء)

Marfat.com

دوسرے پارے کی ۲۴۸ ویں آیت مقدسہ میں حق سبحٰنہٗ تعالیٰ فرماتا ہے۔

''بنی اسرائیل کے نبی شمویل علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ان سے فرمایا کہ سلطنت طالوت کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمھارے پاس تابوت جس میں تمھارے رب کی طرف سے سکینہ ہے اور موسیٰ و ہارون کے چھوڑے ہوئے تبرکات ہیں فرشتے اسے اٹھا کر لائیں گے بے شک اس میں تمھارے لیے عظیم نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو''

وہ تبرکات کیا تھے؟ اس سلسلے میں ابن جریر اپنی تفسیر ''جامع البیان'' میں مذکورہ آیت نمبر ۲۴۸ پارہ نمبر ۲ کے تحت حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں۔

''تابوت سکینہ میں تبرکات موسو یہ میں سے ان کا عصا تھا اور تختیوں کی کرچیاں'' (ٹکڑے)

تفسیر معالم التنزیل میں ہے ''تابوت میں موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا عصا اور ان کی نعلین اور ہارون علیہ السّلام کا عمامہ وعصاء تھا'' ان کی برکات تھیں کہ بنی اسرائیل اس تابوت کو جس جنگ میں آگے کرتے فتح پاتے، اور جس مراد میں اس کا وسیلہ دیتے وہ مراد پوری ہوتی۔

صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجام کو بلا کر اپنے سر مبارک کے داہنی جانب کے بال مبارک مونڈنے کا حکم فرمایا پھر ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر وہ سب بال (تبرکاً) انہیں عطا فرما دیئے پھر بائیں جانب کے بالوں کا حکم فرمایا اور وہ ابوطلحہ کو دیئے کہ انہیں صحابہ کرام میں تقسیم کردو''

صحیح بخاری کتاب العباس جلد دوم صفحہ ۸۷۱ پر عیسیٰ بن طہمان سے روایت ہے کہ۔ ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو نعل مبارک ہمارے پاس لائے کہ ہر ایک میں بندش کے لیے دو دو تسمے تھے، ان کے شاگرد حضرت ثابت بنانی نے ہمیں بتایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین مقدس ہیں صحیح مسلم شریف کی دوسری جلد کے صفحہ ۱۹۰ پر بابِ تحریم میں ایک حدیث حضرت اسما بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔

''انھوں نے کسروانی ساخت کا ایک اونی جبہ دکھایا (جس کی پلیٹ شمین تھی اور دونوں چاکوں پر یشم کا کام تھا) اور فرمایا کہ یہ جبہ مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے یہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھا حضرت عائشہ کے انتقال کے بعد میں لے لیا (کیونکہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے زیب تن فرمایا کرتے تھے (اس لیے تبرکاً) ہم اسے دھو دھو کر مریضوں کو پلاتے ہیں اور اس سے شفا چاہتے ہیں''

یہ چند احادیث خاص صحیحین سے لکھ دیں اور یہاں احادیث میں کثرت اور اقوال ائمہ کا تواتر بشدت

Marfat.com

دارالعلوم دیوبند کا اصل بانی کون؟

ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم ایم اے - ہمدرد یونیورسٹی دہلی

دارالعلوم دیوبند کے اصل بانی سلسلہ قادریہ کے عظیم بزرگ حاجی سید محمد عابد حسین علیہ الرحمتہ الرضوان ہیں۔ لیکن موجودہ دیوبندی مکتب فکر سے ان کے عقائد و نظریات متصادم تھے۔ ان کا عقیدہ اس دور میں وہی تھا جس کے علمبردار اس زمانہ میں امام اہلسنّت حضرت مولانا الشاہ احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمتہ والرضون اور ان کے خلفا اور متبعین ہیں۔ آج دیوبندیوں نے ان کے نام پر پردہ ڈال کر ہمیشہ کے لیئے گوشہ خمول میں ڈال دیا ہے اور اصل بانی کی حیثیت سے مولوی محمد قاسم نانوتوی (م 1297ھ) کا نام مشہور کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں کے فارغ التحصیل طلبہ اپنے نام کے ساتھ "قاسمی" لکھتے ہیں اور اس سے یہ بات پھیلانا چاہتے ہیں کہ دارالعلوم دیوبند کے بانی مولوی محمد قاسم نانوتوی ہیں نہ کہ حاجی سید عابد حسین رحمتہ اللہ علیہ۔

دارالعلوم دیو بند کے اصل بانی کی حیثیت سے تین لوگوں کا نام لیا جاتا ہے۔

1- حاجی سید محمد عابد حسین رحمۃ اللہ علیہ

2- حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

3- مولوی محمد قاسم نانوتوی

لیکن اس ادارہ کے اصل بانی کون ہیں اس کا اجمالی تذکرہ ذیل میں کیا جارہا ہے۔ علم کی نشرواشاعت کے تعلق سے حاجی سید محمد عابد حسین رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خواب دیکھا، اس خواب کا ذکر "تذکرۃ العابدین" کے مصنف مولوی نذیر احمد دیوبندی نے ان لفظوں میں کیا ہے۔

" حاجی صاحب ایک بار چلے میں تھے کہ آپ نے رسول

Marfat.com

اور مسئلہ خود واضح ،اور اس کا ان کا جہل واضح ہے لہٰذا صرف ایک عبارت ''شفا شریف'' پر اکتفاء کریں جلد دوم صفحہ ۴۴ پر فرماتے ہیں۔

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا ایک جزیہ بھی ہے کہ جس چیز کو حضور سے کچھ تعلق ہو حضور کی طرف منسوب ہو حضور نے اسے چھوا ہو یا حضور کے نام سے پہچانی جاتی ہو ان سب چیزوں کی تعظیم کی جائے۔ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹوپی میں چند ہوئے مبارک تھے کسی جنگ میں وہ ٹوپی گر گئی خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (اس ٹوپی کے حصول کے لیے) بڑا شدید حملہ فرمایا کہ بعض صحابہ کرام نے اعتراض کیا کیونکہ اس حملے میں کئی مسلمان شہید ہو گئے تھے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا یہ حملہ اپنی ٹوپی کے لیے نہ تھا بلکہ سرکار کے موئے مبارک کے لیے تھا کہ مبادا اس کی برکت میرے پاس نہ رہے اور وہ کافروں کے ہاتھ لگیں۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا گیا کہ منبر پر جس جگہ سرکار تشریف رکھتے تھے اسے ہاتھ سے مس کر کے منہ پر پھیرلیا کرتے تھے''

نوٹ:۔ خالد بن ولید والی حدیث ابویعلی اور عبداللہ بن عمر والی حدیث ابن سعد نے ''طبقات'' میں روایت کی ہے۔ ۱۳۱۵ھ ہجری میں ذی الحجہ کی ۲۶ تاریخ کو ریاست ریوداں سے مولوی عبدالرحیم خاں نے اعلیٰحضرت سے یہ مسئلہ پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کا نقشہ بنا کر اپنے پاس رکھنے کا کیا حکم ہے۔

اعلیٰحضرت نے جواب میں روضہ اطہر کے نقشہ پر وضاحت کے متعلق لکھنے کے بعد نقشہ نعلین پاک کے متعلق مندرجہ ذیل ارشادات فرمائے جو فتاویٰ رضویہ جلد نمبر ۲۱ صفحہ نمبر ۴۴۸ پر موجود ہیں۔

علامہ محمد بن احمد بن علی فاسی قصری ''مطالع المسرات'' میں فرماتے ہیں کہ علماء کرام نے نعل مقدس کے نقشے کو نعل مقدس کا قائم مقام بنایا ہے اور اس کے لیے وہی اکرام و احترام جو اصل کے لیے تھا ثابت ٹھہرایا اور اس نقشہ مبارک کے خواص و برکات ذکر فرمائے اور بلاشبہ وہ تجربات میں آئے اور اس میں بکثرت اشعار کہے اور اس کی تصویر میں رسالے تصنیف کیے اور اسے سندوں کے ساتھ روایت کیا اور کہنے والے نے خوب کہا عربی اشعار کا اردو ترجمہ:۔ ''جب آتش شوق میرے سینے میں بھڑکتی ہے اور اس کا دیدار میسر نہیں ہوتا اس کی تصویر اپنے ہاتھ پر بنا کر آنکھ سے کہتا ہوں اسی پر صبر کر۔''

امام ابو اسحاق ابراہیم بن محمد بن خلف السلمی الشہیر بابن الحاج المترلی الاندلسی رحمۃ اللہ علیہ نے نقشہ نعل مقدس کے بیان میں مستقل کتاب تالیف فرمائی اسی طرح ان کے شاگرد شیخ عزیز ابوالیمن ابن عساکر نے نفیس وجلیل کتاب ''خدمت النعل للقدم المحمدی'' صلی اللہ علیہ وسلم لکھی جس کے ساتھ اکابر آئمہ نے مثل کتب حدیث روایۃً وسماعاً وقراۃً اعتنائے تام فرمایا۔

Marfat.com

اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو خواب میں دیکھا، صبح ہوئی تو آپ نے مولوی فضل الرحمٰن کو بلایا اور فرمایا کہ علم دین اٹھا جاتا ہے کوئی تدبیر کرو کہ علم دین قائم رہے۔ جب پرانے عالم نہ رہیں گے تو کوئی مسئلہ بتانے والا نہ رہے گا۔ اسی وقت آپ نے اپنے ہمنواؤں سے فرمایا کہ اس سلسلے میں جو آپ تدبیر فرمائیں ہم کو منظور ہے۔ آپ نے فرمایا کہ چندہ کر کے ایک مدرسہ قائم کرو اور کاغذ لے کر اپنا چندہ لکھ دیا اور روپے بھی سامنے رکھ دیئے اور فرمایا کہ انشاء اللہ ہر سال یہ چندہ دیتا رہوں گا۔ اسی وقت موجودہ لوگوں نے بھی چندہ دیا، حاجی صاحب مسجد سے باہر نکلے چونکہ حاجی صاحب کسی کے گھر نہیں جاتے تھے اس لیئے چندہ کے سلسلے میں حاجی صاحب جس کے بھی گھر گئے سب نے اپنا فخر سمجھا اور چندہ لکھ دیا، اس طرح شام تک قریب چار سو روپے اکٹھا ہو گئے۔ اگلے روز حاجی صاحب نے مولوی محمد قاسم کو میرٹھ خط لکھا کہ آپ پڑھانے کے واسطے دیوبند آیئے، فقیر نے یہ صورت اختیار کی ہے، مولوی محمد قاسم نے جواب میں لکھا"

"میں بہت خوش ہوا خدا بہتر کرے۔ مولوی ملا محمود صاحب کو پندرہ روپے ماہوار تنخواہ مقرر کر کے بھیجتا ہوں اور میں مدرسہ مذکور میں ساعی رہوں گا" (تذکرۃ العابدین ص 69)

تاریخ دارالعلوم دیوبند کے مصنف نے لکھا ہے کہ "حاجی محمد عابد کی ساعی سے محرم الحرام 1283ھ / 1866ء بروز پنج شنبہ اس مدرسہ کی بنیاد پڑی۔ (تاریخ دارالعلوم دیو بند جلد اول ص 155)

اس کا نام "مدرسہ عربی و فارسی و ریاضی" رکھا گیا۔ حسب پروگرام ملا محمود بحیثیت مدرس تشریف لائے اور تعلیم و تعلم کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس ابتدائی درس و

Marfat.com

امام احمد بن محمد خطیب قسطلانی ''مواہب الدنیہ'' میں فرماتے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابوالیمن ابن عساکر نے نقشہ نعل اقدس کے متعلق ایک مستقل رسالہ تالیف کیا جسے میں نے استاد سے پڑھ کر اور استاد سے سن کر روایت کیا اور اس طرح ابن الحاج اندلسی وغیرہا علما نے اس بارے میں مستقل تصنیفیں کیں اور اللہ عزوجل کے لیے خوبی ہے ابوالیمن ابن عساکر کی کیا خوب قصیدہ مدح شبیہ شریف میں لکھا ہے جس میں فرماتے ہیں۔

''اے فانی دنیا کی یاد کرنے والو، ان چیزوں کی یاد چھوڑ دو اور تبرکات شریفہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد کرو زہے نصیب اگر تجھے اس تصویر نعل پاک کا بوسہ ملے، اپنا رخسار اس پر رکھ اور اس کی خاک پر اپنا چہرہ مل اے نعل پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر تیری عزت وشرف بلند پر میری جان قربان تجھے دیکھ کر آنکھوں سے آنسو ایسے بہہ نکلے کہ اب تھمنا دور ہے تجھے دیکھ کر مدینے کی وادی عتیق میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار یاد آ گئی لہذا اپنے اشک رواں کے سرخ سرخ عقیق نچھاور کر رہے ہیں۔''

اے تصویر نعل مبارک تو نے مجھے وہ قدم پاک یاد دلایا ہے جس کے بلندی جود واحسان وفضل وقدیم سے ہیں اگر میرا رخسار تراش کر اس قدم پاک کے لیے کفش بناتے تو دل کی تمنا بر آتی یا میری آنکھ ان کی کفش مبارک کے لیے زمین ہوتی اس ہونے پر عزت کا آسمان بن جاتی۔

ابوالحکم بن عبدالرحمٰن الشہیر بابن المرحل کہ فضلائے مخاربہ میں سے ہیں امام بقیۃ الحفاظ ابن حجر عسقلانی نے ''تبصیر'' میں ان کا ذکر لکھا ہے وصف نقش نعل مبارک میں ان کا قصیدہ غراء شیخ ابن الحاج نے اپنی کتاب مذکور میں ذکر کیا امام قسطلانی نے اسے ''ما احسنہا'' یعنی کیا خوب فرمایا اس کے بعض اشعار ''مواہب الدنیہ'' میں یہ ہیں۔ (عربی اشعار کا اردو ترجمہ) اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر نعل پاک کو میں دوست رکھتا ہوں اور رات دن اسے بوسے دیتا ہوں اور اپنے سر اور منہ پر رکھتا ہوں۔ کبھی چومتا ہوں کبھی سینے سے لگاتا ہوں میں اپنے دھیان میں اسے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارکہ تصور کرتا ہوں تو شدت صدق تصور سے گویا اپنی آنکھوں سے جاگتے میں دیکھ لیتا ہوں۔ اس نقشہ پاک کو اپنے رخسار پر رکھ کر جنبش دیتا ہوں اور یہ خیال کرتا ہوں کہ گویا وہ اسے پہنے ہوئے میرے رُخسار پر چل رہے ہیں آہ کون ایسی صورت کر دے کہ وہ پائے مبارکہ جو ستارگان آسمان ہشتم کے سروں پر بلند ہوئے ان کی کفش مبارک چلنے میں میرے رخسار پر پڑے۔ میں نقشہ نعل پاک کو اپنے سینے پر دل کا تعویذ بنا کر باندھوں گا تاکہ دل کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ میں اسے سر پر آنکھوں کا تعویذ بنا کر باندھوں گا تاکہ بہتی پلکیں رکیں۔ سنو! تو تصویر پر کفش مبارک پر میرا باپ نثار کیا اچھا ہے اس کا بنانے والا اور جو اس کی خدمت کرے پاک ہو جائے۔ ماہ نو کی تمنا ہے کہ کاش آسمان سے اتر کر اس نقشہ مبارکہ کے بوسے لینے میں ہم اور وہ باہم مزاحمت کرتے۔ اللہ عزوجل کا سلام اترے محمد صلی

Marfat.com

تدریس کا ذکر "سوانح قاسمی" میں ان لفظوں میں موجود ہے۔

"سب سے پہلے اس مدرسہ کے مدرس ملا محمود صاحب ہیں اور جائے مدرسہ فرش مسجد چھتہ اور پہلے طالب علم مولوی عبدالعزیز صاحب ہیں۔" (سوانح قاسمی جلد دوم ص 262)۔

درس و تدریس کی یہ خبر اس علاقے میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ طلبہ حصول علم کے لیئے جوق در جوق چھتہ والی مسجد کی طرف ٹوٹ پڑے۔ ایک دن وہ آیا کہ طلبہ کی کثرت کے باعث مسجد چھتہ کی جگہ درس و تدریس کے لیئے ناکافی ہو گئی۔ کرایہ پر ایک مکان لیا گیا اور پھر وہاں تعلیم ہونے لگی مگر چونکہ مدرس ملا محمود تن تنہا تھے اس لیئے طلبہ ان کے سنبھالے نہ سنبھلتے تھے' اس لیئے حاجی صاحب نے ادارہ کو باضابطہ شکل دینے کے لیئے ایک میٹنگ طلب کی۔ ادارہ کی یہ باضابطہ پہلی میٹنگ تھی جس میں مجلس شوریٰ کا انتخاب عمل میں آیا۔ اس میں درج ذیل حضرات مجلس شوریٰ کے ممبر نامزد قرار دیئے گئے۔

مولوی محمد قاسم' مولوی فضل الرحمٰن' مولوی ذوالفقار علی' مولوی مہتاب علی' منشی فضل حق اور حاجی سید محمد عابد حسین صاحب خود اہل شوریٰ کے سرپرست و مہتمم مدرسہ بلا تنخواہ رہے۔ جب چندہ کی آمدنی زیادہ ہونے لگی تو بحیثیت مدرس مولوی محمد یعقوب کو بریلی سے بلا کر مدرس اول بنا دیا گیا اور ایک مدرس فارسی اور قرآن شریف پڑھانے کے لیئے مقرر کیا گیا۔ مدرسہ کی روز افزوں ترقی دیکھ مولوی ذوالفقار علی بہت خوش ہوتے' انہوں نے حاجی محمد عابد کے فضائل و کمالات اور دینی و مذہبی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"خدائے تعالیٰ ان (حاجی محمد عابد حسین رحمۃ اللہ علیہ) کو سحاب کے برسنے اور کتاب کے پڑھے جانے تک باقی رکھے اور امیدوں کی غایات بلندی پر ترقی دے۔ (انہوں نے) اس مدرسہ مقدسہ کی بنیاد قائم کرنے پر الہام کیا' واہ کیا مدرسہ ہے جس کی بنیاد

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم پر جب تک باد صبا چلے اور درختوں کی ڈالیوں پر پرندے چہچہائیں۔ اللھم صلی وسلم وبارک علیہ وتلہ وامتہ ابداً آمین۔ یا اللہ ان پر درود وسلام اور برکت نازل فرما اور ان کی آل اور امت پر ہمیشہ ہمیشہ اپنی رحمت فرما یہی میری دعا ہے اسے قبول فرمالے''

نیز ''مواھب الدنیہ'' میں ہے ''اس مثال مبارک کے فضائل جو ذکر کیے گئے ہیں اور اس کے منافع و برکات جو تجربے میں آئے ان میں سے ایک وہ ہے جو شیخ صالح صاحب ورع وتقویٰ ابو جعفر ابن عبدالمجید نے بیان فرمایا کہ میں نے نعل مقدس کی مثال اپنے بعض تلامذہ کو بنادی تھی ایک روز ان میں سے ایک نے آ کر کہا رات میں نے اس مثال مبارک کی عجیب برکت دیکھی میری زوجہ کو ایک سخت درد لاحق ہوا کہ مرنے کے قریب ہو گی میں مثال مبارک درد کی جگہ پر رکھ کر دعا کی کہ الٰہی اس کی برکت سے شفا دے اللہ تعالیٰ نے فوراً شفا بخشی''

نیز امام قسطلانی فرماتے ہیں کہ ابو اسحاق ابراہیم بن الحاج فرماتے ہیں کہ ان کے شیخ، شیخ ابو القاسم بن محمد رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔

''نقشہ نعل مبارک کی آزمائی ہوئی برکات سے ہے کہ جو شخص بہ نیت تبرّک اپنے پاس رکھے ظالموں کے ظلم اور دشمنوں کے غلبہ سے امان پائے گا اور وہ نقشہ مبارکہ ہر شیطان سرکش اور حاسد کے چشم زخم سے اس کی پناہ ہو جائے اور حاملہ عورت درد زہ میں اگر اسے اپنے داہنے ہاتھ میں پکڑے تو بعنائت الٰہی اس کا کام آسان ہو''

علامہ احمد بن محمد مقری تلمسانی نے اس موضوع پر دو مستقل کتابیں لکھیں۔

۱۔ النفحات العنبر یہ فی وصف نعل خیر البریہ صلی اللہ علیہ وسلم

۲۔ فتح المتعال فی مدح خیر النعال۔

ان کتب مبارکہ میں عجیب عجیب فضائل و برکات دفع بلیات وقضائے حاجات کہ جو اس نقشہ مبارکہ نے خود مشاہدہ کے اور سلف صالح اور معاصرین صالحین نے دیکھے بکثرت بیان فرمائے ہیں ان کا ذکر باعث تطویل ہے جو چاہے ''فتح المتعال'' مطالعہ کرے۔

مولانا احتشام الدین محلہ کہنہ بمبئی (انڈیا): کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں ایک بارات میں کچھ لوگ جمع تھے ان میں ایک جذامی (کوڑھی) بھی تھا۔ لوگوں نے اس کے ساتھ کھانا کھانا پسند نہ کیا۔ ایک شخص نے اصرار کیا کہ اس کے ساتھ کھانا کھائیں۔ جب بحث طویل ہوئی تو باراتیوں نے اسے کہا اسے اس وقت خدا اور رسول کے لیے علیحدہ کر دو اور میزبان کا کھانا خراب نہ کرو۔ اس شخص نے کہا کہ ہم خدا و رسول کو نہیں جانتے اس کا یہ کفریہ کلمہ سن کر جذامی کو گھر سے نکال دیا گیا۔ چند اور لوگ بھی اسی کے ساتھ شریک

Marfat.com

طریقہ مستقیم پر رکھی گئی ہے۔ گو یہ چھوٹا شہر اور زمانہ اس کا مددگار نہ تھا مگر خداوند جلیل عزیز حلیم، حکیم، علیم کی قدرت ہے کہ جب وہ کسی شئے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے اسباب آسان ہو جاتے ہیں۔ پس حضرت ممدوح نے اس کار ثواب اور تائید رائے صواب کے لیئے 1282ھ میں پکارا۔ خلقت نے اسے نہایت غور سے سنا اور قبول کیا اور جناب والا کی التماس کا اتباع کیا۔ پس یہ مدرسہ آنجناب کی سعی مشکور سے علم اور علماء کا ٹھکانہ اور مرجع فضل دنیا و دین و دین داراں بن گیا۔" (تذکرۃ العابدین ص 7)۔

دارالعلوم دیوبند کا آغاز چھتہ والی مسجد میں قائم مدرسہ عربی فارسی سے ہوا پھر تعمیر مسجد کے بعد چند سال وہاں بھی جاری رہا لیکن جب مسجد کے حجروں میں درس و تدریس اور قیام طلبہ کی گنجائش دشوار ہو گئی تو ایک مکان متصل مسجد قاضی کرایہ پر لیا گیا مگر یہ کوئی باضابطہ حل نہ تھا اس لئے۔

"حاجی صاحب نے خود ہی شوریٰ سے کہا کہ مدرسہ کے واسطے زمین خریدنی چاہیئے۔ اہل شوریٰ نے کہا کہ اگر آپ کی رائے ہے تو بہتر ہے مگر آپ ہی جگہ تجویز کر کے خرید فرمایئے۔ چند روز کے بعد حاجی صاحب نے جگہ تجویز کر کے خرید لی اور اس کا بیع نامہ بھی حاجی صاحب کے نام ہوا اور مولوی رفیع الدین جو مدرسہ کے مہتمم تھے انہیں کے ذمہ مدرسہ کی تعمیر کا اہتمام سپرد کیا اور ایک لاکھ کی لاگت سے مدرسہ تعمیر ہوا۔" (تذکرۃ العابدین ص 73)۔

مدرسہ اور مسجد دونوں کی بنیاد اور تعمیر کے سلسلے میں حاجی محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ نے جو شبانہ روز مساعی کی ہیں اور جن دشواریوں کے ساتھ پیسہ اکٹھا کیا ہے اسے ہرگز فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ جب تک سرزمین ہند پر دارالعلوم کا قیام رہے گا اس صدقہ

Marfat.com

ہو کر اٹھ کر چلے گئے۔ مہربانی فرکر بتائیں کہ ساتھ جانے والوں کے متعلق کیا حکم ہے اور جن لوگوں نے اس کو کھانے سے اٹھا دیا ان کے متعلق کیا رائے ہے؟

الجواب :۔ یاد رہے کہ جذامی (کوڑھی) کے ساتھ کھانا کھانا جائز ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود ایک کوڑھی کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا اور فرمایا ''میرے ساتھ ہو کر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھانا کھاؤ اللہ پر اعتماد اور اس پر بھروسہ رکھتے ہوئے کھانا کھاؤ''۔ اس روایت کو ابو داؤد ترمذی اور ابن ماجہ نے اچھی سند کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ یہ بات تواضع وتوکل یا اتباع رسول پر تسلیم کر لی جائے تو ثواب ملے گا۔

مگر خواہ مخواہ کوڑھی کے ساتھ کھانا کھانا ضروری نہیں ہے۔ اگر وہ ساتھ کھانے والا اللہ پر صدقہ توکل نہ رکھتا ہو تو اس سے بچنا مناسب ہے ہم یہ بات اس لیے کہتے ہیں کہ بیماری اڑ کر نہیں لگ جاتی۔ یہ خیال تو بالکل غلط ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مرض میں تعدیہ ''متعدی'' نہیں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ نے اس روایت کو بڑی تصریح کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی بیماری متعدی ہوتی تو بتایا جائے کہ سب سے پہلے اونٹ کس کی بیماری سے بیمار ہوا تھا۔ ہاں اس نظریے کو قضا الٰہی سمجھ کر تسلیم کرنا چاہیے۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے حضور نے فرمایا کوڑھی سے اس طرح بھاگو جس طرح تم شیر سے بھاگتے ہو جب کوئی جذامی کسی وادی یا گاؤں میں قیام کرے تو تم کسی دوسری جگہ پر چلے جاؤ۔ ان حالات کے باوجود نہ تو جذامی کو بیماری کی وجہ سے جدا کرنا چاہیے اور نہ ہی ہر وقت اس کے ساتھ لوگوں کو کھانا کھانے کی تلقین کرنی چاہیے۔

بہرحال بارات والوں کا انکار بے جا نہ تھا۔ لیکن اس شخص کا اصرار بھی محض ناحق ہے۔ جب انھوں نے خدا کا واسطہ دیا تو اس پر بلاوجہ نہ ماننا گناہ ہے۔ یا ان کی یہ حماقت تو صرف گناہ ہے۔ لیکن جب انھوں نے یہ کہا کہ ہم خدا اور رسول کو نہیں جانتے تو یہ کلمہ صریح کفر ہے۔ اس شخص پر فرض ہے کہ توبہ کرے از سر نو مسلمان ہو اگر اس کے نکاح میں کوئی عورت ہے تو اس سے دوبارہ نکاح کرے۔ اور جس طرح اس نے یہ کفریہ کلمہ عام مجمع میں کہا ہے ایسے ہی مجمعے میں لوگوں کے سامنے توبہ کرے اگر وہ ایسا نہ کرے ضد کرے تو مسلمان اسے اپنے گروہ سے نکال دیں اس کے پاس آنا جانا بند کر دیں اس کے معاملات میں شریک نہ ہو اس کو اپنی تقریبات میں ہرگز نہ بلائیں۔ جو لوگ اس کے ساتھ اٹھ کر چلے گئے تھے۔ وہ گناہگار ہوئے۔ انھیں بھی توبہ کرنی چاہیے۔

اسد اللہ خاں کو بک، محلّہ رام گنج متصل حسین آباد لکھنوء :۔ علماء دین اور مفتیان شرع متین اس بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ ہندو یا غیر مسلم کی دوکان سے مٹھائی خرید کر فاتحہ پڑھی جائے اور اس کا ہدیہ

Marfat.com

جاریہ کا ثواب حاجی صاحب کی روح پر فتوح کو پہنچتا رہے گا۔ یہ عجیب اتفاق ہے سرزمین دیوبند کے دونوں بڑے مذہبی مراکز کے بانی حاجی صاحب کی ذات ستودہ صفات ہے۔ ڈاکٹر بصیراحمد خان ریڈر صدر شعبہ اسلامیات ہمدرد یونیورسٹی نئی دہلی اپنے تحقیقی مقالے میں لکھتے ہیں۔

> " یہ حسن اتفاق ہے کہ مدرسہ کی ابتداء اور جامع مسجد کی بنیاد ایک ہی سال یعنی 1283ھ میں پڑی اور یہ بھی خاص بات ہے کہ ان دونوں عظیم کاموں کو شروع کرنے کی سعادت حضرت حاجی محمد عابد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو نصیب ہوئی۔" (اسلامی علوم میں حاجی امداد اللہ کی خدمات و اثرات (قلمی) ص 96)

مدرسہ کے قیام کے سلسلے میں حاجی صاحب نے جس طرح پیسہ اکٹھا کیا اور جس ایمانی جوش و خروش کے ساتھ بندگان خدا کے سامنے اپنا رومال پھیلایا اس کا ذکر مولوی مناظراحسن گیلانی نے منشی فضل حق مصنف "سوانح مخطوطہ" (ممبر مجلس شوریٰ) کے حوالے سے ان لفظوں میں کیا ہے۔

> " (حاجی محمد عابد صاحب) ایک دن بوقت اشراق سفید رومال کی جھولی بنا کر اور اس میں تین روپے اپنے پاس سے ڈالے چھتہ کی مسجد سے تن تنہا مولوی مہتاب علی صاحب مرحوم کے پاس تشریف لائے' مولوی صاحب نے کمال کشادہ پیشانی سے چھ روپے عنایت کیئے اور دعا کی اور بارہ روپے مولوی فضل الرحمٰن صاحب نے اور چھ روپے اس مسکین (یعنی "سوانح مخطوطہ" کے مصنف منشی فضل حق صاحب دیو بندی) نے دیئے۔ وہاں سے اٹھ کر مولوی ذوالفقار علی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے پاس آئے مولوی صاحب ماشاء اللہ علم دوست ہیں فوراً بارہ روپے دیئے اور حسن اتفاق سے اس وقت سید ذوالفقار علی ثانی

Marfat.com

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک یا دیگر بزرگان دین کی ارواح کو ارسال کیا جائے تو کیا یہ جائز ہے آپ قرآن وحدیث کی رو سے اس مسئلے پر اپنی رائے دیں۔

الجواب :۔ بے شک ہمارے ملک کے ہندو قطعی طور پر کافر اور مشرک ہیں جو انھیں کافر اور مشرک نہ جانے تو وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔ ہندوستان میں ایک اور فرقہ نکلا ہے جو ''آریہ'' کہلاتا ہے۔ یہ لوگ زبانی طور پر توحید کا دعویٰ کرتے ہیں اور بت پرستی کو حرام بھی کہتے ہیں لیکن لوگوں میں الفت اور محبت میں اتحاد کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں۔ ان کا رویہ دوسرے بت پرستوں سے مختلف نہیں ان بت پرستوں کے ساتھ الفت اور محبت، اتحاد کرنا جائز نہیں۔ یہ لوگ پتھر، پانی، درختوں اور تراشیدہ مورتیوں کو خدا سمجھتے ہیں اور انھیں پوجتے ہیں۔ ہم انھیں اپنا مذہب اور دینی بھائی کس طرح خیال کر سکتے ہیں؟ لہذا ایسے کافروں سے دوستی اور ملاپ سخت منع حرام اور بہت بڑا گناہ ہے اور اگر دینی رجحان کی بناء پر ہو تو بلا شبہ کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''تم میں سے جو ان کافروں سے دوستی رکھے گا تو وہ بلا شبہ انہی میں سے ہوگا۔'' ہاں اگر وہ تمھاری مجلسوں میں کسی ضرورت کے لیے انس، محبت اور دوستی کے بغیر آتے ہیں اور آپ ان کی تعظیم وتوقیر نہیں کرتے صرف کاروباری انداز میں ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں تو اس کی اجازت اور رخصت ہے بصورت دیگر میل جول اور مجلس میں بھی آنا جانا حرام ہے۔

اب رہا فاتحہ کے عمل کا طریقہ تو ہماری رائے میں ان کی بنائی ہوئی مٹھائیوں سے پرہیز زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ پاک ہے وہ پاک چیزوں کو قبول کرتا ہے۔ عام طور پر کافروں کی بنی ہوئی چیزیں ظاہری اور سرسری نظر میں پاک اور صاف دکھائی دیتی ہیں لیکن حقیقت میں مشتبہ اور مشکوک ہوتی ہیں لہذا بہتر یہی ہے کہ اس قسم کی چیزوں سے پرہیز کیا جائے۔ کیونکہ اصل اشیاء میں طہارت پائی جاتی ہے اور ہم کافر کی بنی ہوئی چیز پر یقین نہیں کر سکتے کہ اس نے طہارت کا خیال رکھا ہے کہ نہیں ہاں اگر آپ کو اس چیز کا یقین ہے کہ اس میں کوئی پلیدی نہیں ڈالی یا احتیاط کی گئی ہے۔ تو اس کو استعمال کیا جا سکتا ہے کیونکہ دین کی بنیاد آسانی پر ہے۔ امام محمد رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس چیز کے متعلق تمھیں یقین نہیں ہو کہ وہ حرام ہے تو اس کا کھانا جائز ہے۔

منشی احمد حسین، نقشہ نویس، فیض آباد، دفتر سپرنٹنڈنٹ ریلوے پٹنہ (انڈیا) :۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین ان مسلمانوں کے حق میں جو آریہ سماجیوں اور ہندوؤں کے پریسوں میں جا کر کتابت کرتے ہیں یا پریس میں چھپوائی کا کام کرتے ہیں اور ان کے اخبار اور مذہبی پرچے چھاپتے اور تقسیم کرتے ہیں حالانکہ ان کے پرچوں میں قرآن کریم اور رسول رحیم پر کھلے کھلے اعتراض اور الزام ہوتے ہیں بعض اوقات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) اور علماء متقدمین اور متاخرین کو کھلی

Marfat.com

دیوبندی وہاں موجود تھے ان کی طرف سے بھی بارہ روپے عنایت کیئے۔ وہاں سے اٹھ کر یہ درویش بادشاہ صفت (حاجی محمد عابد) محلہ ابوالبرکات پہنچے ...... دو سو روپے جمع ہو گئے اور شام تک تین سو روپے۔ پھر تو رفتہ رفتہ خوب چرچا ہوا اور جو پھل پھول اس کو لگے ظاہر ہیں۔ یہ قصہ بروز جمعہ دوم ماہ ذیقعدہ 1282ھ میں ہوا اور مدرسہ 15 محرم 1283ھ میں جاری ہوا۔" (سوانح قاسمی ص 258)۔

حاجی سید محمد عابد حسین کی شخصیت دیوبند میں بڑی مقتدر تھی۔ مذہبی اعتبار سے ان کا پایہ بہت بلند تھا۔ باشندگان دیوبند انہیں خوبیوں کی بنا پر ان کا بڑا احترام کرتے تھے۔ اس لیئے مدرسہ کا قیام اور اس کی تعمیر و ترقی کے سلسلے میں آپ سے زیادہ موزوں کوئی شخص نہیں ہو سکتا تھا۔ ان کی اس خوبی کا اعتراف کرتے ہوئے مولوی ذوالفقار علی دیوبندی نے لکھا ہے۔

"مدرسہ دیوبند کو سلطان روم بھی بغیر حاجی محمد عابد صاحب کی مدد کے نہیں چلا سکتا۔" (سوانح قاسمی ص 253)۔

بہرحال جب باضابطہ طور پر الگ ایک مدرسہ کی تعمیر ہو گئی اور تعلیم و تدریس کا سلسلہ شاہراہ ترقی پر چل پڑا تو حاجی صاحب نے مدرسہ کا اہتمام مولوی رفیع الدین کے سپرد کر دیا اور خود اس ذمہ داری سے سبکدوش ہو گئے۔ لیکن جب مولوی رفیع الدین صاحب ہجرت کر کے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور وہیں ان کا انتقال ہو گیا تو ایک بار پھر مدرسہ کے اہتمام کا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا۔ ہزار کاوش اور تلاش کے باوجود ایسا کوئی شخص دیوبند میں نہ مل سکا جو اس ذمہ داری کو بطور احسن انجام دیتا تو شوریٰ کی نگاہیں ایک بار پھر آپ کی طرف مرکوز ہوئیں۔ اس موقع سے ایک اشتہار شائع ہوا جس میں دوبارہ مہتمم بننے کا اعلان تھا۔ یہ اشتہار 23 جمادی الاولیٰ 1306ھ کو شائع ہوا جس میں درج ذیل حضرات کے دستخط تھے۔

Marfat.com

کھلی گالیاں دے جاتے ہیں اور ایسے اخبارات میں سے تہذیب الاسلام، آریہ مسافر جالندھر، آریہ مسافر میگزین، مسافر بہرائچ، آریہ پتر بریلی، ستیارتھ پرکاش ہمارے سامنے ہیں۔ آیا ان مسلمانوں سے جو ایسے پریسوں میں یا اخباروں میں کام کرتے ہیں میل جول رکھا جائے اور ان کو مسلمان سمجھا جائے اور ایسے مسلمان جو مخالفین اسلام و دشمنانِ خدا اور رسول کی اہانت کرنے والے ہیں ان کے جنازے کی نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں اور ان کے ساتھ نکاح یا شادی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: ۔ اللہ تعالیٰ اپنے غضب سے پناہ دے الحمد للہ فقیر نے ایسے ناپاک اور ملعون کلمات کسی اخبار میں نہیں دیکھے جب سوال کی اس سطر پر آیا جس سے معلوم ہوا کلمہ لعینیہ ملعونہ منقول ہوں گے۔ تو میں نے آنکھیں بند کر لیں یہ احتیاط تھی تاکہ نادانستگی میں بھی نظر نہ پڑے ایسی چیزیں مسلمان کے دل پر زخم کر دیتی ہیں۔ اب میں نے کاغذ کو طے کر دیا ہے اور ان کو یہ عبارات کے اوپر دوسرے کاغذ رکھ کر آپ کو جواب لکھ رہا ہوں اللہ تعالیٰ مجھے ایسے ملعونات نہ دکھائے اور پڑھنے کا موقع نہ دے۔ جو لوگ ایسی چیزوں کی کتابت کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ قرآن مجید اور محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسے ملعون کلمات اور گالیاں اپنے قلم سے لکھتے ہیں یا چھاپتے ہیں ان سب پر اللہ کی لعنت اترتی ہے وہ اللہ و رسول کے مخالف اور ایمان کے دشمن ہیں۔ ان پر سارا دن اللہ کے غضب کی آگ بھڑکتی رہتی ہے اور شام تک وہ اسی غضب میں گرفتار رہتے ہیں اور خاص کر جس وقت ان کلمات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو پھر وہ اپنی زبان سے ادا کرتے ہیں یا پتھر پر اس کی صحت کرتے ہیں۔ ہر کلمے پر اللہ تعالیٰ کی لعنتیں ملائکہ کی شدید لعنتیں ان پر اترتی ہیں۔

ان ناپاکوں کا یہ گمان ہے گناہ تو اس خبیث کا ہے جو کتاب کا مصنف ہے۔ ہم تو صرف نقل کرنے والے ہیں یا چھاپنے والے ہیں۔ یہ سب سخت ملعون مردود گمان ہے۔ یہی لوگ اگر کسی دنیا کے عزت دار کو گالیاں لکھ کر چھپوانا چاہیں تو یہ لوگ ہرگز نہ چھاپیں گے مصنف کے ساتھ چھاپنے والے بھی گرفتار ہوں گے اللہ واحد قہار کے قہر و عذاب کی پرواہ نہیں کرتے کاپی لکھنے والا۔ پتھر بنانے والا، چھاپنے والا، پریس چلانے والا، یا اس کی اعانت کرنے والا ایک رسی میں باندھ کر جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈھالے جانے کے مستحق ہیں۔

شیخ ننھے میاں، کلاہ فروش، بازار مارواڑ، مقام سوجت (انڈیا): ۔ حضور میرے مندرجہ ذیل چار سوالوں کا جواب عنایت فرمائیں۔

(۱) کاہنوں اور جوتشیوں سے ہاتھ دکھا کر تقدیر کا بھلا برا دریافت کرنا!

(۲) نوجوان بیوہ عورتوں کے نکاح ثانی کو برا سمجھنے اور نکاح ثانی کرنے والوں پر طعن کرنا!

(۳) بیاہ شادیوں میں طوائفوں اور بھانڈوں اور فلمی اداکاروں کو نچانا!

Marfat.com

"العبد رشید احمد گنگوہی' العبد محمد ضیاء الدین رام پوری' العبد مشتاق احمد دیوبندی' العبد ذوالفقار علی دیوبندی' العبد محمد فضل الرحمٰن دیوبندی' العبد محمد فضل حق دیوبندی۔"

اشتہار میں جو عبارت درج ہے اس سے اگر ایک طرف ان کو مدرسہ کے اہتمام و انصرام کی ذمہ داری تفویض کرنے کا علم ہوتا ہے تو دوسری طرف اس کا بھی پتا چلتا ہے کہ اس ادارہ کے بانی اور مجوز اول خود حاجی صاحب ہی ہیں۔ اشتہار کی عبارت یہ ہے۔

"جملہ خیرخواہاں مدرسہ کو سبب روانگی مولوی رفیع الدین صاحب نہایت تشویش پیش آئی' ناچار بجز اس تجویز کے کوئی چارہ بن نہ پڑا کہ مجتمع ہو کر بخدمت بابرکت حضرت سید محمد عابد صاحب دام برکاتہ جو بانی و مجوز اول مدرسہ ہذا و حامی و سرپرست و سرآمد ارباب شوریٰ ہیں اور اول ایک عرصہ دراز تک مہتمم مدرسہ رہے ہیں حاضر ہو کر ملتجی ہوئے کہ جناب والا پھر اس کام کو انجام دیں بحمد اللہ کہ سید صاحب ممدوح نے بنظر حمایت دین متین و خوشنودی رب العالمین و خرسندئی روح پرفتوح حضرت سید المرسلین و آلہ واصحابہ اجمعین نے اس عرض کو قبول فرمایا۔ جزاہ اللہ تعالیٰ خیرالجزاء" (تذکرۃ العابدین صفحہ 74)-

مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب مدرسہ دیوبند کی سرپرستی قبول کرنے سے قبل میرٹھ میں منشی ممتاز علی کے پریس میں ملازم تھے۔ ان کی سرپرستی نے مدرسہ دیوبند کو بام ثریا پر پہنچا دیا۔ مولوی محمد یعقوب جو اس مدرسہ کے مدرس اول مقرر کیئے گئے انہوں نے مولوی محمد قاسم نانوتوی کے حالات پر مشتمل ایک کتاب لکھی ہے اس میں انہوں نے یہی لکھا ہے کہ جن لوگوں نے شروع میں مدرسہ کی تجویز رکھی تھی اس میں حاجی محمد عابد حسین کا نام سرفہرست ہے۔ اس دینی امور میں مولوی فضل الرحمٰن اور

Marfat.com

(۴) جوئے کا انکھ لگا کر ہار جیت کے متعلق نمبروں سے آگاہ کرنا جس طرح کے ہندو مہاجن یا ایسے دوسرے لوگ کرتے ہیں۔

الجواب:۔ کاہنوں اور جوتشیوں سے ہاتھ دکھا کر تقدیر کا بھلا برا دریافت کرنا اگر بطور اعتقاد ہو تو کفر خالص ہے، اور اگر مذاق اور رواج کے طریقے پر تو عبث و مکروہ اور حماقت ہے۔ اگر یونہی پوچھا جائے تو کوئی حرج نہیں۔

(۲) نکاح ثانی کو برا سمجھنا اس پر طعنہ زنی کرنا اگر رسم و رواج یا عام عادات کے پیش نظر کیا جائے تو برا نہیں۔ لیکن اسے شرعاً حرام جانے یا شرعاً حلال جان کر پھر بھی اس کے خلاف بات کریں تو یہ گناہ کبیرہ ہے۔ اگر وہ اعتقادی طور پر نکاح ثانی کو حرام سمجھتا ہے تو کفر ہے۔ اور اگر اس نکاح ثانی کو حرام جان کر کے خلاف وہ پروپیگنڈہ کرتا ہے تو صریح مرتد۔

(۳) طوائفوں کا ناچ مطلقاً حرام قطعی ہے اس کے متعلق کئی آیات قرآنیہ موجود ہیں۔ البتہ بھانڈ نقلیں بناتے اور لوگوں کو ہنساتے ہیں یہ بھی شرعاً حرام ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ''جو بری مجلس کے درمیان بیٹھا وہ ملعون ہے'' اور مزامیر کے ساتھ ان کا گانا بھی حرام ہے اگر لچکے توڑے کے ساتھ ناچتے ہوں تو یہ بھی حرام ہے۔

(۴) جو اقرآنی نص کے پیش نظر قطعی حرام ہے مگر ان افعال کے کرنے سے آدمی گناہگار ہوتا ہے مستحق عذاب نار ہوتا ہے لیکن اس حرکت سے حنفیت یا سنیت سے خارج نہیں ہوتا جب تک اعتقاد میں فرق نہ ہو۔

جناب ریاض احمد صاحب محلہ بہاری پور بریلی:۔ کسی سچی بات کے لیے قرآن پاک کی قسم کھانا یا اس کا اٹھا لینا گناہ ہے یا نہیں؟ آپ کو تکلیف دینے کی اس وجہ سے ضرورت ہوئی کہ ایک شخص سے کہا گیا کہ اگر تو سچا ہے تو قرآن شریف کو سر پر اٹھا لے۔ اس کا اس نے جواب دیا کہ میں سچائی پر ہوں لیکن میں قرآن شریف نہیں اٹھا سکتا ہوں کیونکہ قرآن شریف اٹھانا ہر حالت میں گناہ ہے، دوسرا فریق کہتا ہے کہ سچا قرآن شریف اٹھانا گناہ نہیں ہے البتہ جھوٹا قرآن شریف اٹھانا گناہ ہے، مہربانی فرما کر مطلع فرمائیے کہ دونوں باتوں میں کون سی بات سچی ہے؟

الجواب:۔ جھوٹی بات پر قرآن مجید کی قسم کھانا یا اٹھانا سخت عظیم گناہ کبیرہ ہے اور سچی بات پر قرآن عظیم کی قسم کھانے میں حرج نہیں اور ضرورت ہو تو اٹھا بھی سکتا ہے مگر یہ قسم کو بہت سخت کرتا ہے، بلا ضرورت خاصہ نہ چاہیے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مولانا عبدالغفور صاحب برٹش گائنا برارا تیرس و ینچ ایسٹ بنک کلکتہ:۔ اگر کچھ لوگوں نے کلام اللہ کو ہاتھ میں لے کر حلف کیا اپنے پیش امام کی تابعداری کا وعدہ کیا وہ حلف یمین ہوا یا کہ نہیں؟ اور یا کہ

Marfat.com

مولوی ذوالفقار علی بھی ان کے شریک کار تھے۔ اصل عبارت درج ذیل ہے۔

" مولوی فضل الرحمٰن اور مولوی ذوالفقار علی صاحب اور حاجی محمد عابد صاحب نے یہ تجویز کی کہ ایک مدرسہ دیوبند میں قائم کریں۔ تنخواہ پندرہ روپے تجویز ہوئی اور چندہ شروع ہوا۔ چند ہی روز گذرے کہ چندہ کو افزونی ہوئی اور مدرس بڑھانے لگے اور مکتب فارسی اور حافظ قرآن مقرر ہوئے اور کتب خانہ جمع ہوا۔ مولوی محمد قاسم صاحب شروع مدرسہ میں دیوبند آتے اور پھر ہر طرح اس مدرسہ کے سرپرست ہوئے۔" (حالات جناب طیب مولوی محمد قاسم صاحب ص 22)۔

مولوی محمد قاسم کی دیوبند میں آمد کے بعد مدرسہ نے دن دونی رات چوگنی ترقی کی اور ایک دارالعلوم کا نقشہ جو ان کے ذہن و دماغ میں تھا اسے پیش کیا اور اسی دھڑے پر مدرسہ کو چلانے کی راہ ہموار کی جس میں وہ کافی حد تک کامیاب بھی رہے۔ شیخ محمد اکرم نے "موج کوثر" میں ان کی ان خوبیوں کا ذکر کیا ہے لیکن ساتھ ہی انہوں نے اس کا بھی اعتراف کیا ہے کہ وہ مدرسہ دیوبند کے اصل بانی نہ تھے۔ اس موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے شیخ محمد اکرام رقمطراز ہیں۔

" مولانا محمد قاسم مدرسہ دیوبند کے اصل بانی نہ تھے' لیکن مدرسہ کو ایک شاندار دارالعلوم بنانے کا خیال آپ کا تھا۔ جن قابل عزت بزرگوں نے اس مدرسہ کو شروع کیا شاید ان کا منتہائے مقصود ایک مکتب سے زیادہ نہ تھا جو جامع مسجد کی سہ دریوں میں بھی جاری رہ سکتا تھا لیکن مولانا محمد قاسم نے شروع ہی سے اپنا تخیل بلند رکھا اور مدرسہ کی بنیادیں اس قدر وسیع اور بلند رکھیں کہ ان پر دارالعلوم کی عالیشان عمارت تعمیر ہو سکی۔"

(موج کوثر ص 200)۔

Marfat.com

شرہوا اللہ تعالیٰ کے ساتھ؟ یا گناہ ہوا؟ یا ایسا حلف قسم کلام اللہ کا ہوا نیز یہ وضاحت فرمائیں قسم کلام اللہ کا کھانا درست ہے یا کہ نہیں؟ اور یہ جو حدیث پاک میں آیا ہے کہ غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے مگر لوگوں نے قرآن سے حلف لے کر امام کی تابعداری کا وعدہ کیا وہ وغیرہ اللہ کی قسم کہا جائے گا یا نہیں؟

الجواب :۔ یاد رہے کہ کلام اللہ، اللہ تعالیٰ کی صفت قدیمہ ہے۔ صفات الٰہیہ عین ذات ہیں نہ کہ غیر ذات۔ اس لیے کلام اللہ کی قسم کو شرعی حلف جاننا چاہیے۔

درمختار میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بے شمار صفات ہیں جس کے ساتھ قسم کھانا دراصل اللہ تعالیٰ کی قسم کھانا ہے۔ لہذا قرآن کے ساتھ حلف اٹھانا ایسا ہی ہے جیسا کہ اللہ کی عزت، عظمت اور جلال کی قسم کھائی جائے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت، جود و کرم کی قسم کی طرح نہیں جو کہ ہمارے ہاں متعارف نہیں۔ اور یہی متعارف ہونا یا نہ ہونا ہی شرعی قسم کا معیار ہے۔

ہاں قرآن پاک کو ہاتھ میں لے کر یا اس پر ہاتھ رکھ کر کوئی بات کہنی لیکن حلف یا قسم اٹھا کر نہ کہنی یہ شرعی حلف نہ ہوگا۔ مثلاً یہ کہے قرآن مجید میرے ہاتھ میں ہے میں کہتا ہوں کہ میں ایسا کروں گا لیکن اس نے نہ کیا تو نہ یہ قسم ہوگی تو نہ اس کا کفارہ آئے گا۔

مولانا غلام جیلانی، صاحب محلہ شمس آباد، کیمل پور (اٹک) :۔ ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں اپنے بھائی کے گھر ہرگز کھانا نہیں کھاؤں گا تو اگر کھاؤں تو مجھ پر فلاں قسم لازم آئے۔ کچھ دنوں بعد اس کے بھائی کے گھر شادی کی تقریب ہوئی لوگوں نے اس کو مجبور کیا کہ چلو چل کر کھانا کھاؤ۔ اس نے کہا کہ میں تمھارے ساتھ جانے کو تو تیار ہوں۔ لیکن کھانا صرف تصور میں کھاؤں گا اور تمھارے ساتھ بیٹھوں گا کیونکہ میں نے کھانا نہیں کھانا صرف کھانے والا سمجھا جاؤں گا۔ یہ واقعہ ہمارے علاقہ کے علماء کے سامنے پیش ہوا تو انھوں نے فیصلہ کیا اس بات پر قسم ٹوٹ جاتی ہے اور اسے کفارہ دینا ہوگا۔ انھوں نے کتاب ''اصول شاشی'' کے حاشیہ سے ایک عبارت سامنے رکھی جس کی روشنی میں انھوں نے یہ فیصلہ کیا۔ آپ وضاحت فرمائیں کہ اس عبارت کا سوال مذکور کے حانث ہونے سے تعلق ہے یا نہیں۔ اگر حضور اس عبارت کا مطلب دلائل اور نظائر کے ساتھ مہیا کریں تو میرے ہر طرح کے حجاب ختم ہو جائیں گے۔ اس بحث کی وضاحت بھی ہو جائے گی۔

الجواب :۔ سوال کا جواب دینے سے پہلے میں مولانا کی خدمت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں آنے والے ایک شخص کا واقعہ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اس شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ دوسرے شخص کی ماں سے زنا کر رہا ہے حضرت امیر المومنین کرم اللہ وجہہ نے فرمایا، یہ ایک برا خواب اور برا خیال ہے۔ اس شخص کو دھوپ میں کھڑا کر کے اس کے سایہ پر کوڑے مارے جائیں۔ یہ واقعہ اس لیے بیان کیا گیا ہے کہ ایسی باتیں سزا اور جزا کے لائق نہیں ہوتی۔ اس شخص کے سوال میں کھانے کی شرط کو ذکر کیا گیا ہے۔ اگر اس نے

Marfat.com

مدرسہ کے اصل بانی جناب حاجی سید محمد عابد حسین رحمۃ اللہ علیہ ہیں مگر اس مدرسہ کو ترقی دے کر دارالعلوم کی شکل دینے میں مولوی محمد قاسم نانوتوی کی خدمات کو بھی ہرگز فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ ٹھیک اس طرح جس طرح سرسید نے علی گڑھ میں "مدرستہ العلوم" کی بنیاد رکھی اور ان کے رفقاء نے اپنی شبانہ روز مساعی سے اسے کالج اور پھر یونیورسٹی کی شکل میں تبدیل کیا مگر اس کے باوجود بھی موجودہ یونیورسٹی کا بانی سرسید ہی کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ موجودہ "دارالعلوم دیوبند" اسی مدرسہ عربی و فارسی و ریاضی کی ترقی یافتہ شکل ہے جس کی بنیاد 1283ھ میں جناب حاجی محمد عابد حسین نے ڈالی تھی۔ پھر انہیں دارالعلوم دیوبند کا بانی کیونکر نہیں تسلیم کیا جاتا ہے؟ یہ سوالیہ نشان ہے جس پر ارباب حق کو سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کی ضرورت ہے۔ جو معاصر شواہد ہیں۔ اس نے تو یہی اندازہ ہوتا ہے کہ حاجی صاحب میلاد و فاتحہ اور بزرگان دین کی نذر و نیاز کے قائل تھے اس لیئے ان کا نام پردۂ خمول میں ڈال دیا گیا اور میر کارواں کی حیثیت سے مولوی قاسم نانوتوی ابھر کر سامنے آگئے۔

مدرسہ کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونے کی واحد وجہ نیتوں کا فتور اور نفسانیت کا دخل تھا۔ حاجی صاحب نے اس کی بنیاد خلوص و للہیت پر رکھی تھی لیکن جب مولوی محمد قاسم نانوتوی اس ادارہ سے وابستہ ہوئے تو وہ خلوص و للہیت جس پر مدرسہ کی بنیاد تھی وہ مفقود ہوتی نظر آنے لگی اور حاجی صاحب اور دوسرے اراکین ادارہ کے نظریات و خیالات باہم متصادم ہونے لگے اور جس مقصد کے لئے ادارہ قائم ہوا تھا عملی طور پر ادارہ اس سے کوسوں دور چلا گیا تو حاجی صاحب محمد عابد حسین صاحب نے مکمل طور پر مدرسہ سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ "تذکرۃ العابدین" کے مصنف لکھتے ہیں۔

> "چونکہ لوگوں کے دلوں میں خلوص نہیں رہا اس لیئے اختلافات رونما ہوتے رہے نتیجہ یہ ہوا کہ ایک وقت آیا کہ آپ قطعی مدرسہ کے کاروبار سے علیحدہ ہو گئے اور فرمایا کہ اب

Marfat.com

واقعہ کھانا کھایا ہے صرف تصور نہیں کیا۔ تو اس پر قسم عائد نہیں ہوگی۔ یہ بات ہر عقلمند اور بچہ بھی جانتا ہے کہ کوئی شخص کھانے کا تصور کرلے اور حقیقی کھانا نہ کھائے تو اس کا پیٹ نہیں بھرتا تو پھر ایسا ہی تو دنیا سے فکر وفاقہ ختم ہو جائے اور رزق میں تفاوت کی یہ حکمت معاذ اللہ ختم ہو جائے جس کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا، اگر اللہ تعالیٰ سب کے لیے رزق کو کشادہ کردے تو لوگ زمین میں بغاوت کردیں لیکن وہ تو اپنی مشیت اور حکمت سے ہر ایک کو رزق تقسیم کرتا ہے۔ اگر کھانا بغیر طعام کے متصور ہو سکے تو پھر کھانے کے بغیر قسم ٹوٹ جائے گی جب کھانا بغیر تصور سے متصور نہیں ہوسکتا تو طعام کے بغیر قسم بھی نہ ٹوٹے گی۔ جو لوگ اس شخص کو قسم توڑنے والا کہتے ہیں۔ وہ عقل سے عاری ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

مولانا محمد اسمٰعیل صاحب محلہ موموناں، مقام پکاسن میواڑ (انڈیا):۔ چند لوگوں نے مسجد میں جمع ہو کر اعلان کیا کہ جو شخص اپنی بیٹی کے نکاح پر روپیہ لے گا یا قرض دار کے گھر سے کھانا کھائے گا۔ تو وہ کلمہ شریف اور قرآن سے پھر جائے گا۔ یہ بات انھوں نے کاغذ پر لکھوا کر سب کے دستخط کروالیے۔ کچھ دنوں بعد انھوں نے وہ کاغذ پھاڑ ڈالا اور وہی سابقہ کام رسم ورواج کے مطابق کرنے لگے۔ آپ مہربانی فرما کر ایسے لوگوں کے متعلق شرعی حکم فرمائیں!

الجواب:۔ بیٹی کے نکاح کے لیے روپیہ لینا ناجائز ہے۔ ہندوستان کے بعض علاقوں اور خاص کر سرحد کے دور دراز علاقوں میں بعض لوگ بیٹی پر روپیہ لیتے ہیں۔ پھر قرض دار کے ہاں کھانا کھانا اگر قرض کے دباؤ سے ہے تو بھی ناجائز ہے۔ جن لوگوں نے یہ اقرار کیا تھا کہ جو ایسا کرے گا تو وہ کلمہ شریف اور قرآن شریف سے پھرے گا لیکن کچھ دنوں بعد وہ اپنے اقرار سے پھر گئے اور کاغذ پھاڑ ڈالا ان میں سے جس کے خیال میں یہ ہو کہ واقع ایسا کرنے سے قرآن مجید اور کلمہ طیبہ سے پھر جائے گا اور یہ سمجھ کر ایسا کیا وہ کافر ہو گیا۔ اس کی عورت نکاح سے نکل گئی۔ وہ نئے سرے سے کلمہ پڑھے اور اس کے بعد اگر اس کی بیوی راضی ہو تو اس سے دوبارہ نکاح کرے ورنہ مسلمان ایسے شخص کا مقاطع کریں۔ اور اس سے سلام کلام اور اس کی موت وحیات میں شرکت سب حرام ہے۔ اور جو جانتا تھا کہ ایسا کرنے سے قرآن مجید یا کلمہ طیبہ سے پھرنا نہیں ہوگا تو وہ گناہ گار ہوگا۔ اس پر قسم کا کفارہ لازم ہے۔

مولانا ضیاء الاسلام صاحب، خطیب جامع مسجد آگرہ:۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت حضرت امام احمد رضا خاں صاحب کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ براہ کرم مندرجہ ذیل تین سوالات کا جواب مرحمت فرمائیں۔

(۱) کچھ لوگوں نے متفق ہو کر اور قرآن شریف ہاتھوں میں رکھ کر قسم کھائی کہ تمام لوگ اپنی مستورات کو قبروں پر جانے کی اجازت نہ دیں۔ تعزیہ دیکھنے نہ جانے دیں ایسے شادیوں میں شریک نہ ہونے دیں جس

Marfat.com

للہیت نہ رہی بلکہ نفسانیت آگئی۔ فقیر کو ان سب باتوں سے کیا غرض" (تذکرۃ العابدین ص 76)۔

سطور بالا میں حاجی صاحب نے جس نفسانیت کا ذکر کیا وہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ اس مدرسہ کے ذریعہ اسلام کی حقانیت و صداقت کی نشر اشاعت کا جو اہم فریضہ انجام دینا چاہتے تھے اس سے ادارہ کے دوسرے اراکین متفق نہ تھے۔ ان حضرات کا نقطہ نظر بالکل جداگانہ تھا۔ وہ اس مدرسہ کو انگریزی حکومت کی رضا و منشا کے مطابق چلانا چاہتے تھے کیونکہ مدرسہ کے صدر مدرس مولوی یعقوب علی حکومت وقت کے زبردست بہی خواہ تھے۔ مدرسہ کی صدر مدرسی قبول کرنے سے قبل وہ کئی شہروں میں انگریز گورنمنٹ میں ڈپٹی انسپکٹر آف اسکول کے فرائض انجام دے کر اپنی حسن کارکردگی سے انگریزوں کی نظر میں محبوب بن چکے تھے۔ اپنے اس کامیاب تجربہ کی روشنی میں اس مدرسہ کو اس روش پر لے جانا چاہتے تھے جو انگریز حکومت کی عین منشا کے مطابق تھا' اس لیئے ان کے خیالات کا حاجی محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ کے خیالات سے متصادم ہونا ناگزیر تھا اور مولوی محمد یعقوب علی ہی کیا جتنے لوگ اس مدرسہ سے وابستہ ہوئے اس میں اکثر لوگ انگریزی حکومت کے وظیفہ خوار تھے اور ان کے دور حکومت میں اہم عہدوں اور مناصب پر فائز تھے۔

شیخ الہند مولوی محمود الحسن دیوبندی (م 1920ء) کے والد ماجد مولوی ذوالفقار علی دیوبندی (م 1904ء) ایک عرصہ تک بریلی کالج میں مدرس رہے پھر ڈپٹی انسپکٹر مدارس بنائے گئے اور اسی عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی (م 1949ء) کے والد ماجد مولوی فضل الرحمٰن دیوبندی (م 1891ء) بریلی میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ 1807ء میں اسی عہدہ پر جلوہ افروز تھے۔ مدرسہ دیوبند کے پہلے صدر مدرس مولوی یعقوب علی بھی انگریزی دور حکومت میں سرکاری ملازم تھے۔ پروفیسر محمد ایوب قادری لکھتے ہیں:

ب ا "جب 15 محرم 1283ھ کو مدرسہ اسلامیہ دیوبند قائم ہوا

Marfat.com

میں خلاف شرع رسومات ادا کی جاتی ہیں اگر کوئی اس کے خلاف کرے گا تو اس کے ساتھ کھانے پینے کا تعلق اور لین دین نہ کریں گے۔ نہ اس کے جنازے میں شریک ہوں گے یہ قسم قرآن شریف ہاتھوں میں لے کر کھائی۔ دو دنوں کے بعد ایک شادی ہوئی تو کچھ لوگوں نے متفق ہو کر اپنی عورتوں کو وہاں بھیج دیا اور کچھ لوگوں نے قسم کی پابندی کی۔ اب جن لوگوں نے اس عہد کو توڑ دیا تو وہ لوگ از روئے شرع کے جرم کے مستحق ہیں؟

(۲) یہ جو قسم کھا کر وعدہ خلافی کر گئے ہیں وہ کسی معاملے میں حَکَم یا گواہی دینے کے مستحق ہیں؟

(۳) جو لوگ اپنی قسم پر قائم ہیں ان کو یہ لوگ حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور طعنہ زنی کرتے ہیں یہ مواخذہ دار ہوں گے یا نہیں؟

الجواب: ۔ وہ شادی جس میں ان لوگوں نے اپنی عورتوں کو قسم کے بعد بھیجا تھا اگر اس میں شرع کے خلاف رسومات نہیں کی گئیں۔ تو ان پر کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر اس شادی میں شریعت کے خلاف حرکات کی گئی۔ تو ان پر دوہرا گناہ ہے ایک ایسی جگہ اپنی عورتوں کو بھیجنے کا اور دوسرا قسم توڑنے کا قرآن پاک میں آیا ہے کہ اپنی قسموں کی حفاظت کرو اور اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ فرمایا ہے کہ اپنی جانوں اور اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ ان پر فرض ہے کہ توبہ کریں اور آئندہ ایسی حرکت سے باز رہیں اور قسم توڑنے کا کفارہ ادا کریں۔

(۲) ایسے لوگ توبہ کریں اور ایسی حرکت سے باز رہیں اور قسم کا کفارہ ادا کریں۔

(۳) یہ لوگ ضرور مواخذہ دار ہیں بلکہ شرعی اور دینی معاملے میں ان کو عہد الٰہی پر قائم رکھنے والوں کو برا جاننا اور قائم رہنے والوں پر طعنوں تشریح کرنا بہت بری بات ہے۔

مولانا جلال الدین، جیکب آباد بلوچستان: ۔ ایک شخص نے غصے میں آکر کہا کہ تیرے مکان پر جانا اور کھانا پینا مجھ پر حرام ہے۔ بلکہ تیرے مٹکے سے پانی پینا بھی مجھ پر حرام ہے۔

الجواب: ۔ یہ قسم ہے۔ اگر اس کے گھر کھانا کھائے یا اس کے مٹکے کا پانی پیے گا تو قسم کا کفارہ دینا آئے گا۔ اگر اس نے اپنا علاقہ چھوڑ کر غیر علاقے میں چلا گیا ہے تو پھر بھی اس پر یہ قسم رہے گی۔

☆

بنگلہ دیش چاٹگام میں "اعلیٰ حضرت کانفرنس" زیر صدارت مولانا بدیع العالم رضوی منعقد ہوئی جس میں بنگلہ دیش کے ایک ہزار سے زیادہ سنی علماء کرام نے شرکت کی۔

یہ ... ... میں رات گزارتے ہیں بشکریہ روزنامہ نوائے وقت لاہور

Marfat.com

تو مولانا محمد یعقوب صدر مدرس مقرر ہوئے۔ اس وقت مولانا محمد یعقوب سرکاری ملازمت سے سبکدوش ہو چکے تھے۔" (مولانا محمد احسن نانوتوی ص 192)۔

مولوی محمد یعقوب کی تقرری کہاں تھی اور انہوں نے اپنی ذمہ داریاں کس طرح نبھائیں اس کی وضاحت پروفیسر محمد ایوب قادری نے ان لفظوں میں کی ہے۔

" مولانا مملوک علی کے صاحبزادے مولانا محمد یعقوب نانوتوی اجمیر کالج میں مدرس مقرر ہوئے۔ پھر بنارس بریلی اور سہارنپور میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس رہے۔" (مولانا محمد احسن نانوتوی ص 38)۔

ہنگامہ غدر 1807ء کے موقع پر بھی مولوی محمد یعقوب بڑی شان و شوکت کے ساتھ اپنے عہدہ پر جلوہ فگن رہے۔ اہلحدیث عالم مولوی عبدالخالق قدوسی لکھتے ہیں۔

" قیام مدرسہ کے بعد سب سے پہلے صدر مدرس کی حیثیت سے جس شخص کا تقرر ہوا وہ مولانا مملوک علی کے صاحبزادے مولونا محمد یعقوب نانوتوی تھے۔ عجیب اتفاق ہے کہ یہ بزرگ بھی 1807ء کے وقت اسی عہدہ پر فائز تھے۔" (مولانا محمد احسن نانوتوی ص 217)۔

انگریز دور حکومت کے یہ وظیفہ خوار ملازمین حاجی محمد عابد حسین رحمۃ اللہ علیہ کے لگائے ہوئے چمن پر جب پوری طرح قابض ہو گئے اور خلوص و للہیت اس مدرسہ سے رخصت ہوگئی تو حاجی صاحب خود ہی اس مدرسہ سے علیحدہ ہو گئے۔ پھر میدان خالی پا کر ان انگریز نواز علماء نے اسی طرح مدرسہ کو چلایا جیسا انگریز چاہتے تھے۔ چنانچہ جب ان نام نہاد علماء کو زمام اقتدار سنبھالنے اور مدرسہ کا انتظام و انصرام دیکھتے ہوئے چند سال گذر گئے تو برٹش گورنمنٹ نے اپنے ان وظیفہ خوار مولویوں کی کارکردگی کا اپنے خفیہ ایجنٹوں سے معائنہ کرایا کہ جس مقصد کے لیئے ہمارے یہ علماء مدرسہ چلا رہے ہیں

Marfat.com

پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالشہید نعمانی

نام ۔ جاہلی تمدّن اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں

اسلام دینِ فطرت ہے۔اس نے جو نظامِ حیات عطا کیا ہے، وہ کسی ایک دائرے تک محدود نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبے پر محیط ہے۔سیاست ہو یا معیشت' معاشرت ہو یا عائلی زندگی' کون سا شعبہ ایسا ہے جس میں واضح رہنمائی موجود نہیں۔احادیث میں کتاب الادب کے تحت مستقل ابواب ہیں جن میں انسانی زندگی کی چھوٹی چھوٹی جزئیات کے بارے میں تفصیلی ہدایات ملتی ہیں۔

ان ہی جزئیات میں ایک ''نام'' بھی ہے۔ ہر انسان کی اس دنیا میں آمد کے بعد اس کے تشخص کا پہلا ذریعہ اس کا نام ہے۔ نام سے ہی وہ پہچانا جاتا ہے۔ معاشرے میں تعارف حاصل کرتا ہے اور دیگر بنی نوع انسان کے مقابلے میں ایک امتیاز اور انفرادیت پاتا ہے۔

عربی میں نام کے لیے لفظ ''اسم'' استعمال ہوتا ہے جس کی جمع ''اسماء'' آتی ہے۔''اسم'' اور ''اسماء'' ہمارے یہاں اردو میں بھی اسی معنی میں رائج اور مستعمل ہیں۔عربی زبان میں اسم کا مفہوم کیا ہے اور وہ کن معنی میں بولا جاتا ہے،اس کے لیے ہمیں لغت سے رجوع کرنا ہوگا۔

امام راغب اصفہانی اسم کی تعریف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

''اسم وہ ہے جس سے کسی چیز کی ذات کا تعارف حاصل ہو۔''

علامہ قسطلانی نے المواھب اللدنیۃ میں اسم کی تعریف درج ذیل الفاظ میں کی ہے۔

Marfat.com

اس میں وہ کہاں تک کامیاب ہیں' وہ مقصد حاصل ہو بھی رہا ہے یا نہیں۔ یہ واضح رہے کہ مدرسہ سے وابستہ علمائے کرام کا مقصد اگر خالص اشاعت دین حق ہوتا تو برٹش گورنمنٹ کے زیراہتمام اس کے خفیہ معائنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ اس معائنہ سے تو اس رچی ہوئی سازش کا پتہ چلتا ہے جو ان علمائے کرام اور برٹش گورنمنٹ کے باہم سمجھوتے سے عمل میں آیا تھا۔ آیئے دیوبندی مکتب فکر کے عظیم دانشور پروفیسر محمد ایوب قادری کی زبانی وہ رپورٹ پڑھیے۔

اس مدرسہ نے یوما" فیوما" ترقی کی۔ 31 جنوری 1875ء بروز یک شنبہ لیفٹیننٹ گورنر جان اسٹریچی کے ایک خفیہ معتمد مسٹر جان پامر نے اس مدرسہ کو دیکھا تو نہایت اچھے خیالات کا اظہار کیا اس کے معائنہ کی چند سطور درج ذیل ہیں۔

> "جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں روپے کے صرف سے ہوتا ہے وہ یہاں کوڑیوں میں ہو رہا ہے۔ جو کام پرنسپل ہزاروں روپیہ ماہانہ تنخواہ لے کر کرتا ہے وہ یہاں ایک مولوی چالیس روپیہ ماہانہ پر کر رہا ہے۔ یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ "موافق سرکار ممد و معاون سرکار ہے۔" (مولانا محمد احسن نانوتوی ص 217)۔

سطور بالا پر مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری کا یہ تبصرہ بھی پڑھنے کے قابل فرماتے ہیں۔

> "گورنر کے خفیہ معتمد کا اچانک معائنہ کرنا آخر کیوں؟ ایک انگریز افسر نے مدرسہ دیوبند کی اور وہاں کی تعلیم و معلمین کی تعریف کیا اس وجہ سے کی تھی کہ وہاں اسلام کی خدمت ہو رہی ہے؟ انگریز خدمت اسلام میں خوش ہوتے تھے یا اس کے استحصال میں سکون محسوس کرتے تھے۔" (فیضان امام ربانی لاہور 1989ء ص 78)

Marfat.com

''اسماء اسم کی جمع ہے اور اسم وہ کلمہ ہے جس کو عرب ایک مخصوص مسمی کے لئے بولتے ہیں کہ جب وہ لفظ ادا کیا جائے تو ذہن اس مخصوص مسمی کی طرف منتقل ہو جائے۔''

ہر قوم کا بچوں کے نام تجویز کرنے میں اپنا ایک خاص ذوق ہوتا ہے جس میں تمدنی' معاشرتی اور دیگر بہت سے عوامل کارفرما ہوتے ہیں۔

زمانہ جاہلیت کے عربوں کی زندگی پر وہاں کی مخصوص آب و ہوا اور موسم کا بہت زیادہ اثر تھا۔ قریشی اور قحطانیوں کو چھوڑ کر بقیہ عرب کے باشندے خانہ بدوشی کی زندگی گزارتے تھے۔ خیموں میں رہتے اور مویشی پال کر ان کے دودھ اور گوشت سے پیٹ بھرتے اور سبزہ زاروں' بارانی علاقوں' چشموں اور کنوؤں کی تلاش میں مستقل گردش کرتے رہتے۔ اسبابِ رزق کی کمیابی کی وجہ سے آئے دن قحط سے دوچار ہوتے اور ایسی صورت میں ایک دوسرے کا مال و اسباب لوٹنے سے بھی گریز نہ کرتے۔ زبان دانی پر وہ فخر کرتے' اولادِ نرینہ کو پسند کرتے اور لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے۔ ان کی ساری زندگی مذکورہ صفات کے اردگرد گھومتی تھی۔ ان کے ناموں کی روشنی میں ان کی تمدنی زندگی کا جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ اس میں بھی جنگ و جدال باہمی آویزش اور فخر و مباہات کے اثرات بہت نمایاں طور پر موجود ہیں۔ چنانچہ وہ دشمن پر غلبہ' فتح اور نصرت کا شگون حاصل کرنے کے لیے اپنے بچوں کے ایسے نام تجویز کرتے تھے جن میں فتح و نصرت' غلبہ و انتقام' بیداری' چوکسی اور بہادری کا پہلو نکلتا ہو جیسے۔

غالب (غلبہ حاصل کرنے والا)۔ غلاب' ظالم' عارم (بدخلق' مفسد)' منازل (مدمقابل)' مقاتل (جنگجو)' معارک (جنگجو)' ثابت (ثابت قدم)' مسھر (بیدار)' مورق (بیدار) منبہ (ہوشیار)' مصبح (صبح آنے والا)' طارق (رات کو آنے والا)' عباس (ترش رو شیر)' ضرار (ضرر رساں) حمزۃ (تیز اور شعلہ بار شیر) مصعب (دشوار' سرکش)۔

اسی طرح دشمنوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی اولاد کے نام درندوں اور وحشی جانوروں کے

Marfat.com

جہاں انگریز نواز فکر و نظر کے حامل علماء مدرسہ کے منتظم کار ہوں اور ادارہ کے سیاہ و سفید کے مالک ہوں وہاں دین حق کی اشاعت خالصتاً" کیونکر ہو گئی۔ انہوں نے برٹش گورنمنٹ کی حمایت سے اس طرح ادارہ چلانے کی کوشش کی ہو گی جس سے دینی کاز کو نقصان پہنچے اور امت مسلمہ میں انتشار ہو۔ اس لیئے حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مدرسہ سے ازخود کنارہ کش ہونا بعید از عقل نہیں معلوم ہوتا۔ ان کے مستعفی ہوتے ہی مدرسہ کی باگ دوڑ پوری طرح مولوی محمد قاسم کے ہاتھ آگئی اور جو نظریاتی جنگ حاجی صاحب اور مولوی محمد قاسم نانوتوی اور ان کے دوسرے رفقاء کے درمیان تھی وہ زمام اقتدار ہاتھ میں آتے ہی سرد پڑ گئی۔ ان دونوں حضرات کے درمیان باہمی اختلاف کیا تھے؟ اس کا ذکر مولانا سید انظر شاہ صاحب استاد تفسیر دارالعلوم دیوبند نے ان لفظوں میں کیا ہے۔

"الحاج صوفی روشن ضمیر مولانا عابد حسین رحمتہ اللہ علیہ بلاشبہ دارالعلوم کے ابتدائی بانی ہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ آفاقی اور عالمی درسگاہ کے تخیل سے مرحوم کا دل و دماغ قطعاً خالی تھا۔ ایک عظیم درسگاہ جو آفاقی تصورات کی حامل ہو کلیتہ" حضرت مولانا قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مرہون منت ہے نیز ابتدائی آویزشیں جو حضرت مولانا قاسم صاحب اور حاجی عابد حسین مرحوم میں رہیں جن کی محتاط تعبیر شکر رنجی یا مشاجرت ہی سے ہو سکتی ہے۔ میرے نزدیک اس کی واقعیت صرف اتنی نہیں کہ عمارت کے مختصر یا وسیع کرنے پر دونوں بزرگوں کا اختلاف تھا جیسا کہ میں اپنے بزرگوں سے برابر سنتا رہا ہوں مجھے عرض کرنے دیجئے کہ یہ آویزش خالص "نظریاتی جنگ" تھی۔ میں تفصیلات میں تو ہرگز نہیں جاؤں گا اس لیئے کہ وہ ایک دلخراش تاریخ کا باب ہے لیکن اپنے علم و مطالعہ کی بنیاد پر اتنا ضرور عرض کروں گا کہ جو دیوبند

Marfat.com

نام پر رکھتے اور یہ توقع کرتے کہ وہ دشمنوں کے بالمقابل وحشی درندے ہی ثابت ہوں گے اور دشمن سے انتقام لینے میں ان صفات کا مظاہرہ کریں گے جو وحشی درندوں کا خاصہ ہوتی ہیں، چنانچہ اس سلسلے میں ہمیں اس قسم کے نام بکثرت ملتے ہیں۔

اسد (شیر) لیث (شیر) فراس (چیر پھاڑ کرنے والا) ذئب (بھیڑیا) ضرغام (شیر) کلب (کتا) فہد (تیندوا)۔

اسی جنگجو طبیعت کے زیر اثر وہ بچوں کے نام ایسے درخت اور پودوں کے نام پر بھی رکھتے تھے جو کانٹے دار، کڑوے، کسیلے اور غیر نفع بخش ہوں۔ ان ناموں سے ان کا مقصود اپنی قوت و شوکت کے اظہار کے ساتھ یہ تاثر بھی پیدا کرنا تھا کہ ان کی اولاد پر غلبہ و فتح حاصل کرنا دشمن کے لیے اتنا ہی دشوار ہوگا جس طرح ان درختوں اور پودوں سے نفع حاصل کرنا دشوار ہوتا ہے اور یہ کہ ان کی اولاد ان ضرر رساں پودوں کی طرح دشمن کے لیے سخت خطرے اور نقصان کا باعث ہوگی۔ اس قسم کے ناموں میں درجِ ذیل نام بہت نمایاں ہیں۔

عظاہ (کانٹے دار جھاڑی) قرظۃ (کیکر سے مشابہ ایک درخت) طلحۃ (کانٹے دار درخت) سمرۃ (کانٹے دار جھاڑی یا درخت) قتادۃ (سخت کانٹے والا درخت) ہراسۃ (کانٹے دار درخت)۔

اسی طرح وہ سختی، درشتی اور انتہائی عزم و ہمت کے اظہار کے لیے اپنی اولاد کے نام زمین کے ایسے قطعات کے نام پر رکھتے جن میں بلندی، سختی اور شوکت و عظمت پائی جاتی ہو اور یہ فرض کرتے کہ ان کی اولاد کو زیر کرنا اسی طرح مشکل ہوگا جس طرح اس قسم کے قطعات اراضی کا سر کرنا مشکل ہوتا ہے، جیسے۔

حجر (پتھر) حجیر (چھوٹا پتھر) صخر (چٹان) فہر (سخت پتھر) جندل (بڑی چٹان) جرول (پتھریلی زمین) حزن (سخت زمین) حزم (سخت اور بلند زمین)

Marfat.com

حضرت حاجی عابد حسین المغفور ﷫ کی زیرِ تربیت بن رہا تھا وہ یقیناً اس دیوبند سے مختلف ہوتا' جس کا تعارف اور شہرت عالم اسلامی سے گزر کر اقصائے عالم میں پہنچ چکی ہے"۔ (ماہانہ البلاغ کراچی ذی الحجہ 1388ھ ص 49)۔

اختلاف کی بنیادیں کیا تھیں اس کی وضاحت مولانا انظر شاہ نے حاشیہ میں ان الفاظ میں لکھی ہیں۔

"سمجھنے کے لیئے صرف اتنا عرض کر سکتا ہوں کہ چھتہ کی مسجد جہاں سے دارالعلوم کی ابتداء ہوئی ہے حضرت حاجی صاحب مرحوم کی نشست گاہ یہی مقدس عمارت ہے۔ اس مسجد میں رمضان المبارک کے چاروں جمعوں میں اب تک میلاد حضرت حاجی صاحب کی یادگار میں جاری ہے۔ میں نے کیا لکھا بس اس اجمال میں نکتہ سنج اس ساری تفصیلات کو پڑھ لیں جسے میں نے کم از کم تاریخ نگاری کے تلخ فریضہ کے قطعاً خلاف سنانے سے پہلو بچا لیا۔" (ماہانہ البلاغ کراچی ذی الحجہ 1388ھ حاشیہ ص 50)۔

مولانا انظر شاہ کے ان فرمودات سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حاجی صاحب خوش عقیدہ مسلمان تھے۔ سرکار دوعالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انہیں والہانہ لگاؤ تھا۔ ان کی یاد میں میلاد شریف کی محافل منعقد کرتے تھے اور بزرگان دین کی نذر و نیاز کرتے تھے۔ گویا کہ اس دور میں حاجی صاحب کا اعتقاد ان تمام چیزوں پر تھا جسے اس دور میں امام اہلسنّت مولانا الشاہ احمد رضا ﷫ کا عقیدہ کہا جا سکتا ہے۔ انگریزوں کی ساری سازش مسلمانوں کے ایمان کو کمزور کرنے پر اور ان کے دلوں سے حب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عظمت صحابہ و بزرگان دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کھرچ پھینکنے کی تھی' جس کو عملی جامہ پہنانے کا کام

Marfat.com

بچوں کے نام تجویز کرنے میں ایک اور پہلو جونمایاں طور پر ہمیں نظر آتا ہے، وہ یہ ہے کہ عرب لوگ ناموں میں ایسے مفہوم کا اظہار چاہتے تھے جس میں کامیابی' کامرانی' آبادی' فلاح اور حصولِ مقصد کا شگون نکلتا ہو اور ساتھ ہی اولاد کی حفاظت اور سلامتی کا پہلو بھی نمایاں ہوتا ہو' جیسے۔

نائل (حاصل کرنے والا)' وائل (پہنچنے والا' نجات پانے والا)' ناج (نجات حاصل کرنے والا)' مدرک (حاصل کرنے والا)' دراک (پسندیدہ چیز حاصل کرنے والا)' سالم (محفوظ)' سلیم (محفوظ)' مالک (مالک)' عامر (آباد کرنے والا)' سعد (خوش بخت)' سعید بختاور)' مسعدۃ (سراپا سعادت)' اسعد (زیادہ بختاور)۔

اس جنگجو طبیعت کا حامل عرب کبھی کبھی انتہائی سادگی کا مظاہرہ بھی کر جاتا اور راہ میں نظر آنے والے جانور حشرات الارض اور پرندوں چرندوں کے نام پر بھی اپنے بچوں کے نام رکھ دیا کرتا۔ ان ناموں سے جہاں ایک طرف دیہاتی زندگی کی عکاسی ہوتی ہے وہاں دوسری طرف ان کی سادگی اور بھولپن کا پتا بھی چلتا ہے' جیسے۔

ثعلب (لومڑی)' ثعلبۃ (لومڑی)' ضب (گوہ)' ضبۃ (گوہ)' ضبیعۃ (بجو)' کلب (کتا)' حمار (گدھا)' قرد (بندر)' خنزیر (سور)' جحش (گدھے اور گھوڑے کا بچہ)' غراب (کوا)' صرد (لٹورا۔ ایک پرندہ)' بکر (جوان اونٹ)' عنز (بکری)۔

اپنی اولاد کے بارے میں اس قدر حساس طبیعت رکھنے والے عرب لوگ غلاموں کے بارے میں یکسر مختلف ذوق کے حامل تھے۔ غلاموں کے بارے میں ان کا ذوق نزاکت' شیرینی اور لفظی و معنوی حسن و جمال کا خواہش مندر ہتا تھا۔

مذہبی تصورات' اوہام' کہانت اور شگون کو ان کی زندگی میں بڑا دخل تھا۔ عربوں کے یہاں ایسے نام بکثرت ملتے ہیں جن میں عبد کی اضافت کسی مشہور بت' سورج یا ستاروں کی طرف کی گئی ہے۔

Marfat.com

دارالعلوم کے ذمہ دار علماء انجام دے رہے تھے۔ اس لیئے حاجی عابد حسین رحمۃ اللہ علیہ کے نظریات و عقائد سے ان نام نہاد علماء کے نظریات و افکار کا متصادم ہونا فطری امر تھا۔

مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب دارالعلوم دیوبند کے پلیٹ فارم سے اشاعت دین حق میں بالکل مخلص نہیں تھے۔ وہ اس لیئے نہیں کہ وہ حاجی صاحب عابد حسین رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد و نظریات کے مخالف تھے بلکہ اس لیئے بھی کہ جو دوران طالب علمی انہوں نے خواب دیکھا تھا اس کی تعبیر معتبر کتابوں میں یہی تھی کہ ان کے ذریعہ دین کو زبردست نقصان پہنچے گا۔ ذیل میں موصوف کا خواب اور تعبیر دونوں کا ذکر کیا جارہا ہے۔

مولوی محمد قاسم نانوتوی مولوی مملوک علی کے ارشد تلانذہ سے تھے۔ انہوں نے دوران طالب علمی ایک خواب دیکھا جس کی تعبیر انہوں نے اپنے استاد مولوی مملوک علی جو تعبیر رویا میں درک رکھتے تھے دریافت کی۔ وہ خواب اور تعبیر دونوں کا تذکرہ "تحریک پاکستان اور علمائے دیوبند" کے مصنف حافظ محمد اکبر شاہ بخاری نے ان لفظوں میں کیا ہے۔ مولوی محمد قاسم نانوتوی کے فضائل و کمالات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> " ابتدائی تعلیم کے بعد دہلی میں حضرت مملوک علی صاحب سے تعلیم مکمل کی۔ ایام طالب علمی میں آپ نے ایک خواب دیکھا تھا کہ میں خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑا ہوں اور مجھ سے نکل کر ہزاروں نہریں جاری ہو رہی ہیں۔ مولوی قاسم نانوتوی نے اپنے استاد مملوک علی صاحب سے اس خواب کا ذکر کیا انہوں نے فرمایا۔ "تم سے علم دین کا فیض بکثرت جاری ہوگا"۔ (تحریک پاکستان اور علمائے دیوبند ص 61)۔

علامہ ابن سیرین رحمتہ اللہ علیہ (م 110ھ) کو تعبیر رویا کا امام تسلیم کیا جاتا ہے۔ تعبیر رویا کے سلسلہ میں ان کی مشہور زمانہ تصنیف "تعبیرالرویاء" کو درجہ استناد

Marfat.com

مثلاً عبدالعزیٰ، عبداللات، عبدمناۃ، عبدالمدان، عبدشمس، عبدالثریا، عبدمناف۔

اسی طرح بہت سے نام کاہنوں اور نجومیوں سے پوچھ کر بھی رکھے جاتے تھے۔

قریشی اور قحطانی چونکہ متمدن زندگی بسر کرتے تھے اس لیے ان کے ناموں میں ہمیں شہری زندگی کی جھلک ملتی ہے۔ مثلاً

حبیب (پسندیدہ)، ربیعۃ (عطردان)، حکم (حاکم)، بشر (کشادہ)، مروان (چقماق)، مالک (مالک)، خیار (پسندیدہ)۔

عورتوں کے ناموں میں ان کا ذوق نزاکت اور لفظی و معنوی حسن و جمال کی طرف مائل تھا، جیسے۔

آمنہ (امن والی)، زہرہ (گوری چٹی سرسبز و شاداب)، عاتکہ (شریف۔ خوب خوشبو لگانے والی)، خولۃ (ہرنی)، ماویہ (آئینہ محبت کرنے والی)، لیلیٰ (شراب)، ہند (محبت کرنے والی)، برۃ (نیک)، بُھاء نازک اندام)

زمانہ جاہلیت میں مصغر نام رکھنے کا بھی رواج تھا۔ تصغیر سے صوتی حسن کے ساتھ ساتھ پیار و محبت دونوں کا اظہار ہو جاتا تھا، مثلاً

زہیر، عبید، سلیم، عمیر۔

حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمتہ اللہ علیہ کا ماہانہ ختم

حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمتہ اللہ علیہ کے مزار واقع قبرستان میاں میر لاہور پر ہر ماہ ختم شریف کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے جس کا اہتمام جناب میاں زبیر احمد صاحب ضیائی اور جناب حکیم ریاض ہمایوں صاحب کی زیر نگرانی باقاعدگی سے ہوتا ہے۔ یہ تقریب ہر ماہ چاند کی دوسری اتوار بعد نماز عصر تا مغرب ہوتی ہے جس میں حکیم صاحب کے مخلص احباب اور متوسلین حاضری دیتے ہیں تلاوت قرآن پاک نعت خوانی، شجرہ خوانی، درود تاج اور سلام رضا، پڑھا جاتا ہے۔ اور بعدہٗ تبرک اور ماحضر سے حاضریں کی تواضع کی جاتی ہے جناب میاں زبیر احمد ضیائی اور جناب حکیم ریاض ہمایوں صاحب ان تمام احباب کو دعوت دیتے ہیں جن کا حکیم صاحب سے علمی روحانی یا کتابی تعلق رہا ہے مرکزی مجلس رضا کے معاونین کو خصوصی دعوت دی جاتی ہے۔ (سید محمد سرفراز قادری)

Marfat.com

حاصل ہے۔ جب میں نے اس خواب کی تعبیر جاننے کے لیئے اس کتاب کے مطالعہ کا شرف حاصل کیا تو معلوم ہوا۔

"جس شخص نے یہ خواب دیکھا کہ اس نے کعبہ اپنے پس پشت کیا ہے اور اس کے سقف (چھت) پر نماز پڑھی تو گویا اس نے اسلام کو اپنے پس پشت ڈال دیا ہے۔"

ایک شخص حضرت سعید بن مسیب رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آیا اور ان سے بیان کیا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ فوق کعبہ (کعبہ کی چھت) پر نماز پڑھتا ہوں۔ یہ سن کر سعید نے کہا ڈر اس (خدا) سے میں دیکھتا ہوں کہ تو دین اسلام سے باہر ہو گیا ہے۔" (تعبیر الرویاء ص 17)۔

ارباب علم پر یہ بات مخفی نہیں کہ جب "کعبہ کی چھت پر نماز" دین سے دوری کا سبب بن سکتی ہے تو کعبہ کی چھت پر محض کھڑا ہونا "علم بکثرت جاری ہونے کا سبب" کیونکر ہو سکتا ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے علماء اور طلبہ کے عقائد و نظریات اور کردار و عمل کو دیکھ کر اگر یہ کہا جائے کہ مولوی محمد قاسم نانوتوی نے جو خواب دیکھا اور امام محمد ابن سیرین رحمتہ اللہ علیہ نے ایک صحابی رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے جو تعبیر بیان کی اس کی یہ حضرات عملی تصویر ہیں تو بیجا نہ ہوگا۔

اشاعت دین حق کے تعلق سے ایک خواب حاجی محمد عابد حسین رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد میاں حاجی کریم بخش رام پوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دیکھا تھا وہ خواب یہ تھا۔

" آسمان پر ایک بہت بڑا ستارہ ہے اس کے گرد اور بہت سے ستارے ہیں۔ بڑا ستارہ ان کی گود میں آگیا ہے۔ میاں جی نے صبح کو مریدین سے فرمایا کہ مجھ سے کوئی سید بیعت ہوگا' متبع سنت ہوگا' اس سے لوگوں کو بڑا فیض پہنچے گا اور وہ بہت سے دینی کام انجام دے گا۔" (تذکرۃ العابدین ص 62)۔

Marfat.com

Marfat.com

جب میں نے اس خواب کی تعبیر کے لیئے ابن سیرین رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب "تعبیر الرویاء" کا مطالعہ کیا تو اس میں واضح لفظوں میں لکھا ہوا ملا۔

"خواب میں ستاروں کا دیکھنا تعبیر میں مراد بزرگ ترین مردم سے ہے" (تعبیر الرویا ص 23)۔

میاں جی کریم بخش کا خواب نقل کرنے کے بعد شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا سہارنپوری کے ایک مرید ڈاکٹر بصیر احمد خان اپنے تحقیقی مقالے میں لکھتے ہیں۔

"چنانچہ یہ بشارت پوری ہوئی اور سید عابد حسین رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی سے عوام و خواص کو بہت فیض پہنچا اور انہوں نے مدرسہ دیوبند (جو اب دارالعلوم ہے) قائم کر کے اور دیوبند کی مسجد تعمیر کر کے زبردست دینی خدمت انجام دیں۔" (اسلامی علوم میں حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات و اثرات ص 113، قلمی)۔

حاجی عابد حسین صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو حضرت مولانا شاہ امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمتہ سے بھی روحانی فیضان حاصل تھا اور بقول بعض حاجی صاحب ان کے مرید و خلیفہ بھی تھے۔ قیام مدرسہ کے سلسلے میں حاجی صاحب حضرت مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ کی مکمل سرپرستی حاصل رہی بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ مدرسہ دیوبند حضرت مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی دعائے سحرگاہی کا نتیجہ تھا تو بے جا نہ ہوگا۔ ان کا روحانی فیضان حاجی عابد حسین رحمۃ اللہ علیہ کے توسط سے دارالعلوم دیوبند کے قیام میں شامل ہے۔ اس کا اعتراف ہر اس شخص کو ہے جسے ادنیٰ تامل حاصل ہے' برخلاف اس کے بعض مصنفین نے براہ راست حضرت مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کو دارالعلوم دیوبند کا بانی لکھ دیا ہے۔ صابری سلسلہ کے مصنف وحید احمد مسعود لکھتے ہیں۔

Marfat.com

" رب العالمین نے انہیں (حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کو) تین نعمتیں عطا فرمائیں۔ ایک یہ کہ ان کے مریدین نامی گرامی علماء ہوئے' دوسرے یہ کہ قیام کے لیئے بیت اللہ میں جگہ ملی' تیسرے یہ کہ دہلی کے مدرسہ رحیمیہ کی طرح دارالعلوم دیوبند کی بنیاد ڈالی۔" (صابری سلسلہ صفحہ 42)۔

سیدالطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر رحمۃ اللہ علیہ کی دعائیں اس ادارہ کے قیام میں بلاشبہ شامل رہیں اور انہیں کے ایک خلیفہ حضرت حاجی عابد حسین رحمۃ اللہ علیہ نے شبانہ روز مساعی اور اپنا اثرو رسوخ استعمال کر کے پیسہ اکٹھا کیا اور اس مدرسہ کی ابتداء فرمائی اور اپنے مرشد کے حکم سے دیوبند میں اقامت پذیر ہو کر اس ادارہ کی تعمیرو ترقی میں سب کچھ لگا دیا۔ ڈاکٹر بصیر احمد خان لکھتے ہیں۔

" مدرسہ کی ابتدائی داستان کا مطالعہ کرنے سے ایک بات صاف معلوم ہو جاتی ہے کہ اس مدرسہ کے قیام میں اس کے بانی اور مہتمم اول حضرت محمد عابد حسین رحمۃ اللہ علیہ کی کوششوں اور ان کے اثر و رسوخ اور ذاتی وجاہت کا کافی دخل رہا ہے۔" (اسلامی علوم میں حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات و اثرات ص 97)۔

ڈاکٹر موصوف نے " ارواح ثلاثہ" کے حوالے سے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے ہجرت مکہ کے بعد یہاں سے مولوی محمد قاسم نانوتوی کے ہمنوا وہاں پہنچے تو انہوں نے از راہ مسرت فخریہ لب و لہجے میں فرمایا۔

" ہم نے دیوبند میں ایک مدرسہ قائم کیا ہے' اس کے لیئے دعا فرمائی جائے۔ حاجی صاحب نوراللہ مرقدہ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا۔

سبحان اللہ ! آپ فرماتے ہیں کہ ہم نے مدرسہ قائم کیا

Marfat.com

ہے' یہ خبر نہیں کہ کتنی پیشانیاں اوقات سحر میں سر بسجود ہو کر گڑگڑاتی رہیں کہ

"خداوندا! ہندوستان میں بقائے اسلام اور تحفظ علم کا کوئی ذریعہ پیدا کر' یہ ارشاد فرمانے کی بعد حاجی صاحب نے یہ حقیقت منکشف فرمائی۔ یہ مدرسہ ان ہی سحرگاہی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔"

(اسلامی علوم میں حاجی امداد اللہ کی خدمات و اثرات ص 96)۔

مولوی محمد قاسم نانوتوی بھی حضرت امداداللہ مہاجر مکی کے خلفاء میں سے تھے۔ کیا انہیں اور ان کے ہمنواؤں کو اس کا علم نہیں تھا کہ اس مدرسہ دیوبند کے قیام میں حضرت حاجی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی دعائیں' حاجی عابد حسین رحمۃ اللہ علیہ کی جدوجہد قدم بہ قدم مشعل راہ ہیں۔ پھر اس کے برخلاف اس وقت حاجی عابد حسین رحمۃ اللہ علیہ کی کاوشوں کو اپنی طرف منسوب کرنے کی کیوں کوشش کی گئی۔ اس میں بھی تفصیل ہے جس کا مختصر ذکر سطور بالا میں گذر چکا ہے۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت علمائے دیوبند کے درمیان کم اور علمائے اہلسنت (بریلوی علماء) کے درمیان زیادہ معتبر سمجھی جاتی ہے' لیکن المیہ یہ ہے کہ اس عقیدت کے باوجود ان کی عظمت علمائے دیوبند کے حلقہ سے باہر نہ نکل سکی۔ آج بھی اگر ان کے عقائد و نظریات پر مکمل طور سے عمل کر لیا جائے تو بریلوی اور دیوبندی علماء کے درمیان اختلاف عقائد کی جو کھائی ہے اسے پاٹنے میں کافی حد تک مدد مل سکتی ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ زبانی طور پر علمائے دیوبند انہیں سیدالطائفہ شیخ العرب والعجم اور اپنا مذہبی و روحانی پیشوا ضرور مانتے ہیں مگر عملی طور پر علمائے دیوبند کے عقائد ان سے متصادم ہیں۔ ایسا بہت کم دیکھا گیا ہے کہ مرشد کا عقیدہ کچھ اور ہو اور ان کے مرید و خلیفہ کا عقیدہ کچھ اور' یہ واضح رہے کہ مولوی محمد قاسم نانوتوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی جن کے مذہبی افکار و خیالات کو مسلک دیوبند کہا جاتا ہے سب کے سب حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے مرید اور خلیفہ تھے۔ ان دونوں حضرات کا کہنا یہ

Marfat.com

تھا کہ ہم نے حاجی صاحب سے طریقت میں بیعت کی ہے' شریعت میں نہیں۔ شریعت کے ہم خود امام ہیں اور بعض خلفاء آپ کو ہر اعتبار سے اپنا مرشد و راہنما تسلیم کرتے تھے۔ اگرچہ اس وقت یہ میرا موضوع نہیں لیکن جب بات آگئی ہے تو تھوڑی روشنی ڈالنی ضروری ہے تاکہ راقم السطور پر دعویٰ بغیر سند کے رہنے کا الزام نہ رکھا جاسکے۔ حاجی صاحب کے خلفاء کے تعلق سے صابری سلسلہ کے مصنف "امداد المشتاق" صفحہ 2 کے حوالے سے حاجی صاحب کا ایک ارشاد نقل کرتے ہیں۔

" میرے خلفاء اور قسم کے ہیں ایک وہ جنہیں میں نے از خود خلافت دی ہے' دوسرے وہ جن کو تبلیغ دین کے لیئے ان کی درخواست پر اجازت دی ہے۔ جن خلفاء کو ازخود خلافت دی ہے انہوں نے پوری طرح حاجی صاحب کی اتباع کی مثلاً مولوی لطف اللہ علی گڑھی (م 1322ھ) اور مولوی احمد حسن کانپوری (م 1322ھ) مولوی محمد حسین الہ آبادی (م 1322ھ) اور مولوی عبدالسمیع رام پوری (م 1318ھ) جن خلفاء نے حاجی صاحب سے اختلاف کیا ان میں مولوی قاسم نانوتوی (1296ھ) مولوی رشید احمد گنگوہی (م 1322ھ)اور مولانا اشرف علی تھانوی (م 1362ھ) کے اسمائے گرامی سرفہرست ہیں۔" (صابری سلسلہ ص 46)۔

موخرالذکر علماء نے حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کو مختلف انداز سے یہ عندیہ ہی صرف نہیں دیا بلکہ مولوی رشید احمد گنگوہی نے اپنی زبان میں یہ اعلان بھی کیا کہ۔

" جس فن کے امام حاجی صاحب ہیں ہم ان کے مقلد ہیں' باقی ان فرعیات کے امام ہم ہیں' حاجی صاحب کو چاہیئے کہ ہم سے پوچھ پوچھ کر عمل کریں۔ اور مولوی قاسم نانوتوی نے فرمایا کہ ہماری معلومات زائد ہیں اور حاجی صاحب کا علم زائد ہے اور مولوی اشرف علی تھانوی نے تو اس اختلاف کو جائز قرار دینے

Marfat.com

کے لیئے اپنی ساری قابلیت صرف کر دی مگر ساتھ ہی ازراہ انصاف یہ بھی تحریر فرمایا کہ بقول شخصے "تا نباشد چیز کے مردم نگونید چیزھا" (صابری سلسلہ ص 49)-

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہبی عقائد کے پس منظر میں ان کے خلفاء دو گروہوں میں بٹ گئے۔ آپ کے خلفاء میں ایک گروہ کا عقیدہ وہی تھا جو ان کا تھا اور یہ وہی حضرات تھے جنہیں حاجی صاحب نے ازخود خلافت دی تھی اور دوسرا گروہ جس کے سرخیل مولوی محمد قاسم نانوتوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی تھے وہ ان کے عقیدہ سے اختلاف رکھتے تھے۔ اس لیئے ان دونوں گروہوں کے درمیان زبردست قلمی جنگ ہوئی۔ مولوی عبدالسمیع بیدل رام پوری کی تصنیف "انوار ساطعہ" کے جواب میں "براہین قاطعہ" لکھی گئی اور نہ جانے کیا کیا ہوا اس کی تفصیل کتب مناظرہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ اپنے خلفاء کو باہم دست و گریبان دیکھ کر جب حاجی صاحب سے نہ رہا گیا تو انہوں نے دفع فساد کے لیئے "وحدت الوجود اور فیصلہ ہفت مسئلہ" کے نام سے دو رسالے لکھے۔ موخرالذکر رسالہ میں 1 - مولود شریف 2 - فاتحہ 3 - عرس و سماع 4 - ندائے غیراللہ 5 - جماعت ثانیہ 6 - امکان نظیر 7 - امکان کذب کے تعلق سے اپنا موقف واضح کیا اور ان مسائل میں ان کے خلفاء کے درمیان جو تنازعہ تھا اس کے تصفیہ کی حتیٰ الامکان کوشش فرمائی۔

1312ھ / 1894ء میں حاجی صاحب نے اپنا رسالہ ان لوگوں کے پاس بھیجا جو آپ کے مذہبی افکار سے اختلاف رکھتے تھے۔ جب کچھ مہینے گزر گئے تو حاجی صاحب نے اپنے خلیفہ مولوی محمد حسین آلہ آبادی علیہ الرحمتہ کو خط لکھا کہ وہ تحقیق کر کے بتائیں کہ ہمارے لوگوں (بعض خلفاء مولوی محمد قاسم نانوتوی اور مولوی محمد رشید احمد گنگوہی) نے اس رسالے کو کس نظر سے دیکھا' اسے پسند کیا یا نہیں' کچھ اختلاف دور ہوا یا نہیں' مولوی محمد حسین آلہ آبادی نے تحقیق کے بعد حاجی صاحب کو جو جواب لکھا اس کا ذکر صابری سلسلہ میں مصنف نے ان لفظوں میں کیا ہے۔

Marfat.com

" علمائے دیوبند نے ان رسالوں کو نگاہ غلط انداز سے بھی نہیں دیکھا بلکہ "ہفت مسئلہ" کو نذر آتش کروا دیا۔" (صابری سلسلہ ص 47)

اپنے مرشد کی لکھی ہوئی کتاب پر چہ جائیکہ مرید و خلیفہ غور کرتے' دلوں میں بٹھاتے' اس پر عمل کرتے' مگر ہوا یہ کہ اس کا مطالعہ تو کجا دیکھنا بھی گوارا نہ کیا اور اسے نذر آتش کرتے ہی راحت محسوس کی۔ اس طرز عمل کو دیکھ کر قلم یہ لکھے بغیر نہیں رکتا کہ جو شخص اپنے شیخ اور پیر و مرشد کا نہ ہوا وہ بھلا عام بندگان خدا کا کیا ہو گا۔ اس لئے تو وحید احمد مسعود نے واضح لفظوں میں لکھا ہے۔

حاجی امداد اللہ رحمتہ اللہ علیہ سے اختلاف کرنے والے خلفاء کا طرز عمل اسماعیلیہ و نجدیہ سے ملتا جلتا ہے۔ صابری تعلیم و تربیت کی روح ان میں نہیں پائی جاتی۔" (صابری سلسلہ ص 56)

کاش علمائے دیوبند حاجی امداد اللہ کی کوششوں کو سراہتے اور جو انہوں نے نظریہ پیش کیا تھا اس پر عمل کرتے تو بقول امداد صابری "یہ حقیقت ہے کہ اگر ان فیصلوں پر عمل کیا جاتا اور کیا جائے تو سنی اور وہابی منافقت کا شائبہ بھی ہندوستان میں باقی نہ رہتا۔"

" مولانا مناظر احسن گیلانی نے اپنے قلم سے حضرت حاجی عابد حسین رحمۃ اللہ علیہ کو بانی دارالعلوم تحریر کیا۔ قاری طیب صاحب نے اعتراض کیا۔ مولانا مناظر احسن گیلانی نے فرمایا میری تحقیق یہی ہے کہ حضرت حاجی عابد بانی دارالعلوم ہیں اور اپنے قلم سے اس کو قلم زد نہیں کروں گا۔ آپ کی مرضی آپ اپنے قلم سے اس کو قلم زد کر دیجئے۔ قاری صاحب نے برہمی کا اظہار فرمایا اور اپنے قلم سے اس کو قلم زد کر دیا۔ (جس کی لاٹھی اس کی بھینس)

Marfat.com

یہ مثال مولانا طیب صاحب نے صحیح کر کے دکھائی۔ (سیرت حاجی امداد اللہ اور ان کے خلفاء ص 7)۔

حقیقت پر لاکھ پردہ ڈالا جائے مگر کبھی نہ کبھی حق روشن اور آشکارا ہو کر رہتا ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے اصل بانی عابد حسین علیہ الرحمتہ ہیں۔ حافظ محمد احمد مہتمم رہے پھر ان کے بیٹے مولانا محمد طیب مہتمم ہوئے۔ اس وجہ سے دارالعلوم کے بانی ان کے دادا مولوی محمد قاسم نانوتوی بن گئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بانی دارالعلوم دیوبند

حاجی سید محمد عابد حسین رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی

جن بزرگان دین نے خلق خدا کی تربیت کا اہتمام ظاہری و باطنی دونوں صورتوں میں کیا ہے ان میں حاجی سید محمد عابد حسین رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی قابل قدر ہے۔ حاجی صاحب نے ایک عرصے تک چھتہ کی مسجد میں بیٹھ کر عوام الناس کو فیوض و برکات سے مالامال فرمایا تو دوسری طرف دارالعلوم دیوبند جیسے عظیم ادارہ کی بنیاد ڈال کر فرزندان ملت اسلامیہ کو علوم و فنون سے آراستہ ہونے کے لیئے سامان مہیا کیا۔

حاجی صاحب کی ولادت 1250ھ دہلی میں ہوئی۔ قرآن مقدس اور فارسی کی ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ دہلی آگئے اور اس وقت کے ارباب علم و فن کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ ابھی حصول علم سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ عشق حقیقی کا ایسا سودا سر میں سمایا کہ سلسلہ تعلیم منقطع کر کے یاد محبوب حقیقی میں کھو گئے۔ اگر کسی شئی سے آپ کو سکون قلب حاصل ہوتا تو وہ نماز تھی اور شب کے بیشتر لمحات

Marfat.com

عبادت الٰہی میں صرف ہونے لگے۔ نماز پنج گانہ پر آپ سختی سے کاربند تھے ہی نماز تہجد کے سلسلے میں آپ نے تادم زیست کوئی تساہلی نہ برتی۔ جب والد ماجد کا وصال ہو گیا اور بظاہر آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ رہا تو آپ نے عطر فروشی کی ایک دوکان کر لی' حصول معاش کے لیئے یہ ایک مناسب ترین ذریعہ تھا مگر زیادہ اوقات وہ ذکر الٰہی اور تلاوت کلام پاک میں لگاتے تھے۔ عطر کی دوکان سے کتنی کمائی ہو جاتی تھی اس کا تو علم نہ ہو سکا مگر اتنا علم ہے کہ ذکر الٰہی اور تلاوت کلام پاک کی کثرت کے باعث آپ کا شمار مخصوص بندگان خدا میں ہونے لگا تھا۔ اس کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے۔

حضرت میاں جی کریم بخش رام پوری جب رام پور ضلع سہارنپور سے دیوبند آئے تو حاجی عابد حسین صاحب نے ان سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ آپ کو دامن ارادت سے وابستہ کرنے سے قبل حضرت میاں جی کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے تعلق سے جو خواب دیکھا تھا اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

> "آسمان پر ایک بہت بڑا ستارا ہے اور اس کے گرد و پیش بھی بہت سے ستارے ہیں اور بڑا ستارہ میری گود میں آگیا ہے۔ جب صبح ہوئی تو میاں جی صاحب نے اس خواب کی تعبیر یہ فرمائی کہ مجھ سے کوئی سید بیعت ہو گا جس سے لوگوں کو بہت فیض پہنچے گا اور دین کے کام اس سے بہت ہوں گے۔ دنیوی جھگڑوں سے بچے گا' خاندان کو روشن کرنے والا ہو گا۔" (تذکرۃ العابدین ص 62-

میاں جی کریم بخش رام پوری نے آپ کو اپنے دامن ارادت سے وابستہ تو کیا ہی تھا مگر دوران بیعت انہوں نے آپ پر کچھ ایسی مخصوص توجہ فرمائی تھی جس کے سبب آپ اپنے پیر و مرشد کے لطف و کرم کے اس قدر گرویدہ ہوئے کہ انہیں کی خدمت میں رہنے لگے' شیخ کی محبت نے آپ کو سلوک اور مجاہدہ و ریاضت کے تمام تر

Marfat.com

مراحل سے گذار کر روحانیت کے اس بلند مقام پر پہنچا دیا جہاں تک کم ہی لوگوں کی رسائی ہو پاتی ہے۔ عملیات' وظائف میں درود شریف کی کثرت تھی اور اس کثرت کے سبب سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حضوری ہونے لگی تھی' اس حضوری سے حاجی صاحب کی حالت ناگفتہ بہ ہو جاتی' جب اس کی اطلاع آپ کے مرشد میاں کریم بخش کو ہوئی تو کبھی کبھار وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ سے فرماتے کہ آج رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے یہ عرض کر دینا۔ (تذکرۃ العابدین ص 62)

مرشد کا دامن ارادت تھامنے کے بعد آپ کی زندگی میں نمایاں تبدیلی یہ آئی کہ ایک تو آپ نے شادی کر لی اور دوسرے عطر کی دوکان چھوڑ کر لوگوں کو پانی پلانے کا کام سرانجام دینے لگے۔ پانی پلانے کا کام بطور پیشہ انجام دینا ایک مہذب سماج کے افراد کے لیئے معیوب سمجھا جاتا ہے' اسی وجہ سے حاجی صاحب کے اس عمل پر خاندان کے کچھ لوگوں نے اعتراض کیا جس کے سبب حاجی صاحب نے یہ کام چھوڑ دیا اور شب و روز ریاضت و مجاہدہ اور اطاعت و عبادت میں مصروف ہو گئے۔

حاجی سید محمد عابد حسین رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے شیخ سے والہانہ لگاؤ تھا جس کا اظہار اکثر و بیشتر آپ کی گفتگو کے دوران ہوتا تھا اور جب کوئی آپ کے سامنے آپ کے پیر و مرشد کا ذکر چھیڑتا تو فرط مسرت سے جھوم جایا کرتے تھے۔ جب آپ کے شیخ میاں کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا اور اس کی خبر آپ کو ہوئی تو ہجوم غم سے آپ کا کلیجہ پھٹ گیا اور شدت غم سے ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ گھر کا سارا سامان غرباء و مساکین میں تقسیم کر دیا اور حسرت و یاس میں ڈوب کر اظہار تاسف کے لیئے ایک کمبل اوڑھ لیا اور لنگی پہن لی اور پھر کافی دنوں تک اور بقول بعض زندگی بھر اس لباس میں ملبوس رہے۔ جب کچھ غم دور ہوا تو مسجد چھتہ کے حجرے سے باہر نکلے' دہلی کا سفر کیا' کرنال اور پانی پت بھی گئے اور حضرت میاں راج شاہ جو ہریانہ میں سلسلہ قادریہ کے اہم مشائخ میں سے تھے ان کی خدمت میں بھی حاضری دی اور اکتساب فیض کیا۔ میاں راج شاہ کی

Marfat.com

خدمت میں حاضری دینے سے انتہائی قلبی سکون میسر ہوا اور شیخ و مرشد کے سانحہ ارتحال سے جو غم لاحق ہوا تھا وہ دور ہوا۔ اسی وقت میاں راج شاہ نے آپ کو سلسلہ عالیہ قادریہ کی دولت خلافت سے سرفراز فرمایا۔ (ملت راج شاہی ص 196)

اس سفر سے واپسی کے بعد جب دیوبند لوٹ کر تشریف لائے تو آپ کی مقبولیت میں کئی گناہ اضافہ ہوا۔ خلق خدا فیض و برکت حاصل کرنے کے لیئے آپ پر ٹوٹ پڑی۔ اپنی جائز تمنا لے کر آپ کی خدمت میں جو بھی حاضر ہوتا اس کی تمنا ضرور پوری ہوتی۔ مولوی نذیر احمد دیوبندی مصنف "تذکرۃ العابدین" لکھتے ہیں۔

تمام مخلوق خدا آپ کی طرف متوجہ ہو گئی اور آپ سے کرامتیں پے در پے ظہور میں آنے لگیں۔ آپ نے جس کی نسبت جو کچھ بھی فرمایا ہو گیا۔" (حاشیہ تذکرۃ العابدین ص 67)۔

حاجی صاحب خوش عقیدہ مسلمان تھے۔ انبیاء و مرسلین اور صحابہ و تابعین کی الفت و محبت سے آپ کا سینہ بے کینہ تو سرشار تھا ہی بزرگان دین کی عقیدت آپ کے رگ و پے میں سمائی ہوئی تھی۔ ختم خواجگان بھی فرماتے ہیں اور زر کثیر خرچ کر کے میلاد شریف کا بھی اہتمام شایان شان فرمایا کرتے تھے اور یہ آپ کے ہر ہفتہ کا معمول تھا۔ گویا آپ سلف صالحین کی روش پر پوری طرح گامزن تھے۔ حاجت مندوں اور پریشان حال لوگوں کی فریاد رسی آپ کا محبوب شیوہ تھا۔ اس کے لئے بعد نماز ظہر آپ اپنا دروازہ کھول لیتے تھے' ادنیٰ اور اعلیٰ افراد کی آپ کی بارگاہ میں کوئی تمیز نہ تھی۔ سب سے آپ پیار و محبت اور خلوص و مودت سے پیش آتے۔ کسی کو دعائیں دیتے اور کسی کو تعویز۔ جیسی جس کی حاجت اور ضرورت ہوتی اسی طرح آپ اس کی مدد فرماتے۔ بعد نماز مغرب پھر آپ اپنے اوراد و وظائف میں مشغول ہو جاتے آپ کے سوانح نگار رقمطراز ہیں۔

" بعد نماز مغرب نوافل و ختم خواجگان وغیرہ سے فراغت حاصل کر کے جو کوئی مرید یا مہمان ہوتا اس سے باتیں

Marfat.com

کرتے۔ ہر جمعہ کو بعد نماز مغرب مولود شریف کی محفل کا اہتمام کرتے' اس میں بہت زرکثیر خرچ کرتے تھے اور تازیست ہمیشہ کراتے رہے۔" (تذکرۃ العابدین ص 77)-

حاجی صاحب کو عبادت و ریاضت سے حددرجہ شغف تھا۔ اوقات صلوٰۃ کی پابندی تو اس درجہ تھی کہ نماز کا قضا ہونا تو درکنار مسلسل تیس سال تک جماعت کی تکبیر اولیٰ بھی آپ سے نہیں چھوٹی اور جب سے تہجد کا اہتمام کیا تو پورے ساٹھ سال تک اس پر سختی سے عمل پیرا رہے۔ سید محبوب رضوی مصنف "تاریخ دارالعلوم دیوبند" لکھتے ہیں۔

"حضرت حاجی صاحب کا ساٹھ برس تک چھتہ کی مسجد میں قیام رہا۔ مشہور ہے کہ تیس سال تک آپ کی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔ نماز تہجد کا ایسا التزام تھا کہ ساٹھ سال تک قضا کی نوبت نہیں آئی۔ صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے' رشد و ہدایت اور تذکر و تزکیہ قلوب کے علاوہ آپ کو فن عملیات میں زبردست ملکہ تھا۔" (تاریخ دارالعلوم دیوبند (2 - 222)

یہی دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ کو بہت رنجیدہ دیکھا گیا لوگوں کے اصرار پر بتایا کہ 28 سال کی بعد آج صبح کی تکبیر تحریمہ فوت ہو گئی۔ (تاریخ دیو بند ص 110)-

آپ کی لکھی ہوئی تعویزیں کس قدر موثر ہوتی تھیں اور آپ کی بارگاہ میں حاضری دینے سے کس طرح پریشان حال انسانوں کو پریشانیوں سے نجات ملتی تھی۔ اس کا ذکر اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے جس کا ذکر صاحب "ارواح ثلثہ" نے کیا ہے وہ لکھتے ہیں۔

"میں نے دیوبند کے ایک انگریزی خواں سے سنا ہے کہ ایک شخص کا مقدمہ ڈپٹی ظہیر عالم کے یہاں تھا' یہ سہارنپور میں

Marfat.com

ڈپٹی تھے۔ وہ شخص حاجی محمد عابد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ حاجی صاحب مجھے ایک تعویز دے دو میرا مقدمہ ڈپٹی ظہیر عالم کے یہاں ہے۔ حاجی صاحب نے اس کو تعویز دے دیا کہ اس کو پگڑی میں رکھ لینا جب یہ عدالت میں اجلاس پر پہنچا ڈپٹی صاحب نے کچھ سوال کیا تو اس نے کہا ٹھہر جائیں دیوبند والے حاجی صاحب کا تعویز لایا ہوں وہ لے آؤں پھر پوچھنا۔ ڈپٹی صاحب اس پر ہنسے کیونکہ وہ عملیات کے معتقد ہی نہ تھے' جب وہ تعویز لے آیا تو ڈپٹی صاحب سے کہا کہ اب پوچھ کیا پوچھے ہے اور دیکھ حاجی صاحب کا تعویز رکھا ہے (پگڑی دکھلادی) ڈپٹی صاحب نے وہ مقدمہ قصداً" بگاڑا لیکن جب یہ فیصلہ لکھ کر پڑھنے بیٹھے ہیں تو وہ موافق تھا' پھر وہ ڈپٹی صاحب حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں معذرت کو حاضر ہوئے۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ عمل کا یہ اثر ہوتا ہے بعض اوقات جب معمول پر اس کا اثر رہتا ہے تو دماغ صحیح نہیں رہتا جب دماغ درست نہیں رہتا تو کام بھی ایسے ہی ہوتے ہیں۔" (ارواح ثلاثہ ص 363)-

حاجی عابد حسین صاحب دیوبند کی ان مقتدر اور محترم ہستیوں میں سے تھے جن پر اہل دیوبند کو ناز تھا۔ آپ کی عظمت و بزرگی کے معترف تمام باشندگان دیوبند تھے۔ بلاتفریق مذہب و ملت ہر ایک کے دل میں آپ کی محبت یکساں تھی۔ ہندو و مسلم بھی آپ کے فیوض و برکات کے طلبگار تھے۔ خلق خدا میں آپ کی مقبولیت کا اندازہ انوارالحق شیرکوٹی کے درج ذیل اقتباس سے لگایا جاسکتا ہے۔

"آپ کی بزرگی کا سکہ دیوبند کے ہر خورد و کلاں مرد عورت بچے اور بوڑھے کے دل پر تھا۔ ان کے روحانی فیض نے دیوبند اور اطراف و جوانب بلکہ دوسرے صوبوں کے لوگوں کو بھی

Marfat.com

مسخر کر رکھا تھا۔" (انوار قاسمی 1: 25)

مولوی اشرف علی تھانوی بھی آپ کی عظمت و جلالت کے بڑے قدردان تھے۔ انہوں نے جو منظوم خراج عقیدت آپ کی بارگاہ میں پیش کیا ہے اس سے آپ کی روحانی عظمت کا صحیح طور سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ "ماہنامہ القاسم" دارالعلوم نمبر میں مثنوی "زیروبم" کے حوالے سے مرقوم ہے۔

عامل و کامل ولی مرد خدا
پائے او درپائے فخر انبیاء

ہم جمالی ہم جلالی شان او
کان حلم و مخزن خلق نکو

نقش و تعویزش مثال نقش قدر
فیض او برخاص و عام مثل بدر

(القاسم دارالعلوم نمبر محرم ص 19 1347ھ)

حاجی صاحب کو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ چشتیہ صابریہ کے فیضان ضرور حاصل تھے مگروہ طالبین کو سلسلہ قادریہ میں مرید فرمایا کرتے تھے اور بمشکل تمام آپ نے بیعت و ارشاد کا یہ سلسلہ شروع کیا تھا۔ آپ کی عظمت کو دیکھ کر لوگ آپ سے شرف بیعت حاصل کرنے کی تمنا ظاہر کرتے مگر آپ انہیں بیعت نہیں کرتے۔ آپ کی روحانی عظمت کے پیش نظر آپ کے پیر و مرشد بھی بیعت و ارشاد حاصل کرنے کے لیئے لوگوں کو آپ کے پاس بھیجنا شروع کر دیا مگر بجائے داخل سلسلہ کرنے کے آپ چھپ جاتے۔ جب اس کی اطلاع آپ کے پیر و مرشد کو ہوئی تو انہوں نے آپ کو بہت سمجھایا مرشد کا حکم کیوں کر ٹالا جاتا ہے' آپ مان گئے اور پھر بیعت و ارشاد کا سلسلہ شروع ہوا تو ہزاروں نہیں بلکہ سینکڑوں افراد آپ کے دامن عقیدت سے وابستہ ہوئے چونکہ حاجت مندوں کو تعویز اور نقوش بھی دیتے تھے اس لیئے

Marfat.com

ضرورتمند پریشان حال لوگوں اور معتقدین و مریدین کی آپ کی بارگاہ میں ہمیشہ بھیڑ رہتی۔ حکیم سید عبدالحی لکھتے ہیں۔

"ارباب حوائج اکثر ان کی خدمت میں آیا کرتے ہیں'
صبح سے دس بجے رات تک نقوش اور تعویذ تقسیم کرتے ہیں۔
ساکنین دیوبند اس کے بہت معتقد ہیں۔" (دہلی اور کے اطراف ص 80)

وصال سے قبل حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو عارضہ بخار لاحق ہوا اور سینے میں تکلیف ہوئی آپ نے علاج کی طرف توجہ بھی فرمائی مگر

"مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی"

27 ذی الحجہ 1331ھ / 1939ء کو زیادہ طبیعت خراب ہو گئی اور جب دن کے چار بج گئے تو آپ نے کسی حاضرباش سے دریافت کیا کہ کیا بجے ہیں' جواب ملا کہ چار بج چکے ہیں۔ آپ نے عصر کی نماز کے لیئے کانوں پر ہاتھ رکھا اور پھر ہمیشہ کے لیئے یادالٰہی میں غرق ہو گئے۔ "مدارالمہام بہشت برین" مادہ سنہ وفات ہے۔

28 ذی الحجہ 1331ھ گیارہ بجے کے قریب مزار شیدا صاحب میں دفن ہوئے۔ آپ کے مزرا مقدس کے سرہانے جو کتبہ لگا ہے اس پر جلی حرفوں میں یہ عبارت کندہ ہے۔

"یہ مزار حاجی سید محمد عابد حسین رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم دیوبند کا ہے۔" کسی اہل عقیدت نے درج ذیل قطعہ تاریخ وصال لکھا ہے۔

کیا کہوں صدمہ ہوا کیسا مرے دل کو فراغ
یہ خبر جس دم سنی دنیا سے عابد اٹھ گیا
مصرعہ تاریخ یہ نکلا لب افسوس سے

Marfat.com

" مسجد چھتہ کا عابد اور ساجد اٹھ گیا "

حاجی صاحب کو چونکہ حضرت میاں راج شاہ قادری رحمتہ اللہ علیہ سوندہ شریف ہریانہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ کی خلافت تفویض ہوئی تھی اس لیئے آپ بھی مرید کرتے وقت وہی شجرۂ طریقت دیتے تھے جو آپ کو حضرت راج شاہ سے ملا تھا اور روزانہ اسے بطور وظیفہ مریدین کو پڑھنے کی تلقین بھی کیا کرتے تھے۔ یہ شجرہ طریقت مکمل "تذکرہ العابدین" کے صفحہ 301 پر درج ہے۔

مآخذ

1- کتب

1- اسلامی علوم میں حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات و اثرات (بصیر احمد خان)

2- ارواح ثلاثہ (ظہور حسین سہارنپوری 1370ھ)

3- انوار قاسمی (انوار الحسن شیرکوٹی لاہور)

4- تاریخ دارالعلوم دیوبند (سید محبوب رضوی دہلی 1977ء)

5- تاریخ دیوبند (سید محبوب رضوی، علمی مرکز دیوبند 1972ء)

6- تحریک پاکستان اور علمائے دیوبند (محمد اکبر شاہ بخاری کراچی 1987ء)

7- تذکرۃ العابدین (نذیر احمد دیوبندی مطبوعہ 1317ھ)

8- تعبیر الرویاء (خواب نامہ) (امام ابن سیرین لکھنؤ 1928ء)

9- حالات جناب مولوی طیب مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم (یعقوب نانوتوی بھاولپور 1297ھ)

10- دہلی اور اس کے اطراف (حکیم سید عبدالحی دہلی 1998ء)

Marfat.com

11 - سوانح قاسمی (مناظر احسن گیلانی دیوبندی 1373ھ)

12 - سیرت حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خلفاء (امداد اللہ صابری دہلی 1909ء)

13 - صابری سلسلہ (وحید احمد مسعود بدایوں 1971ء)

14 - فیضان امام ربانی (عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری لاہور 1989ء)

15 - ملت راج شاہی (معین قادری راج شاہی)

16 - مولانا محمد احسن نانوتوی (پروفیسر محمد ایوب قادری کراچی 1966ء)

17 - موج کوثر (شیخ محمد اکرم دہلی 1991ء)

18 - الهدية السنية فى ذكر المدرسة الاسلامية الديوبندية (ذوالفقار علی دہلی 1307ھ)

2- اخبار و رسائل

1 - الاعتصام .... ہفتہ روزہ لاہور .... اکتوبر 1970ء

2 - البلاغ .... کراچی .... ذوالحجہ 1388ھ

3 - القاسم دارالعلوم دیوبند نمبر..... محرم 1347ء

4 - قومی آواز ..... دہلی ..... دسمبر 1997ء

رضا اکیڈمی انڈیا نے "حدائق بخشش" کا ایک نہایت ہی خوبصورت اعلیٰ ایڈیشن شائع کیا ہے۔ آج تک ایسا خوبصورت ایڈیشن شائع نہیں ہوا تھا۔ اہل ذوق اسے حاصل کرنے کے لئے صرف چار سو روپے کا ہدیہ پیش کر کے مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور سے حاصل کریں۔ انڈیا سے محدود نسخے آئے ہیں۔

Marfat.com

Marfat.com

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری کے مسلک پر
یقین رکھنے والے حضرات سے

مرکزی مجلس رضا (رجسٹرڈ) پاکستان کی اپیل

مرکزی مجلس رضا، امام اہلِ سُنّت فاضل بریلوی کے نظریات و افکار کو دُنیا میں پھیلانے کیلئے ۱۹۶۸ء سے سرگرم ہے۔ اس نے آج تک بائیس ۲۲ لاکھ کتابیں چھپوا کر عوام میں تقسیم کی ہیں اور مسلکِ امام احمد رضا کو عشقِ رسُول ﷺ کی ضیاؤں میں عام کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ یہ سارا کام مرکزی مجلسِ رضا کے بانی حکیم محمد مُوسیٰ امرتسری مرحوم آپ کے تعاون سے کرتے رہے آج بھی آپ کے مالی تعاون کی ضرورت ہے تاکہ یہ چشمہ اہلِ سُنت کے دل و دماغ کی کھیتیوں کو سیراب کرتا رہے۔
دردمند سینوں سے اپیل ہے کہ وہ مجلس کو اپنے مالی تعاون سے نوازیں۔

نگران
مرکزی مجلسِ رضا نعمانیہ بلڈنگ ٹیکسالی گیٹ لاہور

Marfat.com

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری کے مسلک پر
یقین رکھنے والے حضرات سے

مرکزی مجلسِ رضا، امام اہلِ سُنّت فاضل بریلوی کے نظریات و افکار کو دُنیا میں پھیلانے کیلئے ۱۹۶۸ء سے سرگرم ہے۔ اس نے آج تک بائیس ۲۲ لاکھ کتابیں چھپوا کر عوام میں تقسیم کی ہیں اور مسلکِ امام احمد رضا کو عشقِ رسُول ﷺ کی ضیاؤں میں عام کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ یہ سارا کام مرکزی مجلسِ رضا کے بانی حکیم محمد مُوسیٰ امرتسری مرحوم آپ کے تعاون سے کرتے رہے آج بھی آپ کے مالی تعاون کی ضرورت ہے تاکہ یہ چشمہ اہلِ سُنت کے دل و دماغ کی کھیتیوں کو سیراب کرتا رہے۔ درد مند سینوں سے اپیل ہے کہ وہ مجلس کو اپنے مالی تعاون سے نوازیں۔

مرکزی مجلسِ رضا (رجسٹرڈ) پاکستان کی اپیل

نگران
مرکزی مجلسِ رضا نعمانیہ بلڈنگ ٹیکسالی گیٹ لاہور

Marfat.com